جان جاں تو جو کہے
PDFBOOKSFREE.PK
راحت وفا

جان جاں تو جو کہے

حسب معمول صبح کے ساڑھے سات بجے تو میاں جی نے اخبار تہہ کرتے ہوئے شاہدہ بیگم کو معنی خیز نگاہوں سے دیکھا... وہ کچھ پریشان سی نظر آئیں تو میاں جی نے نگاہوں ‘نگاہوں میں استفسار کیا...

” یہ ناجی جہاں جاتی ہے وہیں کی ہوجاتی ہے‘ کمبخت کو ذرا وقت کا احساس نہیں۔“ شاہدہ بیگم نے ڈائننگ روم کے دروازے سے باہر دیکھتے ہوئے سارا غصہ ناجی پر نکال ڈالا۔میاں جی مسکرادیئے۔

www.pdfbooksfree.pk

''چہ' چہ ' بیچاری ناجی... بھئی بیگم صاحبہ یہ ناجی پر آپ کس لیے بندوق تان کر بیٹھ گئیں۔آپ کو تو اپنے لاڈلے فرحان اور چہیتی تانیہ کی ٹینشن ہے اس وقت... امی جان ابھی کچھ سے بر آمد ہوکر اعلان جنگ فرمائیں‌گی اور...''

''افتخار! آپ موقع کی تلاش میں‌رہا کریں۔آپ خود بھی ٹینشن میں ہیں۔'' شاہدہ نے دھیمے سے کہا جس کا مطلب یہی تھا کہ ڈائننگ روم سے ملحق کچن میں موجود امی جان اس کی بات نہ سن لیں۔

''میں تو حسب معمول امی جان کو سنبھال ہی لوں گا لیکن آپ اور بچے تو عتاب کا نشانہ بنیں گے۔'' وہ زیر لب مسکرا کر سرگوشی کے انداز میں‌بولے۔

''یہ بچے ابھی تک ناشتے کے لیے نہیں آئے۔'' اسی اثنا میں امی جان چائے کا فلاسک لیے آگئیں۔میاں افتخار نے فوراً خود کو ناشتے کے لیے مصروف ظاہر کیا البتہ شاہدہ جزبز سی نظریں چرا گئیں۔

www.pdfbooksfree.pk

تمہارے لاڈ پیار نے بالکل ناکارہ کردیا ہے' لوبتائو پونے آٹھ ہورہے ہیں اور وہ دونوں اب تک نہیں آئے' بس تم دونوں ناشتہ کرکے اپنی اپنی راہ لو' دوبارہ کسی کے لیے ناشتہ نہیں بنے گا۔'' امی جان نے تحکمانہ انداز میں کہا اور اپنے لیے چائے کپ میں انڈیلنے لگیں۔

'' جی بالکل بجا فرمایا آپ نے۔'' میاں افتخار نے ساس کی تائید میں بھر پور حصہ لیا۔شاہدہ بیگم نے گھور کر انہیں دیکھا مگر کچھ کہہ نہ سکیں۔خود بھی ناشتہ کرنے لگیں جبکہ امی جان کو تو موقع مل گیا۔

'' بے جا لاڈ پیار نے بچوں کو کہیں کا نہیں چھوڑا' ہم نے بھی بچے پالے ہیں پر تمہاری طرح نہیں' ذرا آنکھ میں لحاظ ہے نہ شرم... زندگی کا کوئی قاعدہ قانون ہے ہی نہیں ان کی زندگی میں' فرحان ذرا سا بہتر ہے مگر تانیہ نے تو نہ سدھرنے کی قسم کھارکھی ہے۔''

''امی جان! ابھی بچے ہیں' ٹھیک ہوجائیں گے۔'' شاہدہ بیگم نے ماں کو دھیرے سے کہا۔

”ارے واہ! فرحان میاں نے خیر سے یونیورسٹی کا منہ دیکھ لیا اور تانیہ بھی یونیورسٹی جانے والی ہیں۔بچے بچے کرکے تم نے ان کا دماغ خراب کردیا ہے۔ اب بھی وقت ہے سنبھل جائو ورنہ بیٹھ کے رئوں گی۔“ امی جان نے تڑخ کے شاہدہ بیگم کو خاموش کرادیا۔

”ناجی! ناجی!“ شاہدہ بیگم نے غصہ نکالنے کے لیے ناجی کو آواز دی۔وہ بوتل کے جن کی طرح حاضر ہوگئی۔

”جی! جی بیگم صاحب۔“ ناجی بھاگتی ہوئی آئی تھی اس لیے پھولی ہوئی سانس کے درمیان بولی۔

”تمہیں‘ چھوٹے صاحب اور تانیہ بی بی کو بلانے کے لیے بھیجا تھا۔کہاں مرگئی تھیں؟“ شاہدہ بیگم نے اسے لتاڑا۔

”جی‘ تانیہ بی بی نے ابھی اٹھنے سے انکار کردیا ہے اور چھوٹے صاحب کمرے میں نہیں ہیں۔“

”ہیں! چھوٹے صاحب کمرے سے کہاں چلے گئے؟“

www.pdfbooksfree.pk

” ان کا کچھ پتہ چلتا ہے‘ دونوں مرضی کے مالک ہیں‘رات گئے آتے ہیں اور کوئی پوچھتا تک نہیں۔“ امی جان نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”امی جان! فرحان کسی کام سے گیا ہوگا۔“

” چلو یونہی سہی‘ لیکن گھر میں بڑوں کو کسی گنتی میں تو شمار کرلیا کریں۔“

”شاہدہ! آفس سے دیر ہورہی ہے...اٹھو...“ میاں افتخار نے مزید بحث میں الجھنے سے بیوی کو بچایا۔

”افتخار میاں! املی اور میری دوائیں ضرور لے کر آنا۔“

” جی بہتر...“

”آج پھر املی۔“ ناجی نے ہونٹ چبا کر کہا تو وہ چڑ گئیں۔

”ہاں! اور آج سارے برتن اسٹور سے نکال کر باہر رکھو۔“ وہ بولیں۔ناجی برا سامنہ بنا کر سیدھی میاں جی کے پاس آگئی۔

''میاں جی! خدا کے لیے املی نہ لانا' یہ دیکھیں وہ پرانے بھاری بھاری برتن املی سے رگڑ کر دھونے سے میرے ہاتھ گھس گئے ہیں۔''

''بک بک بند کر' تجھے بھی ان دونوں سے سرچڑھا رکھا ہے' قیمتی برتن تیرے ہاتھوں سے اچھے ہیں' چل جا کے سب کمروں کی کھڑکیاں کھول' بستر سمیٹ۔'' انہوں نے ناجی کو کھری کھری سنائیں کہ وہ چپ چاپ کمروں کی طرف بڑھ گئی... اور وہ دونوں خاموشی سے آفس جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے... دراصل میاں افتخار اپنے آفس جانے سے پہلے شاہد ہ بیگم کو ان کے بینک چھوڑتے تھے... وہ قومی بینک میں سینئر بینک آفیسر تھیں۔اپنی اعلیٰ قابلیت کے باعث ہر دلعزیز تھیں... میٹھے شائستہ لب و لہجے کی وجہ سے محکمے اور اسٹاف میں مشہور تھیں... یہ الگ بات تھی کہ گھر میں وہ ایک

ناکام ماں اور ناکام بیٹی کی حیثیت سے زندگی بسر کررہی تھیں ان کی امی زہر ا بیگم کو ان سے حددرجہ شکایات تھیں اور دونوں بچے الگ نالاں رہتے تھے۔ ایسے میں میاں افتخار واحد سہارا تھے جو کہتے تو کسی کو کچھ نہیں تھے' بس

www.pdfbooksfree.pk

ان کی دلجوئی کی ہر ممکن کوشش ضرور کرتے تھے... زندہ دل اور خوش مزاج انسان تھے۔ہر لمحے زیر لب مسکراتے رہتے ' ان پر تو یہ الزام بھی عائد تھا کہ وہ گھر کی ملازمہ ناجی کے بھی چائو چونچلے اولاد کی طرح اٹھاتے ہیں' جس کی وجہ سے وہ ہزار نخرے کرتی ہے۔زیادہ بولتی ہے' وہ سرخم کرکے الزامات اپنے سر لے لیتے... بس کسی قسم کی مداخلت خانگی معاملات میں کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔بلکہ زہرا بیگم کو کلی اختیارات حاصل تھے وہ اپنی مرضی اور پسندسے ان کا گھر چلا رہی تھیں... انہیں ان سے کبھی کوئی شکایت پیدا ہی نہیں ہوئی۔شادی کے اکتیس سال ان کی فرمانبرداری کی مثال تھے وہ داماد نہیں بیٹا' بن کرانہیں اپنی والدہ کا مقام دیتے تھے... زہرا بیگم دل کی بری نہیں تھیں وضع دار پرانے خیالات کی مالک تھیں' علی گڑھ اسکول کی میٹرک پاس تھیں... سلجھی ہوئی معاملہ فہم خاتون تھیں بس نئے بے ہنگم لائف اسٹائل سے سخت متنفر تھیں... اپنے ورثے سے' اپنی روایات اور ثقافت سے بے پناہ لگائو رکھتی تھیں' یہی وجہ تھی کہ شاہدہ بیگم کے بچے ان سے چڑتے تھے۔ انہیں نانو کا قدیم شہر کے درمیان بنا ہوا یہ گھر بھی قطعا پسند نہیں تھا...

فرحان کو بھی دبی دبی گھر سے، گھر کے گردونواح سے شکایت تھی لیکن زیادہ واویلا تانیہ مچاتی تھی... وہ اس گھر کو کھنڈر اور آسیبی محل کہتی تھی۔لے دے کے اس کی تان گھر بیچنے پر ٹوٹتی تھی، جس کے بعد گھر میں اچھا خاصا ہنگامہ ہوتا اور بڑی مشکل سے شاہدہ بیگم ماں اور بیٹی کو سمجھانے میں کامیاب ہوتیں... وہ جانتی تھیں کہ امی جان اپنا آبائی گھر کسی قیمت پر نہیں بیچیں گی... انہیں تانیہ کی پسند کا احترام تھا تو امی جان کی ضدی طبیعت سے بھی وہ پوری طرح واقف تھیں۔وہ یہ ہر گز نہیں چاہتی تھی کہ امی جان کو کسی قسم کا صدمہ پہنچائیں۔اس لیے ان کی یہ پوری کوشش ہوتی تھی کہ جب تک امی جان زندہ ہیں، اپنی پسند اور مرضی سے رہیں۔

شاہدہ بیگم نے ایک دن بھی سسرال میں رہ کر نہیں دیکھا تھا۔میاں افتخار کو انہیں پسند کرنے کی سزا میں اپنا گھر، اپنے رشتے دار چھوڑنے پڑے تھے۔ موہنی سی صورت والی شاہدہ انہیں دیوانہ کرگئی تھیں اور انہوں نے زہرا بیگم کی یہ گھر دامادی والی کڑی شرط قبول کرلی...زہرا بیگم کو ان کی شکل میں

www.pdfbooksfree.pk

اطاعت گزار بیٹا مل گیا۔جبکہ ان کا اپنا بیٹا زبیر احمد بالکل ساتھ والے گھر میں رہائش پذیر تھا... زہرا بیگم نے بیٹے کے حصے کا گھر اسے دے دیا تھا۔بیٹی کے گھر میں وہ رہ رہی تھیں، گھر شاہدہ کے نام تھا مگر اسے بیچنے کا اختیار فی الحال شاہدہ بیگم کو نہیں تھا... ویسے بھی وہ ملازمت کرتی تھیں۔سارے گھر کی دیکھ بھال امی جان کررہی تھیں، اس سہولت کے بدلے انہوں نے مکمل زبان بندی کررکھی تھی... اس کے باوجود گھر میں کسی بد نظمی یا خرابی کے ہونے پر انہیں ہی قصور وار ٹھہرایا جاتا تھا۔

...☆☆☆...

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی... اور دروازہ کھول کر کوئی اندر آگیا۔سامعہ نے مصلے پر بیٹھے بیٹھے گردن گھما کر دیکھا۔

"او، سوری، سوری! تم نماز پڑھو، ہم پھر آجائے گا۔" مسز جیری نے معذرتی انداز میں کہا تو وہ مسکراکر مصلے سے اٹھتے ہوئے بولی۔

''ارے نہیں نہیں' مسز جیری آجائیں' میں تو ویسے ہی آنکھیں بند کرکے دیر تک مصلے پر بیٹھی رہتی ہوں' نماز کا وقت تو کب کا گزر چکا۔''

''ویسے تم سب سے زیادہ مصلے پر ہی پر سکون لگتی ہو۔''مسز جیری ایزی موڈ میں کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولیں۔وہ ان کے سامنے والی کرسی پر آکر بیٹھ گئی۔

''سچ مچ' سب سے زیادہ سکو ن ملتا ہے۔''

''اس میں کوئی شک نہیں گاڈ نے اپنے ذکر میں بہت خوشی چھپا کر رکھا ہے۔''

''کیسے آنا ہوا...؟'' اس نے ان سے آنے کی وجہ پوچھی... کیونکہ اس وقت تو اسپتال کا رائونڈ مکمل کر کے وہ کچھ دیر آرام کیا کرتی تھیں۔

''یہ بند ھا ہوا سامان دیکھنے کے واسطے... تم نے ایک بار پھر جانے کا فیصلہ کرہی لیا ہے۔'' مسز جیری بہت سنجیدہ دکھائی دے رہے تھیں۔

www.pdfbooksfree.pk

''ہاں! تیسری اور آخری بار جانے کا فیصلہ۔'' اس نے بھی انتہائی سنجیدگی اور کچھ کچھ افسردگی سے جواب دیا۔

''کیا اب کی دفعہ سوچ سمجھ کرفیصلہ کیا ہے۔'' انہوں نے پوچھا۔تو اس نے کچھ دیر تو لمبی سانس کھینچی اور کہا۔

''نہیں' کچھ نہیں سوچا' شاید کچھ سوچنے کو بچا ہی نہیں ہے۔''

''پہلے دو فریب کھانے کے باوجود ' آنکھیں بند کرکے سامان باندھ لیا۔''

''مسز جیری! پہلی مرتبہ احسن حیات نے محبت کا یقین دلایا' اور...''

''ہا! احسن حیات کی محبت' کھلی آنکھ کا دھوکا' پہلی بیوی کا اسیر تم سے پیسے کے واسطے شادی بنایا۔'' مسز جیری نے اس کا جملہ چھین کر مکمل کردیا۔

'' تبھی تو جلدی لوٹ کر تمہارے پاس آگئی تھی۔'' وہ افسردگی سے بولی۔

''اور پھر لوٹ گئی تھیں' ڈاکٹر شہروز کی بڑنگ میں آکر' کیسے کیسے دھوکے نہیں دیئے اس نے... کھلم کھلا سینہ تان کر دوسرا شادی کیا اور تمہاری دولت

لے کر ملک سے بھاگ گیا۔'' مسز جیری کا غم وغصے سے چہرہ سرخ پڑگیا۔ ایک دم ہی وہ اس کے ساتھ گزرے تلخ واقعات یاد کر کے غصے میں آگئیں... ان کا یہ انداز اظہار تھا اس بات کا کہ وہ اس سے کس قدر محبت کرتی ہیں۔

''مجھے یاد ہے میں پھر آپ کے پاس آگئی... آپ کا وجود ہمیشہ میرے لیے کشش ثقل بنارہا ... آپ کی رفاقت میرے سانس کے چلنے کا سبب بن رہی ہے۔'' وہ رنجیدہ ہوگئی۔

''سامعہ ڈارلنگ! اسی لیے تو فکر ہورہا ہے۔گاڈ کے واسطے اس تیسرے فیصلے پر غور کرو۔فرحان بالکل نیا خون ہے۔جلدی اپنے فیصلے سے بدل گیا تو...؟'' انہوں نے پر تشویش نگاہوں سے دیکھا تو

وہ ہولے سے مسکرادی۔

'' مسز جیری! اس میں اس کا کوئی قصور نہیں ہوگا' میں چھتیس سالہ مطلقہ ہوں اور وہ صرف اٹھائیس سال کا ہے...''

www.pdfbooksfree.pk

''تو وہ تمہارے واسطے کاہے کو سوچتا ہے' محبت بھری باتیں بناتا ہے۔''

''وہ ایسا اپنی عمر کی ضرورتوں کے مطابق کرتا ہے اور میں اپنی عمر کے تجربے کے مطابق اس کا ہاتھ تھام رہی ہوں... شاید میں اب بھی ایک گھر کا خواب دیکھتی ہوں کوئی ضروری نہیں کہ فرحان کے بعد ملنے والا شخص بھی میرے لیے اپنے دل میں محبت محسوس کرے۔وقت سرک رہا ہے' میں نے فرحان کی محبت پر یقین کرلیا ہے۔آگے میری قسمت۔''

''قسمت سے ہی تو ڈر لگتا ہے' ہم ریٹائر ہوکے انگلینڈ چلا جائے گا اور تم اکیلا کیسے رہے گا؟'' وہ فکر مندی سے بولیں۔

''مسز جیری' آپ کی دعائیں میرے ساتھ رہیں گی' مجھے اللہ پر بھروسہ ہے اور فرحان کی محبت پر سو فیصد یقین ... دراصل عورت مجبوری کا نام ہے' سہاروں کی تلاش میں ریت کی دیوار سے بھی ٹیک لگا کے آنکھیں موند لیتی ہے... بھول جاتی ہے کہ ریت تو ریت ہوتی ہے... میں بھی پھر آنکھیں موندنے لگی ہوں۔''

''سامعہ ڈارلنگ! کچھ بھی بولو' مگر فرحان کے واسطے اتنا بڑا فیصلہ اتنی جلدی نہیں کرنا چاہئے تھا۔''

''ایک سال کم نہیں ہے مسز جیری ' فرحان نے میرے دل پر اثر کیا ہے' وہ شادی کرنے کا خواہشمند ہے' میں اس کے لیے اس سے شادی کررہی ہوں۔''

''اور اس کا گھر والا سب لوگ کیا کہے گا؟''

''دیکھا جائے گا۔''

''یہ تو فرحان کہتا ہے' مسز جیری دیکھا جائے گا۔''مسز جیری نے فرحان کی نقل اتاری۔

''بس مجھے اس پر تیسر ی اور آخری مرتبہ اعتبار کرنے سے مت روکو مسز جیری۔'' وہ ان کے قدموں میں بیٹھتے ہوئے بولی۔

www.pdfbooksfree.pk

''اوکے' مائی ڈیئر! گاڈ تمہارا حفاظت کرے۔تمہارا خواہش پورا کرے۔ہم تمہاراشادی میں شرکت کرنے ضرور آئے گا۔ساتھ میں پھول لائے گا۔'' مسز جیری کی آنکھیں بھیگ گئیں لہجہ رقت آمیز ہوگیا تو وہ ان سے لپٹ گئی۔

مسز جیری سامعہ نواز کے لیے شجر سایہ دار کی مانند تھیں۔گرلز کالج کے ہوسٹل میں آج سے سات سال پہلے جب اس نے قدم رکھاتھا تب پہلی شادی کا خاتمہ ہوا تھا' اس نے اس صدمے سے نکلنے کے لے ملازمت اختیار کی تھی... بکھری بکھری سی جب وہ ہوسٹل میں آئی تھی تب مسز جیری نے بڑی گرمجوشی سے اسے خوش آمدید کہا تھا۔

اس کا بھری دنیا میں کوئی نہیں تھا' چوہدری نواز کی وہ اکلوتی اولاد تھی' بیوی کے انتقال کے فوراً بعد ہی وہ گائوں چھوڑ کر شہر میں رہائش پذیر ہوگئے۔
سامعہ کو اعلی تعلیم دلوائی۔اس نے ایم ایس سی میتھ کے امتحان میں یونیورسٹی میں ٹاپ کیا۔یونیورسٹی نے اسے جاب کی آفر کی مگر چوہدری نواز کو یہ منظور نہیں تھا۔ان کو سامعہ نے بہت قائل کرنا چاہا مگر وہ راضی نہ ہوئے بلکہ

انہوں نے سامعہ کی شادی کے بعد گائوں واپس جانے کا فیصلہ کرلیا۔سامعہ کے لیے چوہدری نواز کے پاس احسن حیات کا رشتہ آیا' چوہدری صاحب نے سامعہ کو احسن حیات کے سامنے کردیا۔چند رسمی ملاقاتوں کے بعد سامعہ نے احسن حیات کے لیے ہاں کردی۔بڑی دھوم دھام سے شادی کر کے چوہدری نواز فارغ ہوئے مگر پیغام اجل آگیا۔ہارٹ اٹیک کے باعث اسے تنہا چھوڑ گئے۔تب احسن حیات جیسے لالچی کا بھید کھلا کہ اس کی پہلی بیوی موجود ہے دولت کے لالچ میں اس سے شادی کی گئی تھی۔وہ اس صد مے پر پھوٹ پھوٹ کر روئی۔احسن حیات نے دونوں ہاتھوں سے اس کی دولت سمیٹی۔شہر کی کوٹھی بیچ ڈالی۔زرعی رقبہ بھی کافی زیادہ فروخت کردیا اور پھر بات طلاق پر ختم ہوئی۔اس نے گائوں سے پھر قدم شہر کی طرف اٹھائے۔یہاں ہاتھ پائوں مارکے' پہلے کالج میں عارضی سامی پر کام شروع کیا۔پھر اعلی کارکردگی اور مستقل ضرورت کے پیش نظر پرنسپل کے پکے آڈر کرالئے۔مسز جیری کی محبت میں اور کالج کی مصروفیت میں احسن حیات کے دیئے زخم کافی حد تک مندمل ہوگئے۔تب ایک روز بخار کی دوا لینے ڈاکٹر شہروز کے پاس گئی تو وہ

www.pdfbooksfree.pk

لٹو ہوگئے۔خوبصورت سامعہ کے سامنے دل پھینک کر کھڑے ہوگئے۔وہ بہت عرصہ ٹال مٹول سے کام لیتی رہی۔مگر اندر سے تو نسوانیت سے بھر پور جواں لڑکی شرمگیں انداز میں چٹکیاں لیتی رہی۔پھر ملاقاتیں بڑھیں اور نتیجہ شادی نکلا۔اس شادی کے موقع پر بھی گائوں کی کچھ اور زمین فروخت کرنی پڑی کیونکہ ڈاکٹر شہروز متوسط طبقے سے تعلق رکھتے تے۔ایک مرتبہ اچھے گھر کا خواب لے کر پھر نئی زندگی شروع کی۔تب ملازمت تو جاری رکھی لیکن ہوسٹل خیر باد کہہ دیا۔مگر چھ مہینے بعد ہی ڈاکٹر شہروز نے اپنی اصلیت دکھادی' اپنی چچا زاد سے دوسری شادی رچالی اور سامعہ پر اچھا خاصا تشدد کیا۔ اس کا بہت سا روپیہ لے کر نئی بیوی کے ہمراہ ملک سے باہر چلے گئے اور وہ روتی سسکتی پھر ہوسٹل میں مسزجیری کے پاس آگئی۔

اور اب ایک بار پھر وہ ان سے رخصت ہورہی تھی۔ایک نئی دنیا' نئے گھر کے خواب کے ساتھ جارہی تھی' فرحان کی محبت پر اعتبار کرکے... فرحان جس نے ایک سال بھر پور محبت اور توجہ دے کر اس کا دل جیتا تھا' اسے

سنٹرل لائبریری کے پرسکون ماحول میں ملا اور اپنی تمام تر اپنائیت کے ساتھ اس کا ہم خیال بن گیا' اس لمحے سامعہ نے سوچا بھی نہیں تھا کہ ایکسکیوز می کہہ کر اس کے سامنے بیٹھنے کی اجازت لینے والا وجیہہ نوجوان اس کا ہم مزاج ہوگا۔وہ فیض کی نسخۂ ہائے وفا سامنے رکھے محو تھی' اس کے ہاتھ میں بھی احمد فراز کا شعری مجموعہ تھا اور نظریں کتاب کے صفحات پر مرکوز تھیں... اس نے کئی بار کتاب پڑھتے ہوئے سامعہ کی طرف بھی دیکھا' یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ اس سمے سامعہ بھی اس کی طرف دیکھ رہی تھی... وہ خفت سے مسکرایا اور بولا۔

''آپ میری وجہ سے ڈسٹرب تو نہیں ہورہیں؟''

سامعہ نے ہولے سے مسکرا کے دھیرے سے جواب دیا۔

''نہیں ' لائبریری میں بیٹھ کر مطالعہ کرنا ہر آدمی کا حق ہے۔''

''شکریہ۔''

www.pdfbooksfree.pk

''شکریہ کس بات کا' میں نے آپ پر کوئی احسان تو نہیں کیا۔'' وہ بولی تو اسے کوئی دوسری بات نہ سوجھی جلدی سے پوچھ بیٹھا۔

''آپ کو فیض پسند ہے شاید؟''

''کس حد تک' اس کے علاوہ ہر اچھا شاعر۔''

''میں بھی شاعری کی اچھی کتابیں ہی پڑھتا ہوں۔''

''اچھا کرتے ہیں۔'' اس نے شرارتاً کہتے ہوئے اسے یہ احساس دلایا کہ وہ شاید غیر ضروری بے تکلف ہونے کی کوشش کررہا ہے۔

''سوری میں نے آپ کو ڈسٹرب کیا ہے۔''

''آپ آرام سے شاعری پڑھیں میرے جانے کا وقت ہوگیا ہے۔'' اس نے اٹھتے ہوئے جواب دیا۔

''آپ روز آتی ہیں۔'' وہ پوچھ بیٹھا۔

”تقریباً ، کبھی نہیں بھی آتی‘ مجھے یہاں کا ماحول اچھا لگتا ہے‘ ورنہ کتاب تو کمرے میں بھی پڑھی جاسکتی ہے۔“ بک شیلف میں کتاب واپس لگاتے ہوئے سامعہ نے کہا اور اس پر ایک نگاہ ڈال کر نکل آئی۔

پھر دو تین روز وہ لائبریری نہ جاسکی... لیکن جب گئی تو وہ کچھ دیر بعد وارد گیا‘ مسکرا کر اسی جگہ پر بیٹھ گیا جس پر پہلے دن بیٹھا تھا۔وہ اٹھ کر اپنی پسند کی کتاب دیکھنے لگی‘ وہ بھی اس کے بالکل ساتھ کھڑے ہوکر خود بھی کتابوں پر نگاہ دوڑاتے ہوئے دھیرے سے بولا۔

” آپ تین روز کیوں نہیں آئیں؟“

سامعہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

”میں نے آپ کو مِس کیا۔“ وہ اسے حیرت میں ڈبکیاں کھاتا چھوڑ کر بولا۔

”لیکن کیوں؟“

”وجہ تو نہیں معلوم بس مس کرنے کو دل چاہا۔“

www.pdfbooksfree.pk

”حیرت ہے۔“ اس نے بڑی بڑی آنکھوں میں آیا تمسخر چھپاتے ہوئے کہا۔

”کوئی حیرت کی بات نہیں‘ یہ حسین حادثہ کسی کے بھی ساتھ اور کبھی بھی پیش آسکتا ہے۔“

وہ ایک بار پھر احمد فراز کی کتاب ہاتھ میں لیے واپس جا بیٹھا اور وہ اس کی احمقانہ سی بات کو جھٹک کے دوسری میز پر جابیٹھی اور کتاب پڑھنے میں محو ہوگئی کچھ دیر وہ پریشان سا ہونٹ چباتا رہا اور پھر ایک چھوٹے سے کاغذ پر کچھ لکھ کر اس کے پاس آیا اور کاغذ اس کے سامنے رکھ دیا۔اس پر موٹے حروف میں Sorrey لکھا تھا... اس کے جواب سے پہلے ہی وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا چلا گیا۔وہ ہولے سے مسکرا کر پھر کتاب پر جھک گئی۔

پھر کالج کی مصروفیت میں وہ اسے بھول بھال گئی۔لیکن مال روڈ پر شاپنگ پلازہ سے نکلتے ہوئے سفید گاڑی سامنے آگئی۔تو وہ ٹھٹکی۔

”آپ کہاں کھو گئی تھیں؟“ وہ بہت حق جما کر سامنے کھڑا ہوگیا۔

”ایکسکیوز می! آپ کی بے تکلفی میرے لیے تشویش کا باعث ہے۔“ وہ کچھ سختی سے بولی تو اس نے قطعاً برا نہ منایا۔

”اور تکلف میرے لیے صدمے کا باعث ہے۔“ وہ بولا۔

”پلیز! آپ وہ روپ نہ دکھائیں جو کھلنڈرے نوجوان دکھاتے ہیں۔کیونکہ میں خاصی میچور ہوں۔“ اس کا لہجہ مزید سخت ہوگیا۔

”آپ اس کی فکر نہ کریں۔ہیں آپ سے ملتے رہنا چاہتا ہوں۔مجھے غلط نہ سمجھیں۔“ وہ خاصی پر اعتماد نگاہوں سے دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے بولا۔تو ہ کندھا جھٹک کر آگے بڑھ گئی۔

ایسا بار بار ہونے لگا۔کالج کے بعد وہ اکثر کہیں نہ کہیں نکل جاتی تھی اور اب اسے وہ ہر جگہ ہی مل جاتا۔کافی دن وہ اسے لوفر، فلرٹ سمجھ کر جھڑکتی رہی۔پھر شائستگی سے سمجھایا بھی مگر وہ نہ سمجھا، اس پر تو جیسے کوئی جادو سر چڑھ کے بول رہا تھا۔اسے اپنے دل پر اختیار نہیں رہا تھا... جب کہ سامعہ نے اپنی کہانی سنا کر اسے کنٹرول کرنے کی بھر پور کوشش کی۔مگر وہ اور زیادہ

www.pdfbooksfree.pk

خیال رکھنے لگا۔وہ انکار کرتی رہتی وہ ملنے چلا آتا۔پھر اسے ہوسٹل کے باہر کھڑا رکھنے سے بہتر یہ لگتا کہ اس کو باہر ہی مل لیا جائے۔یہ ملاقاتیں جتنی بڑھتی گئیں اتنا ہی، وہ ایک دوسرے پر کھلتے چلے گئے سامعہ کے دل کی دھڑکنیں پھر سے

شور مچانے لگیں۔فرحان کی آنکھوں میں جھلملاتے محبتوں کے دیئے اس کے دل میں نئی امنگ پیدا کرنے لگے تھے وہ اسے باز رہنے کے لیے منہ کھولتی تو زبان گنگ ہوجاتی۔وہ اسے بے بس دیکھ کر مسکرا کر کہتا۔

”یہ میرے پیار کا جادو ہے۔“

وہ سٹپٹا جاتی۔کچھ نہ کہہ سکنے کے باعث گھنی لمبی پلکیں جھپکانے لگتی۔ادا س سی زردی چہرے پر پھیل جاتی۔

”افسردہ کیوں ہوجاتی ہو...؟“ وہ پوچھتا۔

”اپنی ذات پر غور کرتی ہوں تو حقیقت دامن تھام لیتی ہے۔تمہارے اور میرے درمیان کچھ بھی قدر مشترک نہیں۔“

"ایک قدر مشترک کافی ہے سامعہ!" وہ پر اعتماد لہجے میں بولتا۔

"وہ کیا...؟"

"کہ ہم انسان ہیں' باقی سب باتیں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔" وہ اس کو اطمینان فراہم کرنے کی کوشش میں مصروف رہتا لیکن اس کا دل ہچکولے کھاتا رہتا۔وہ اس حقیقت سے کیسے نظریں چراتی جو تاریک سائے کی مانند اس کے ساتھ ساتھ تھی۔ہر چیز کا تو تفاوت تھا۔عمر میں بڑا ہونا' پہلے سے دو شادیوں کا ہونا اتنا سنگین گناہ تھا جس کی معافی معاشرے میں ملنی مشکل تھی۔ فرحان پورے کا پورا سچ تھا لیکن کیا وہ معاشرے کے' خاندان کے تند و تیز طوفان کا سامنا کر سکے گا؟ یہ سوچ دامن گیر تھی۔جبکہ فرحان نے سچ مچ بتا دیا تھا کہ اسے ماں کی دبی دبی سختی اور نانو کی کھلم کھلا جنگ کا سامنا کرنا ہوگا۔ اس نے یہ بھی بتا دیا کہ بچپن ہی میں اس کو ماموں زاد زر تاشیہ سے منسوب کر دیا گیا تھا' جس میں سو فیصد مرضی نانو کی اور پچاس فیصد ماما کی تھی' باقی بابا تو کسی معاملے میں اپنی رائے ہی نہیں دیتے۔لہذا یہ فیصلہ مسائل پیدا

www.pdfbooksfree.pk

کرے گا۔"تاہم دیکھا جائے گا۔" آخر میں اس نے یہ کہہ دیا مگر وہ اپ سیٹ ہوگئی کیونکہ یہ اتنا آسان کام بھی نہیں تھا۔فرحان نے اپنے گھریلو حالات کا جو نقشہ کھینچا تھا اس میں ایڈجسٹ ہونا خاصا مشکل تھا۔وہ جس حیثیت اور مقام پر تھی اس پر زر تاشیہ کی فتح یقینی تھی۔وہ ہفتوں ڈسٹرب رہی۔خود کو سنبھالا اسے سمجھایا' مگر وہ مصر تھا کہ "تمہارے سنگ ہی زندگی بسر کرنی ہے۔" وہ کئی روز اس سے ملی بھی نہیں لیکن جب اس نے بتایا کہ وہ تیز بخار میں شدید سردی میں ہوسٹل کے باہر ہی رات گزار دے گا تو وہ کندھوں پر سیاہ شال ڈال کر باہر آگئی۔متانت سے ہولے ہولے قدم اٹھا کر اس کے قریب آئی تو وہ کھل اٹھا۔

"کیوں کانٹوں پر گھسیٹ رہے ہو...؟"

"میں تو پھولوں کی دنیا میں لے کر جانا چاہتا ہوں۔"

"یہ ممکن نہیں' تمہارے سامنے فیوچر ہے' تمہارے ماں باپ کے ارمان ہیں' زرتاشیہ ہے میرا تمہارا کوئی جوڑ نہیں۔"

”سامعہ! شادی شدہ عورت سے شادی جرم نہیں ہے‘ تم میری پسند ہو‘ پلیز یقین کرو آخری بار زندگی پر بھروسہ کرو۔“ اس نے پہلی بار اس کا سفید سرد ہاتھ تھام کر بہت قریب ہوکر کہا تو وہ سانس کی گرمی محسوس کرکے ذرا سا پرے ہوگئی۔کچھ نہ کہہ سکی۔

وہ رات اس نے کروٹیں بدلتے گزاردی‘ فیصلہ مشکل تھا۔انکار میں دکھ اور تنہائی تھی‘ اقرار میں زندگی اور امنگیں ‘ جو آج تک دل میں ہی تھیں کسی کے شانے پر زلفیں پھیلا کر دکھ سکھ بانٹنی اور کسی کی بانہوں میں سمٹنے کو جی ترستا تھا‘ فرحان کے بعد کسی اور کی تمنا نہیں کی جاسکتی تھی۔

صبح تک دل اور دماغ کی کشمکش نے فرحان کے حق میں فیصلہ دیا تھا۔اب وہ دونوں زمانے سے ٹکر لینے جارہے تھے۔چھپ کر شادی کرنے...

...☆☆☆...

میاں ستار کو کاکھانسی کا شدید دورہ پڑا تھا۔

www.pdfbooksfree.pk

رفیعہ نے عجلت میں ساتھ میں پکڑا آٹے کا پیڑا پرات میں ڈالا اوران کے قریب پہنچ گئیں۔ان کی کھانسی پر عادل اپنے حواس بحال کرکے اوپر کمرے سے نیچے بھاگا۔روٹین میں تووہ دن کے گیارہ بجے سوکر اٹھتا تھا کیونکہ رات دیر تک ہوم ٹیوشن لے کر آتا تھا۔گیارہ بجے کے بعد کوئی مہینہ ہوگیا تھا ملازمت تلاش کرتے۔جس کا ملنا ہر گزرنے والے دن کے ساتھ ناممکن بنتا جارہا تھا۔میاں ستار کی کھانسی کے اضافے کی بڑی وجہ یہ بھی تھی۔انہیں سانس کی تکلیف تھی جب کسی بات پر غصہ کرتے تو سانس اکھڑنے لگتی۔آج بھی وہ کافی غصے میں تھے۔رفیعہ نے جلدی سے سہارا دے کر بٹھایا۔پیٹھ تھپتھپائی تو وہ چلائے۔

”چھوڑ... چھوڑو... چھوڑدو مجھے۔“

”کیوں غصہ کرتے ہو؟“ رفیعہ نے دھیرے سے کہا... انہیں پانی کا گلاس دیا... انہوں نے ایک گھونٹ لے کر گلاس چار پائی کے پاس رکھی میز پر پٹخا اور بولے۔

"اور ' اور کیا کروں؟ تمہارے لاڈلے سے تو کچھ ہوتا نہیں...نوکری ملے گی نہیں اور اسٹور پر یہ بیٹھے گا نہیں۔"

"ابا! ہیں پر امید ہوں مل جائے گی نوکری۔" عادل نے جلدی سے کہا۔

"ہنہ! پر امید... آٹھ دس ہزار کی نوکری مل بھی گئی تو کونسا تیر مارلے گا۔ میاں افتخار صاحب کی لاڈلی آٹھ دس ہزار کی نوکری میں تو اس گھر میں آنے سے رہیں۔ان کا اونچا دماغ جانتے ہونا' تم۔"

"جانتا ہوں' آپ کو ان کی منت کرنے کی ضرورت نہیں' ان کا اونچا دماغ ہے تو خودار ہم بھی ہیں۔"

"زبان چلاتا ہے' یہ سب تمہارا کیا دھرا ہے رفیعہ' زیادہ پڑھ لکھا کر کہیں کا نہیں چھوڑا۔اسٹور بند پڑا ہے' میری طبیعت اس قابل نہیں... کیسے چلائو گی گھر...؟" وہ شدید غصے سے پھولی ہوئی سانس کے ساتھ بولتے چلے گئے۔

www.pdfbooksfree.pk

"آپ آرام کرو' چل ہی رہا ہے گھر... عادل بھی اپنی سی کوشش کررہا ہے' ایم اے کا نتیجہ آئے دن ہی کتنے ہوئے ہیں؟" رفیعہ نے شوہر کو سمجھا کر عادل کو وہاں سے جانے کااشارہ کیا۔

"ہنہ! دیکھتی جائو اور کتنا وقت ضائع کرتا ہے۔" رفیعہ نے وہاں سے اٹھنے میں عافیت سمجھی۔ان کو شوہر کی اس بات سے ہی چڑ تھی کہ وہ بیٹے پر اعتماد نہیں کرتے۔فرمانبردار' خیال رکھنے والے بیٹے سے بھی شاکی رہتے تھے کبھی کبھی وہ زبان ہلا کر سمجھانے کی کوشش کرتیں۔اکثر وبیشتر خاموشی اختیار کرلیتیں... پھر سانس کی بیماری بھی بہت پرانی ہوگئی تھی' اس کی وجہ سے وہ زیادہ چڑ چڑے اور بدمزاج ہوگئے تھے۔

ان کے مقابلے میں میاں افتخار ان کے چھوٹے بھائی بہت دھیمے اور سلجھے ہوئے مزاج کے تھے۔وہ جب بھی ملنے آتے تو میاں ستار جلی کٹی ہزار باتیں سناتے مگر وہ دھیرے دھیرے جواب دیتے اور مسلسل مسکراتے رہتے۔عادل سے اپنی بیٹی کا رشتہ انہوں نے اپنی مرضی سے طے کیا تھا' اس وقت بچے

آٹھویں نویں جماعت میں پڑھتے تھے۔حالانکہ میاں افتخار کو اس رشتے پر بیوی شاہدہ کو راضی کرنے پر کافی وقت لگا تھا تب بھی وہ اس لیے راضی ہوگئی تھیں کہ گورا چٹا بھوری آنکھوں والا عادل انہیں اچھا لگتا تھا' اپنی گندمی رنگ والی تانیہ کے لیے عادل جیسے شہزادے کا انتخاب قابل قبول تھا۔دوسری طرف اپنے بھائی کی بیٹی سے فرحان کا رشتہ طے ہونے کی وجہ سے بھی وہ شوہر کے سامنے چپ ہوگئی تھیں۔یوں اپنے تئیں دونوں طرف انہوں نے رشتے مضبوط رکھنے کی کوشش کی تھی۔ماں اور بھائی کو راضی کیا تو جیٹھ جیٹھانی اور شوہر کو بھی خوش کردیا... اب عادل کی تعلیم مکمل ہونے پر اس کی اچھی ملازمت کا وہ بھی بے چینی سے انتظار کررہی تھیں... شوہر کو سمجھا بجھا کر بھیجتی تھیں جب وہ عادل کا ذکر کرتے تو میاں ستار اور رفیعہ پریشا ن ہوجاتے... مگر عادل کی اپنی خود سر ضدی طبیعت تھی وہ اس بات پر سخت غصے ہوتا کہ اس صلاحیتوں پر اعتماد کیوں نہیں کیا جارہا...؟ اس سلسلے میں جب بھی میاں ستار یا میاں افتخار بات کرتے تو وہ پوری کوشش کرتا انہیں مطمئن کرنے کی' مگر میاں

www.pdfbooksfree.pk

ستار کا مزاج ایسا تھا کہ دونوں میں بحث چھڑ جاتی۔ایسے میں رفیعہ ہمیشہ شوہر کو سمجھانے کی کوشش کرتیں۔

آج بھی ایسا ہی ہوا تھا... مگر میاں ستار بڑی دیر تک ان دونوں کے خلاف بڑ بڑاتے رہے... عادل تیار ہوکر بنا ناشتہ کئے گھر سے نکل گیا اور رفیعہ دکھی سی ہوکر کچن کے کام کاج میں مصروف ہوگئیں۔

...☆☆☆...

دبیز میک اپ کی تہہ جماتے ہوئے وہ اچانک شیشے میں سے پشت پر کھڑے زبیر احمد کو دیکھ کر چونکیں۔

''خیر تو ہے میرے سر پر کیوں کھڑے ہوگئے؟''

''انتظار کررہا تھا کہ کب آپ کا میک اپ مکمل ہو اور کب میں بات کروں۔''

''بہانے بہانے سے آپ کو میرے میک اپ کو برا بھلا کہنا ہے۔''

''یہ تو بہت پرانی بات ہوگئی نرگس بیگم' آپ پہلے دن والی نرگس ہی ہیں' نہ آپ بدلی ہیں اور نہ میں' آپ کو بدلنے کی اب کوشش کرتا ہوں۔'' زبیر احمد نے جل کر کہا اور بیڈ کے کنارے پر ٹک گئے۔

''مگر جلتے کڑتے تو رہتے ہو' اماں' بہنا کے اشاروں پر چلتے ہوئے' نہ انہیں کبھی میں اچھی لگی اور نہ تمہیں۔'' نرگس نے باقاعدہ اعلان جنگ کردیا۔

''بس' بس ہوگئیں شروع' ان دونوں کو تو تم نے آتے ہی دیوار پیچھے دھکیل دیا تھا' وہ تمہارا ذکر بھی نہیں کرتیں اور تمہارے اندر سے بدگمانی نکلتی نہیں۔''

''اچھا' اچھا مجھ میں سو ہزار کیڑے ہیں' کیوں بیاہ لائے تھے مجھے...؟'' نرگس نے چلا کر کہا اور سرخ لپ اسٹک کی تہہ ہونٹوں پر جمانے لگیں۔

''بیاہ لانے کی سزا کاٹ رہا ہوں اور اب دھیرے بولا کرو' جوان بیٹی گھر میں ہے' مگر تمہیں ذرا بھی احساس نہیں۔'' زبیر احمد نے دبے لہجے میں سختی سے کہا۔

www.pdfbooksfree.pk

''تو سزا ختم کرلو' نکال باہر کرو مجھے' یہی تو تم چاہتے ہو' تمہاری ماں بہن چاہتی ہیں۔'' میک اپ مکمل کرکے وہ ان کی طرف پلٹیں۔

''مت بہتان لگایا کرو' اپنے کرتوت دیکھو' کوئی چیز گھر میں جگہ پر نہیں۔ بے ترتیبی ہی بے ترتیبی ہے۔ دیکھا کرو شاہدہ باجی کا گھر آئینے کی طرح چمکتا ہے۔''

''جی ہاں! تمہاری اماں کو انہوں نے ملازم جو رکھا ہوا ہے' بڑی بی بیٹی کے گھر کی چاکری کرسکتی ہیں' بیٹے کے گھر کی نہیں۔'' وہ ہاتھ نچا کر بولیں۔

''تم سے بات کرنا فضول ہے' میں جارہا ہوں۔'' وہ غصے سے اٹھے۔

''مجھے اقشین کی طرف چھوڑ تے جانا۔''

''چلی جائو رکشے پر' مجھے آفس سے دیر ہورہی ہے۔''

"کیوں جائوں رکشے پر' تمہارے ساتھ ہی جائوں گی۔" وہ سینہ تان کر آگے آگے چلنے لگیں تو زبیر احمد خون کے گھونٹ بھر کے رہ گئے۔حالانکہ وہ اس وقت زرتاشیہ کے حوالے سے بات کرنا چاہتے

تھے مگر نرگس ہمیشہ کی بے پروا' نمائش پسند خاتون تھیں۔ہر وقت اپنے بنائو سنگھار میں مصروف' گھر سے باہر جانے کو ہر گھڑی تیار ... گھر اور گھریلو معاملات سخت ابتر حالت میں رہتے۔الٹا سیدھا جلابھنا کھانا ملازمہ بناکر چلی جاتی' وہی کھانا پڑتا۔باقی بھی حالات بہت خراب تھے۔گندا گھر' بے ترتیب سا سامان ... زبیر احمد جیسے نفاست پسند آدمی کے لیے بہت تکلیف کا باعث تھا۔ انہیں بیٹی کی فکر لاحق تھی۔زرتاشیہ ماں کی طرح بے پروا اور پھوہڑ تو نہیں تھی لیکن اور کچھ عادات اس میں ماں والی ضرور تھیں... مثلاً بن ٹھن کے رہنا' میک اپ کرنا اسے بھی پسند تھا۔بس اپنا کمرہ صاف ستھرا رکھتی تھی۔ پڑھائی لکھائی کا شوق تھا۔اچھے نمبروں سے بی ایس سی کیا۔اب وہ یونیورسٹی میں داخلہ لینا چاہتی تھی جبکہ زبیر احمد کا خیال تھا کہ فرحان کی تعلیم مکمل ہوچکی

www.pdfbooksfree.pk

ہے'اب زرتاشیہ کی شادی کردی جائے...وہ دل ہی دل میں بیوی کے سرد رویے کی وجہ سے خوفزدہ سے تھے۔دل کے مریض تھے اپنی زندگی میں بیٹی کے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتے تھے۔ویسے بھی وہ نہیں چاہتے تھے کہ فرحان جیسا ہیرا ان کے ہاتھ سے نکلے۔زرتاشیہ کی پسندیدگی بھی ان پر واضح تھی۔اس لیے وہ ہر صورت شادی جلد از جلد کرنا چاہتے تھے۔یہی بات انہوں نے اماں جان سے بھی کہی تھی۔وہ بیٹے کی بلائیں لیتے ہوئے خوش ہوگئیں اور شاہدہ سے' میاں افتخار سے بات کرنے کو کہا۔یہی بات وہ نرگس سے کرنا چاہتے تھے مگر وہ ہمیشہ کی لاابالی بد مزاج تھیں۔

اپنی سہیلی افشین کے ہاں جانے کی تیاری میں تھیں۔اب تو انہیں افسوس ہورہا تھا کہ کیوں بلاوجہ اس وقت گھر آئے اور کیوں بات کرنے کا سوچا۔نرگس تو رات دن میں کسی بھی وقت اچھے اور خوشگوار موڈ میں بات نہ کرتی تھی' نہ کرنے دیتی تھی۔گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے وہ دل ہی دل میں کڑھتے رہے۔چہرے پر بے شمار ناپسندیدہ شکنیں نمایاں تھیں جن کی نرگس کو نہ پروا

تھی اور نہ احساس... وہ تو الگ ہی دنیا کی باسی تھی۔حالانکہ اماں جان کے رشتہ داروں کی بیٹی تھی' پھر بھی کبھی اس نے رشتہ داری کے تقاضے نبھانے کی ضرورت نہ سمجھی بلکہ الٹا اماں جان اور شاہدہ سے سخت متنفر رہتی تھیں۔

زرتاشیہ کے رشتے پر بھی وہ تو دل سے خوش نہیں تھیں۔بس اس ایک معاملے پر انہیں شوہر کی ماننی پڑی تھی... شاید بیٹی کی پسند کا احساس بھی تھا جو اب تک یہ رشتہ قائم تھا۔ورنہ دبے دبے لفظوں میں کئی بار اپنے بھتیجے افراسیاب کی تعریفوں کے پل باندھنے میں کوئی کسر نہ چھوڑتی تھیں... جس پر زبیر تلملاتے تھے اور ہونٹ سی کے رہ جاتے تھے...

...☆☆☆...

ناجی نے ناگوار خاطر اسٹور کا دروازہ کھولا اور لائٹ آن کی۔

تانبے پیتل کے برتنوں سے بھرا یہ اسٹور ہر ہفتے کھولنا' تمام برتن باہر نکال کے دھونے' املی کے رس سے مانجھنے اوردھوپ میں خشک کرنے کے لیے رکھنا اس کی کڑی ڈیوٹی تھی۔شام ہونے سے پہلے تمام برتن واپس اسٹور میں

www.pdfbooksfree.pk

رکھنے کے بعدوہ جی بھر کے برتنوں کو کوستی بڑی بیگم کو برا بھلا کہتی مگر آج اسٹور کا دروازہ کھولنے سے پہلے ہی اس کا دماغ خراب ہورہا تھا۔اس لیے برتن اٹھا اٹھا کر اسٹور سے باہر پٹخنے لگی۔برتنوں کا شور سن کر بڑی بیگم ہانپتی کانپتی باورچی خانے سے نکل کر بھاگی آئیں۔

''ہیں' ہیں ارے کم بخت یہ کیا کررہی ہے؟''

''دیکھ تو رہی ہیں برتن دھونے کے لیے اسٹور سے نکال رہی ہوں۔'' ناجی نے تڑک کر بتایا۔

''اری موئی! یہ برتن نکال رہی ہے یا غصہ...؟'' وہ غصے سے بولی۔

''آپ کو جو بھی سمجھ میں آئے' بس ایک طرف ہوجائیں۔'' ناجی نے ان کا غصہ نظر انداز کرتے ہوئے برتن پٹخنے کا سلسلہ جاری رکھا۔

''اری بائولی ہوگئی ہو'کتنے قیمتی برتن ہیں جانتی ہو۔''

''جی ہاں! اسی لیے اسٹور میں سڑ رہے ہیں۔''

''اچھا بس! تیرے منہ میں بھی شاہدہ کے بچوں کی زبان آگئی ہے' احتیاط سے برتن اٹھا۔'' بڑی بیگم نے تنتنا کے کہا۔

''آپ مانیں یا نہ مانیں کہتے تو وہ ٹھیک ہی ہیں۔یہ پرانے برتن اب بیچ ہی دیں۔'' ناجی کی دل میں آئی بات زبان سے پھسل پڑی تو گویا بھونچال آگیا۔

''نوج! تیرے منہ میں خاک' آج پرانے برتن بیچ دو' کل مجھ بڑھیا کو پرانا کہہ کر کباڑیئے کو دلوادینا۔''

''ارے نہیں نہیں' توبہ توبہ بڑی بیگم ایسے کیسے ہوسکتا ہے جی۔'' ناجی گھبرا گئی۔

ہونے کو سب ہوسکتا ہے'مگر میں ایسا ہونے نہیں دوں گی' یہ کل کے بچے مجھے کیا بدلیں گے؟' وہ سینہ ٹھونک کر بولیں۔تو ناجی ہکلائی۔

''بالکل ' بالکل!''

www.pdfbooksfree.pk

''اچھا! چل اب کھڑی منہ کیا دیکھ رہی ہے' اٹھا برتن حوض پر لے کر چلو۔''

''لے جاتی ہوں پر املی تو نہیں ہے۔''

''پتہ ہے مجھے' آجائے گی املی بھی۔''

''ہیں میاں جی کو فون کردوں۔'' ناجی نے پوچھا۔

''کیوں؟ فون مفت میں ہوتا ہے کیا۔خوب شاہدہ اور میاں افتخار نے تمہیں ڈھیل دے رکھی ہے۔خوب بدھو بنائو دونوں کو' وہ ہیں ہی اسی لائق' وکالت کرتے ہیں تمہاری' کوئی کام وقت پر تم سے ہوتا

نہیں' آدھا دن گزرگیا صفائی ستھرائی کچھ نہیں ہوئی۔'' وہ ایک سانس میں بولتی چلی گئی۔

"صبح سے ایک منٹ کی فرصت نہیں ملی قسم لے لیں۔سارے بند کمرے کھول کے صاف کئے ہیں صوفوں کے کشن بدلے ہیں' بیڈ کی چادریں بدلی ہیں' غسل خانے تو شیشے کی طرح چمکا دیئے ہیں۔"

"کسی کمرے میں ٹیوب لائٹ یا بلب تو جلتا نہیں رہ گیا۔تیری بدحواسی سے واقف ہوں میں۔"

"بندہ بشر ہوں جی! ہزار کام ایک اکیلی جان' اس پر بھی کوئی خوش نہیں۔" ناجی سے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"بیل نے ہزار بار دوسرا ملازم رکھا' پر تم رہنے نہیں دیتیں۔"

"جی! میں' میں نہیں رہنے دیتی۔" ناجی حیرت زدہ رہ گئی۔

"اچھا اب حیرت چھوڑو برتن واپس اسٹور میں رکھو کل نکال لینا۔میاں افتخار تو اہلی شام کو ہی لے کر آئیں گے۔"

"جی! واپس اسٹور میں' رہنے دیں بہت بھاری ہیں انہیں کچھ نہیں ہوتا۔"

www.pdfbooksfree.pk

"پھر غلط بات' تم جانتی ہو چیزیں دائیں بائیں پڑی ہوئی مجھے بالکل اچھی نہیں لگتیں۔"

"جی اچھا..." ناجی نے مریل سی آواز میں کہا... وہ ذرا سا آگے بڑھیں اور پھر پلٹ کر آگئیں۔

"یہ تانیہ بی بی کہاں ہیں؟" انہوں نے پوچھا۔

"خرم صاحب کے ساتھ گئی ہیں' ان کے کمرے کی صفائی کرنی ہے۔"

"اس کا تو ذکر ہی نہ کرو' کہیں جائیں' کسی کے ساتھ جائیں' ماں باپ نے آزادی دے رکھی ہے' شاہدہ کو رات دن یہی سمجھاتی ہوں کہ اولاد کو لگام دو' روئیں گے میاں ستار سر پکڑ کر ..." انہوں نے غائبانہ میاں ستار کے لیے کہا۔

"شاہدہ بی بی! بہت سمجھاتی تو ہیں' پر تانیہ بی بی غصیلی ہیں۔"

”خاک سمجھاتی ہیں شاہدہ بی بی۔ہر کام میں من مانی کرتی ہیں‘ باپ پوچھتا ہے اور نہ ماں‘ یہ جانے خرم صاحب کہاں سے آکودے ہیں۔“

”کلاس فیلو ہیں تانیہ بی بی کے۔“ اس نے اپنے مخصوص لب و لہجے میں بتایا۔

”ہنہ! بھاڑ میں جائے‘ فرحان میاں آئے کہ نہیں۔“ انہیں گویا ایک دم یاد آگیا۔

”ابھی تو نہیں آئے۔“

”اس لڑکے نے بھی حد کردی ہے‘ یہ بھی پکا میسنا ہے‘ اسے بھی کوئی پوچھنے والا نہیں۔“ وہ بڑ بڑاتی ہوئی آگے بڑھ گئیں اور ناجی لمبی سانس بھر کے دوبارہ سے برتن اسٹور میں رکھنے لگی۔

...☆☆☆...

نارنجی ساڑھی میں وہ دھیمی سی مسکان لپ اسٹک زدہ ہونٹوں پر سجائے اور نگاہیں جھکائے فرحان کے برابر صوفے پر بیٹھی تھی۔فرحان کا گہرا دوست ایاز

www.pdfbooksfree.pk

اور مسز جیری سامنے والی کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ایاز کی بیوی صائمہ کافی بنا کر لائی تو انہیں خاموش دیکھ کر بولی۔

”کمال ہے‘ کیا سوچ رہے ہیں سب؟“

”سوچنے کا ہی تو مرحلہ شروع ہوگیا ہے اب بیگم صاحب۔“ ایاز نے بیوی کو مخاطب کیا۔

”اب کیا سوچنا‘ جو ہونا تھا ہوگیا۔میرا خیال ہے بہت اچھا ہوا ہے فرحان کے لیے سامعہ بھابی سے بڑھ کر کوئی لڑکی سجتی ہی نہیں۔“ صائمہ نے کافی کا ایک مگ سامعہ کی طرف بڑھاتے ہوئے جواب دیا۔

”تم نہیں جانتیں ایک بلا کو اور اچھا ہوا یا برا مگر اس کو سنبھالنے کے لیے بڑا وقت اور بڑا صبر کرنا ہوگا۔“ ایاز نے کافی کی چسکی لی... تو فرحان اور سامعہ نے مضطرب سی نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

"کوئی بات نہیں،سب ٹھیک ہوجائے گا۔ویسے بھی تم جیسے دوست اورپیاری سی صائمہ بھابی کے ہوتے ہمیں فکر کی کیا ضرورت ہے...؟" فرحان نے بڑی ہمت سے مسکرا کر کہا... تو صائمہ نے فوراً ہاں میں ہاں ملائی۔

"جی ہاں! ہم ہر وقت آپ کے ساتھ ہیں' آپ بالکل نہ گھبرائیں۔"

"ہمارے ساتھ سے زیادہ اس کو گھر والوں کے ساتھ کی ضرورت ہے' کیوں مسز جیری...؟" ایاز نے مسلسل متفکر سی خاموشی سے مسز جیری کو مخاطب کیا تو وہ چونکیں۔

"تم ٹھیک بولتا ہے ینگ مین' مگر..."

"نو' نو مسز جیری آپ ہمت نہ چھوڑیں 'ورنہ میرا وجود کھوکھلا پڑ جائے گا۔" سامعہ نے جذباتی انداز میں آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ پکڑے اور رقت آمیز لہجے میں بولی۔توانہوں نے جھلملاتی آنکھوں

سے اسے دیکھا' پیشانی چومی اور بولیں۔

www.pdfbooksfree.pk

"تھینک یو مسز جیری۔" سامعہ نے ان کے ہاتھ چوم لیئے۔وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"سامعہ اور فرحان مسز جیری کو رخصت کرنے کے لئے ایاز اور صائمہ گیٹ تک گئے۔

"میرا خیال ہے' تم کمرے میں آرام کرو۔میں گھر جاتا ہوں' کوشش کروں گا آج ہی واپس آنے کی... لیکن اگر نہ آسکوں تو پلیز سوجانا۔" فرحان نے اس کے سجے سنورے حسین سراپا پر بے قرار نگاہیں ڈالتے ہوئے کہا۔سامعہ نے اثبات میں گردن ہلادی۔اسی وقت ایاز اور صائمہ واپس آگئے۔فرحان نے ایاز کو بھی وہی کچھ کہا تووہ چپ ہوگیا۔مگر صائمہ بول پڑی۔

"فرحان بھائی! یہ آپ کی شادی کی رات ہے اور آپ جارہے ہیں۔"

"سمجھا کرو' اس کا جانا بہتر ہے' صبح سے غائب ہے'رات کے آٹھ بج رہے ہیں ' جائے گا تو آئے گا۔" ایاز نے براہِ راست بیوی کو کہا۔

”جانا اور دن بھر کی غیر حاضری کا حساب دینا ہی تو قیامت لگ رہا ہے۔“فرحان نے اٹھتے ہوئے کہا۔تو ایاز نے اس کا کندھا تھپتھپایا۔

”ہمت سے کام لو‘ تم اپنے بابا سے دل کی بات کرنا وہ تمہارا ساتھ یقینا دیں گے۔“

”کچھ یقین سے نہیں کہہ سکتا‘ کیونکہ بابا کسی قسم کے افیئر میں انوالو نہیں ہوتے‘ ماما اور نانو کی مرضی چلتی ہے بلک نانو ہی کی مرضی... ماما مجھے اور تانی کو فیور بہت کرتی لیکن نانو کا حکم بھی نہیں ٹالتیں۔خیر دیکھتا ہوں کیا کرنا ہے...؟“ فرحان یہ کہہ کر مزید کوئی بات کئے لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا ڈرائنگ روم سے باہر نکل گیا۔

صائمہ نے سامعہ کا ہاتھ تھاما اور اسے اس کے سجے سجائے کمرے میں چھوڑنے کے لیے چلدی۔

...☆☆☆...

www.pdfbooksfree.pk

حسب معمول بینک میں کام کی زیادتی کے باعث شاہدہ کو افتخار صاحب کو دیر سے پک کرنے کے لیے کہنا پڑا۔میاں افتخار یہ سن کر خود بھی دفتری کاموں میں مگن ہوگئے... ساڑھے آٹھ بجے شاہدہ کی مس بیل پر وہ جلدی سے گاڑی کی چابی اٹھا کے نکلے اور ٹھیک نو بجے وہ دونوں گھر میں داخل ہوئے۔اس وقت فرحان کی گاڑی پورچ میں کھڑی دیکھ کر اپنے کمرے میں گئے۔شاہدہ کا سر درد سے پھٹ رہا تھا۔دونوں ہاتھوں سے سردباتے ہوئی وہ بیڈ پر گرسی گئیں۔ناجی نے تھوڑا سا دروازہ کھول کے دیکھا اور الٹے قدموں لوٹ گئی۔

”آج امی جان کہاں مصروف ہیں؟“ میاں افتخار کپڑے تبدیل کرکے واش روم سے نکلتے ہوئے بولے۔

”کہیں کسی کام میں مصروف ہوں گی۔“ شاہدہ نے سر درد کی شدت ضبط کرتے ہوئے جواب دیا۔عین اسی وقت دروازہ کھلا‘ ناجی ٹرے میں چائے رکھے اندر آگئی۔

”جیتی رہو‘ بڑے صحیح وقت پر چائے لائی ہو۔“

”جی ہاں! اب بمباری بھی صحیح وقت پر ہوگی۔“

میاں افتخار نے ذرا سا راز دانہ انداز میں جھک کر پوچھا۔

”توپ کا رخ اسی طرف ہے کیا؟“

شاہدہ نے گھور کر میاں افتخار کو دیکھا۔

”افتخار۔“

”جی جان افتخار! بمباری سے تو ہم سب کو ہی ڈر لگتا ہے نا۔“ انہوں نے اس قدر معصومیت سے کہا کہ شاہدہ مسکرادیں۔

”اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے‘ ناجی کو باتیں بنانے کی عادت ہے۔“

”عادت وادت کوئی نہیں ہے‘ ابھی آئیں گی اور پوچھیں گی یہ بے وقت چائے کیوں بنی؟کھانے کا وقت کہاں ضائع کیا...؟“ وغیرہ وغیرہ۔ناجی نے اچھی خاصی بڑی بیگم کی نقالی کی تو میاں افتخار زیر لب مسکرادیئے اور چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے بولے۔

www.pdfbooksfree.pk

”شاہدہ جی! ناجی کہہ توسچ رہی ہے‘ جلدی سے چائے ختم کرلو تاکہ امن عامہ کو نقصان نہ پہنچے۔“

”آپ بھی ناجی کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں‘ کچھ نہیں ہوتا‘ کچھ کہیں گی تو میں سنبھال لوں گی۔“

”اجی! خاک سنبھال لیں گی آپ! آج تک ان تانبے پیتل کے برتنوں اور بابا آدم کے زمانے کے صندوق ‘بکسوں سے تو نجات دلا نہ سکیں۔“ میاں افتخار نے دانستہ ناجی کو ستانے کے لیے دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا۔

”افتخار ! دھیرج... اف توبہ امی نے سن لیا تو تیسر ی عالمی جنگ چھڑ جائے گی۔“ شاہدہ نے سنجیدگی سے کہا...

”جنگ چھڑے یا فساد ہو‘ آپ دونوں سن لیں ہم کام چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ہم پرانے برتن مانجھ مانجھ کر ضائع ہونا نہیں چاہتے۔ابھی ہم نے دیکھا ہی کیا ہے؟“ ناجی کے تو سچ مچ سب زخم

ہرے ہوگئے۔باقاعدہ رقت بھری آواز میں بولتی چلی گئی۔

”ارے کم عقل لڑکی! اتنے نادر نایاب برتن دیکھنے کے بعد بھی کچھ اور دیکھنے کی حسرت باقی ہے... امی جان کا چاندی کا پاندان ہی جس نے دیکھ لیا سمجھو اس کے بخت جاگ گئے...“ میاں افتخار نے چائے کا آخری گھونٹ بھر کے انتہائی سادگی سے کہا... شاہدہ نے گھورا۔

”ہم تو بد قسمت ہی اچھے‘ ہم سے ہر ہفتے اسٹور سے بھار ی بھاری سو ڈیڑھ سو برتن نکال کر املی کے پانی سے نہیں چمکائے جائے... صندوقوں اور بکسوں کے کپڑے استری کر ‘کرکے نہیں بدلے جاتے۔“ ناجی نے ہاتھ نچا کر کہا۔

”ناجی ! بار بار کیوں ایک ہی بات کئے جاتی ہو‘ ابھی تک امی جان کا مزاج نہیں سمجھیں بچپن سے اس گھر میں ہو۔تقریباً پندرہ سولہ سال ہوگئے ہیں۔“ شاہدہ نے ذرا سی سختی سے کہا‘ تو میاں افتخار مسکرائے بنا نہ رہ سکے۔

”اور ہاں! حوصلہ رکھو اور پندرہ سولہ سال بھی ایسے ہی گزریں گے‘ کیونکہ امی جان ماشاء اللہ پوری طرح فٹ اور ہٹ ہیں۔“

”افتخار! خدا کا خوف کریں یہ آپ امی جان کے لیے کہہ رہے ہیں۔“

www.pdfbooksfree.pk

”بھئی میں تو امی جان کی صحت پر رشک کررہا ہوں‘ ستر سال میں بھی آپ کو اور ہمیں پیچھے چھوڑتی ہیں‘ ہم اور آپ ٹھہرے شوگر اور بلڈ پریشر کے مریض۔“

”اللہ انہیں سلامت رکھے(آمین)۔“ شاہدہ نے خلوص دل سے ماں کی دراز عمری کی دعا کی۔

”سنا تم نے ناجی! چلو اب ہمت پکڑو‘ یہ سوچ کر برتن چمکاتی رہو کہ وہ وقت بھی آئے گا جب یہ تمام پرانے برتن بخش دیئے جائیں گے۔“ میاں افتخار نے ایک بار پھر ناجی کو چھڑا تو وہ منمنائی۔

”میاں جی! ہمیں نہیں چاہئیں۔اکیلے ہم سے اتنا کام نہیں ہوتا... پھر بھی ڈانٹتی ہیں۔“

”ناجی! بڑھاپا بہت بڑی شکست اور کمزوری کانام ہے‘ اس میں کچھ لوگ بڑی بیگم جیسے اپنے تحکم اور رعب سے فتح یاب ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔یہ

امی جان کی مجبوری اور ضرورت ہے۔'' پہلی مرتبہ اتنی دیر میں میاں افتخار نے سنجیدگی کا مظاہرہ کیا...

''ارے میاں' کس کی مجبوری اور ضرورت کی بات کررہے ہو؟'' عین اسی وقت بڑی بیگم آگئیں۔ناجی تو گھبرا گئی... انہوں نے پہلے ناجی کو دیکھا اور پھر چائے کے خالی برتنوں کو...

''تم یہاں کیا کررہی ہو؟'' انہوں نے پوچھا۔

''چائے... چائے لے کر آئی تھی۔'' ناجی نے کہا اور جلدی سے ٹرے اٹھالی۔

''بے وقت کی چائے کس خوشی میں' صرف کام سے بچ کر باتیں بگھارنے کے لیے۔'' انہوں نے ابرو چڑھا کر پوچھا۔

''امی جان! چائے لانے کو میں نے کہا تھا... دراصل شاہدہ کے سر میں بہت درد تھا۔'' میاں افتخار نے جلدی سے بات سنبھالی۔

''درد تو ہوگا' سارا دن بھوکے پیاسے گھر سے باہر کام کرتے رہو۔''

www.pdfbooksfree.pk

''کیا کریں کام جو کرنا ہوا؟'' شاہدہ نے دھیرے سے جواب دیا۔

''بس کام ہی کرتی رہو' بچے ہاتھ سے نکلے جارہے ہیں' صاحبزادے ابھی دن بھر کی مصروفیت کے بعد آئے ہیں' تانی بی تو شام ہوتے ہی تیار ہوکے گئی تھیں... کون پوچھے کہ کہاں جارہی ہیں؟'' بڑی بیگم نے اچھے خاصے غصے میں نرمی شامل کرتے ہوئے بتایا۔شاہدہ نے فوراً افتخار کی طرف دیکھا اور نظریں چرا گئیں۔

''چلو ناجی' یہ برتن لے جاؤ۔'' شاہدہ نے موضوع بدلنے کی خاطر ناجی کو ہی مخاطب کیا۔

''کھانے کے وقت چائے واہ بھئی...!'' انہوں نے پھر لتاڑا۔

''چائے کے ساتھ بسکٹ بھی لیے ہیں امی جان...!'' میاں افتخار نے بتایا تو وہ اور زیادہ فارم میں آگئیں۔

''ناجی! بسکٹ نکال کر مرتبان اچھی طرح بند کیا تھا۔''

''جی! کیسے بھول سکتی ہوں...؟''

''چلو اب جائو' یہ برتن دھوکر کچن بند کردو' اب کسی کے لیے کھانا وانا نہیں لگے گا۔'' انہوں نے تحکم سے باآواز بلند ان دونوں کو سمجھایا۔میاں افتخار تھوک نگل کر بھوک برداشت کرنے کی کوشش میں مصروف ہوگئے۔

''ناجی! یہ امی جان کی دوائیں' پان اور املی لیتی جائو۔'' شاہدہ نے کہا۔

''جیتے رہو افتخار میاں!'' بڑی بیگم نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

''بس آپ خوش رہا کریں۔'' میاں افتخار نے مسکراکر کہا۔

''ارے میاں! کوشش تو کرتی ہوں پر تمہارے بچوں نے پریشان کررکھا ہے' تم دونوں کی طرح آنکھیں بند کرلوں تو امن میں رہوں' مگر میں ایسا کر نہیں سکتی۔حد سے بڑھی ہوئی آزادی اور خود مختاری لے ڈوبے گی انہیں... میرے پوچھنے پر تو ہزار سلوٹیں ڈالتے ہیں پیشانی پر... جوان جہان بچی ہے پر اس موٹے خرم کے ساتھ غائب رہتی ہے' کیا جواب دوگے اپنے بڑے بھیا کو...'' بڑی بیگم نے دل کی بھڑاس نکالی تو شاہدہ نے منمنا کر کہا۔

www.pdfbooksfree.pk

''اللہ رحم کرے امی جان! خرم تانیہ کا کلاس فیلو ہے'بہت امیر پڑھے لکھے گھرانے سے تعلق ہے۔''

''ارے کونسی کتاب میں لکھا ہے کہ امیر پڑھے لکھے گھر کے لڑکے پرائی بچیوں کے ساتھ سیر سپاٹے کریں' اس بیچارے عادل سے تو سیدھے منہ بات نہیں کرتیں تانی جی' حالانکہ پتہ ہے کہ اس سے منسوب ہیں۔تم کیسی ماں ہو اللہ جانے۔''

''امی جان! آپ بالکل درست فرمارہی ہیں میں کروں گا تانیہ سے بات۔'' میاں افتخار کچھ سنجیدہ ہوگئے جو کہ شاہدہ بیگم کے لیے کچھ پریشان کن تھا۔وہ جھٹ حمایت میں بولیں۔

''امی جان! جوان اولاد سے سختی بھی تو نہیں کرسکتے۔''

''واہ بھئی واہ! خوب کہی' انجام پر نظر رکھو پھر۔'' وہ تڑک کر بولیں۔

''میرا خیال ہے اس وقت میرے سر کا درد بڑھ گیا ہے۔'' شاہدہ نے بیزاری سے کہا تو بڑی بیگم سمجھ کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

”دیکھو! میاں افتخار! اولاد کو اسی رستے پر ہی نہیں ڈالنا چاہئے جہاں سے بھول کا سفر شروع ہوتا ہے۔ارے کھلائو سونے کانوالہ پر دیکھو شیر کی نظر سے۔“

”آپ بے فکر ہوجائیں‘ آج میں بات کرتا ہوں۔“ میاں افتخار نے بمشکل تمام انہیں تسلی دے کر رخصت کیا۔شاہدہ نے تکیے میں سردے کر آنکھیں موند لیں۔میاں افتخار نے رحم بھر ی نظروں سے انہیں دیکھا اور کمرے کی لائٹ آف کرکے باہر نکل آئے۔

...☆☆☆...

جوں جوں وقت کی سوئیاں آگے کی طرف رینگ رہی تھیں فرحان کے دل کی دھڑکنیں بے تابی سے سر پٹخ رہی تھیں... جو شیلے جذبات چٹکیاں لے رہے تھے جس رات کے خواب گذشتہ پندرہ دن سے وہ دیکھ رہا تھا‘وہ جاں گسل لمحات میں بدلتی جارہی تھی... نارنجی ساڑھی میں دودھیا بدن کے جلوے نگاہوں میں گھوم رہے تھے... دل مچلا کہ اس وقت دوڑ کے جائے اور سامعہ

www.pdfbooksfree.pk

کو بانہوں میں بھر کے رفاقت کے حسیں احساس سے سرشار کردے... مگر وہ بے بس تھا۔

”مجبور تھا۔“

”مشکل میں تھا...“

کمرے کی تنہائی میں کوئی اس کا مسئلہ جاننے والا نہیں تھا... جواں دھڑکنوں کا شور تھا دل کی بے کلی تھی‘ایسے میں جیسے کھڑکی کے رستے نارنجی پیرہن میں باد صبا بن کر وہ اس کے احساس کو چھو گئی... سیاہ زلفوں کے بیچ مسکراتا چہرہ‘ اس کی نگاہوں کی زد میں آگیا۔وہ اس کو بانہوں میں سمیٹنے کے لیے آگے بڑھا... مگر چھم سے وہ دور ہوگئی۔وہ اور آگے بڑھا‘ وہ اور دور ہوگئی... پھر اس کے ہاتھ میں نارنجی ساڑھی کا پلو آگیا۔منت دل کش نے کام کیا... بے خودی میں وہ اس سے لپٹ کر سچ مچ نیند کی وادیوں میں پہنچ گیا۔

”مگر...“

خواب تو خواب ہوتا ہے... اسے میاں افتخار کے ہاتھ کی انگلیوں کے احساس نے جگا دیا۔وہ ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا تو میاں افتخار نے عینک کے شیشے کے پیچھے سے بھی اس کے چہرے پر پھیلی بے چینی اور آنکھوں سے امڈ تا نشہ دیکھ لیا۔دو متضاد چیزیں اور ساتھ ساتھ وہ متعجب سے ہوئے۔

''بابا! آپ اس وقت۔''

''ہاں یار! ویسے خیر ہے' ابھی رات کے گیارہ بجے ہیں اور آپ سوگئے۔''

''وہ ' دراصل بہت تھکا ہوا تھا۔'' وہ ہکلایا۔

'مجھے تو آپ کی طبیعت خراب معلو م ہورہی ہے۔'' انہوں نے بغور اس کا جائز ہ لیتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں' طبیعت ٹھیک ہے بس ذرا...؟'' اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا تو وہ ٹھٹکے۔

''فرحان یار! کچھ الجھے الجھے سے ہو ' کیا ہے ذرا ذرا...؟''

www.pdfbooksfree.pk

''جی! وہ بس کچھ نہیں۔'' آنکھوں سے خمار معدوم ہوچکا تھا' حقیقت کی دنیا میں وہ سخت مضطرب سا ہی تو تھا۔کچھ دیر پہلے کسی سہارے' کسی ساتھی اور غمگسار کی تلاش میں تھا اب جبکہ بابا اس کے سامنے تھے تو زبان ساتھ نہیں دے پار ہی تھی۔بے اختیار ہی اٹھ کر ٹہلنے لگا۔

''فرحان! اتنی صبح کہاں گئے تھے اور سارا دن کہاں رہے...؟'' بابا نے بات کا رخ اس کی سہولت کی وجہ سے موڑ دیا۔

''جی! دوست کے ساتھ تھا' ضروری کام تھا۔'' اس کی ہمت نے پھر بھی ساتھ نہ دیا۔

''یار! بات یہ ہے کہ آپ پریشان ہو' بتانا چاہو تو ٹھیک ورنہ ہم تو رعب ڈالنے والے باپ نہیں۔'' بابا نے مسکرا کر کہا اور اٹھنے لگے تو وہ چند ساعت انہیں دیکھتا رہا پھر تیزی سے گھٹنوں کے بل ان کے پیروں کی طرف فرش پر بیٹھ گیا۔وہ سمجھ گئے کہ فرحان کا سچ مچ کچھ مسئلہ ہے۔

''بابا! پرامس کریں آپ میرا ساتھ دیں گے۔'' وہ ایک دم بولا۔

''میرے لیے آج آپ بالکل نئے فرحان ہو' بات کیا ہے' جو ماں سے بھی نہ کہہ سکے۔''

''بابا! ماما اور نانو میرا قطعاً ساتھ نہیں دیں گی اس لیے صرف آپ سے امید ہے۔'' وہ ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کے بڑے رسان سے بولا۔

''اگر ایسی بات ہے تو یار کہہ دو' کیوں کڑھ رہے ہو...؟'' بابا سخت بے چین ہوگئے۔

''بابا! میں' میں نے شادی کرلی ہے' ایک لڑکی سے...'' وہ تیزی سے کہہ گیا۔تو میاں افتخار رکے اور پھر ہنسنے لگے۔

''یار! شادی تو لڑکی سے ہی کرنی تھی' کونسی نئی بات ہے۔'' باپ کا پر مزاح مزاج ذہن میں لاکر وہ بنا حیرت کے بولا۔

''بابا! مذاق کی دنیا سے باہر آکر سوچیں' میں نے ایک مطلقہ سے شادی کی ہے' وہ بھی آپ لوگوں کو بنا بتائے۔اب کیا ہوگا یہ بتائیں...؟''

www.pdfbooksfree.pk

''اب دھماکا ہوگا' اس گھر کے درو دیوار لرز اٹھیں گے' قیامت آجائے گی' آپ کی نانو عذاب بنادیں گی ہماری زندگی' زر تاشیہ کا کیا ہوگا؟'' وہ کسی چابی کے کھلونے کی مانند چل کر کمرے کے وسط میں کھڑے ہوگئے' انہوں نے جو خوفناک منظر کشی کی وہ پہلے سے اس کے بارے میں سوچ چکا تھا۔

''بابا! آئی ایم سوری' میں سامعہ سے بہت محبت کرتا ہوں۔''

''یار بادشاہ! یہ ٹھیک ہے مگر اب کیا ہوگا یہ سوچو' میرا تو دماغ تم نے بھک سے اڑا دیا ہے۔''

''آپ کچھ کریں' میں ہر صورت سامعہ کو یہاں لانا چاہتاہوں۔'' وہ جذباتی ہوکر ذرا سا اونچا بولا تو وہ گھبراگئے۔

''دھیرج! کسی نے سن لیا تو ابھی بھونچال آجائے گا' آپ کی ماما کی ویسے ہی طبیعت خراب ہے... آپ دھیرے دھیرے ساری بات مجھے بتائو' پھر کچھ کریں گے... مگر صبر سے' تحمل سے کچھ ہوگا۔'' وہ بیڈ پر پائوں پھیلا کر بیٹھ

گئے اور فرحان نے دروازہ لاک کرکے ان کے قریب بیٹھ کر ساری کہانی کہہ ڈالی۔

میاں افتخار کے چہرے پر کچھ خاص بات نہیں محسوس ہورہی تھی۔وہ بڑے نارمل انداز میں بڑی سے بڑی مشکل سے مشکل بات تحمل سے سننے اور کرنے کے عادی تھے۔اس وقت بھی انہوں نے اس کی پوری بات بڑے سکون سے سنی تھی اور بات ختم ہونے کے بعد سکون سے ہی کہا۔

''بیٹا جی! اس مسئلے کا حل صبر و تحمل میں ہے' مجھے سوچنے دو' اس بچی کو کیسے اس گھر میں لانا ہے' یہ سوچتے ہیں' مشکل بہت ہے پر نا ممکن نہیں۔ اسے تسلی دو' فی الحال کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو اور اب زیادہ دیر کے لیے گھر سے غائب نہ ہونا۔''

''بابا! سامعہ بہت اچھی ہے' بہت دکھ اٹھائے ہیں اس نے۔'' اس نے بیوی کی وکالت شروع کی تو وہ مسکرادیئے۔

www.pdfbooksfree.pk

''بس ' بس میری جان یہ بتانے سے اس کی حیثیت میں فرق تھوڑا آئے گا'بس وہ آپ کی عزت ہے تو ہماری عزت ہے پریشان نہ ہو۔اب آرام سے سو جائو... شاباش...'' وہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر چلے گئے اور وہ سامعہ کے تصور سے باتیں کرنے لگا۔

''سامعہ جان! تھوڑا سا انتظار ' پھر ہم تم ہوں گے' سب مشکلیں ختم ہوجائیں گی' محبت بھرے سب ارمان پورے ہوں گے۔بس تھوڑا سا صبر' مجھے پتہ ہے تم بستر پر کروٹیں بدل رہی ہو گی' تم نے سونے کا لباس پہن لیا ہوگا' بندیا' بالی سب اتار دی ہوں گی' اداس بانہوں میں آنچل لیے بھیگی پلکوں سے سہاگ رات کے گزرتے پل گن رہی ہوگی۔مجھے معاف کردو میں تمہیں آج کی رات تنہا چھوڑ کے آگیا۔پر کیوں آگیا یہ تو جانتی ہو تم ' سوجائو' میرے تصور سے لپٹ کے سوجائو... محبت کا سب قرض اتاردوں گا۔آج کی رات کے ہر پل کا حساب دوں گا۔سوجائو...'' وہ کافی دیر اس سے باتیں کرتا رہا اور پھر جانے کس پہر سوگیا۔

...☆☆☆...

ہزار ہاکو شش کے باوجود وہ ایک پل کو بھی نیند کا احساس اپنے قریب نہ لاسکی۔کروٹیں بدلتے رات صبح ہیں بدل گئی...بوجھل سرخ آنکھوں میں۔

رتجگے تھے...

تھکن تھی...

اضطراب تھا...

انتظار ہی انتظار تھا...

مگر افسوس اور پچھتاوا نہیں تھا... رات بھر مسز جیری کی خدشات بھر ی باتیں کانوں میں گونجتی رہی' فرحان کے لیے ان کے دل میں شکوک وشبہات تھے' مگر نہیں معلوم کہ وہ اس قدر میٹھی سرد مٹی سے کیوں گوندھی گئی کہ اس کی آنکھوں میں نہ آنسو تھے' نہ لبوں پر آہیں تھیں اور نہ سسکیاں۔فجر کی نماز پڑھ کے وہ کمرے سے باہر نکل کرلان میں آگئی... باہر موسم خنک اور

www.pdfbooksfree.pk

خوشگوار تھا' آنکھوں کی جلن کو' بدن کی حرارت کو کافی سکون سا محسوس ہوا... نرم شبنم زدہ گھاس پر بڑی دیر ٹہلتی رہی... فرحان کو سوچتی رہی'اس سے سرگوشیاں کرتی رہی۔فرحان ایک پوری سچائی اور طاقت تھا۔اس کے لیے ذرادیر کو بھی وہ بدگمان نہیں ہوسکی تھی' ہلکا سا اجالا پھیلا تو ہاکر نے اخبار گیٹ سے اندر پھینکا... وہ اخبار اٹھانے کے لیے بڑھی مگر اس سے پہلے چوکیدار نے اخبار لاکر اسے دے دیا... وہیں لان میں پڑی کرسی پر ٹک کر اخبار پڑھنے لگی... کچھ ہی دیر بعد صائمہ کی شوخ آواز آئی... وہ اسی طرف آرہی تھی۔

''اچھی خاصی خنکی ہے آپ باہر کیوں آگئیں؟''

''موسم اچھا لگا...'' وہ مسکرائی۔

''رات کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی' ایک مرتبہ دل چاہا کہ آپ کے کمرے میں جائوں' پھر ایاز نے منع کردیا۔''

”پریشانی کیسی؟ آرام سے سوگئی تھی۔“ اس نے اس سلیقے سے جواب دیا کہ صائمہ نے اس کی بات پر یقین کرلیا‘ حالانکہ رات بھر وہ دونوں میاں بیوی اس کے لیے حد درجہ فکر مند رہے تھے۔

”آپ بہت گریٹ ہو سامعہ بھابی‘ میں آپ کی جگہ ہوتی تو رو رو کر برا حال کرلیتی۔“ صائمہ نے کہا تو وہ ہولے سے مسکرادی۔

”ابھی تو فرحان کو اعتبار کا یقین دلانے کی صرف ایک رات گزری ہے‘ہیں نے فرحان کے لیے کیا ہی کیا ہے؟ جو اس نے کیا ہے اس کی پاداش میں جانے وہ کیا کیا صدمے جھیلے گا؟ مجھے پتہ ہے فرحان نے رات کیسے گزاری ہوگی؟ اور جانے کیا کیا سوچا ہوگا؟

”ہاں! لیکن اللہ بہتری کرنے والا ہے‘ چلو اندر چلیں‘ میں ناشتہ بنواتی ہوں۔“ صائمہ نے اس کا سرد ہاتھ اپنے ہاتھ میں دباتے ہوئے اس کا حوصلہ بڑھایا۔

”میں بھی آپ کی مدد کرتی ہوں۔“

www.pdfbooksfree.pk

”اوں ہنہ! ابھی نہیں‘ ہمارے دولھا میاں آکر ڈانٹیں گے‘ ولیمہ تو ہولینے دو۔“ صائمہ نے شرارت سے کان کے قریب جاکر کہا تو سامعہ گلابی پڑگئیں۔

پھر دونوں اندر کی طرف آگئیں۔صائمہ کچن کی طرف مڑ گئی اور وہ اپنے کمرے میں آگئی۔موبائل فون بج رہا تھا‘ اس نے لپک کر اٹھایا۔دوسری طرف فرحان تھا۔

”ہیلو...“ اس نے بے تابی سے کہا۔

”جی جناب! کہاں تھیں آپ اتنی دیر سے فون ملارہا ہوں۔“ فرحان کی دبی دبی آواز ہوئی۔

”وہ میں باہر تھی‘ آپ سنایئے کیسے ہو؟“ اس نے اس انداز میں پوچھا کہ فرحان کا دل خوشی سے بھرگیا۔ورنہ وہ تو سوچ رہا تھا کہ فون ملاتے ہی سامعہ رونا دھونا شروع کردے گی‘ گلے شکوے کرے گی...

”یو آر گریٹ سامعہ!“ وہ خوشی سے بولا۔

"کیوں کیا ہوا...؟"

"کچھ نہیں' دل چاہ رہا ہے اڑ کر آجائوں اور تمہیں بانہوں میں چھپا لوں۔"

"ہش ایسی باتیں فون پر نہیں کرتے۔" وہ شرارت سے بولی۔

"آجو نہیں سکتا تو فون پر ہی کہوں گا۔"

"چلیں جب بھی آئیں گے انشاء اللہ۔'

"ہاں شام سے پہلے آئوں گا' بس اس وقت ماما اور بابا ناشتہ کررہے ہیں' کوشش کروں گا جلدی آئوں۔" اس نے انتہائی دھیرے سے کہا اور فون ایک دم بند کردیا۔

سامعہ چند لمحے فون کوہاتھ میں پکڑے گھورتی رہی اور پھر بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھ کرذرا دیر کو بیڈ پر دراز ہوگئی... مگر کچھ ہی دیر بعد ملازمہ نے ناشتے کے لیے آکر اطلاع دی تووہ اٹھ کر اس کے ہمراہ باہر آگئی۔

...☆☆☆...

www.pdfbooksfree.pk

ڈیوٹی پر جانے سے پہلے شاہدہ بیگم کو بڑی بیگم کی خشمگیں نگاہوں کا مطلب سمجھ تانیہ کے کمرے میں آنا پڑا۔وہ ناشتے کی میز پر نہیں تھی' اس لیے انہیں میاں افتخار کو خاصی طنزیہ باتوں کاسامنا کرنا پڑا... وہ تو فرحان میز پر موجود تھا ورنہ اور زیادہ حالات خراب ہوتے۔تانیہ کے کمرے سے میوزک کے ساتھ اس کے گنگنانے کی آواز آرہی تھی۔اس کا مطلب تھا کہ وہ جاگ رہی ہے... انہوں نے دروازے پر دستک دی۔

"یس' کم ان... اندر سے تانیہ کی آواز آئی تو شاہدہ بیگم اندر داخل ہوگئیں... سب سے پہلے انہوں نے ڈیک کا گلا دبایا پھر کچھ سنجیدگی سے بولیں۔

"تانی! رات اتنی دیر سے گھر آنے لگی ہو۔"

"ماما! خرم کو لانگ ڈرائیو کا کریز ہے' اومائی گاڈ گاڑی چلا تا نہیں اڑاتا ہے۔ سچ ماما ہوا میں اڑاتا ہے۔" تانیہ نے ماں کی سنجیدگی کو بھی ہوا میں اڑادیا۔

”کچھ بھی سہی‘ آزادی کی بھی حد ہوتی ہے‘ خرم ‘ خرم سنتے ہوئے کان پک گئے ہیں‘ آپ کو خرم کا مقام پتہ ہونا چاہئے کیونکہ عادل کا کوئی مقام پہلے سے موجود ہے۔“

”بس ‘بس ماما‘ یاد دہانی نہ کرائیں‘ مجھے پتہ ہے کہ میرے گلے میں عادل کے نام کی تختی لٹکائی ہوئی ہے... مگر میں بے زبان جانور بھی نہیں ہوں یہ بھی یاد رکھیئے آپ سب...“ وہ گردن اکڑا کر ‘ بالوں کو جھٹک کر بولی۔

”یہ فیصلہ آپ کے بابا نے کیا ہے۔“ شاہدہ بیگم نے نرمی سے کہا۔

”بابا کی بات نہ کریں‘ سب فیصلے اس گھر میں نانو کی مرضی سے ہوتے ہیں اور آپ چپ چاپ تماشا دیکھتی ہیں۔“ تانیہ کے لہجے میں تیزی کے ساتھ ساتھ احتجاج بھی تھا۔شاہدہ بیگم کو جس نے چونکنے پر مجبور کردیا۔

”آپ کو کیا ہوتا جارہا ہے؟ گھر کی ہر بات بری لگنے لگی ہے۔“

”چھوڑیں ماما‘ چھوڑیں‘ آپ جائیں آپ کو دیر ہورہی ہے اس پرانی حویلی میں صرف نانو سانس لیتی ہیں‘ آپ سمیت حنوط شدہ ممیاں ہیں۔“

www.pdfbooksfree.pk

شاہدہ بیگم کو تاؤ آگیا۔

”بولتے ہوئے بالکل بھول جاتی ہو کہ میں آپ کی ماما ہوں۔“

وہ بڑی دیر طنزیہ نظروں سے انہیں دیکھتی رہی اور پھر وارڈ روب سے اپنے کپڑوں کا انتخاب کرتے ہوئے بولی۔

”کون بھولا ہے اور کون نہیں... یہ بحث جانے دیں‘ آپ صرف نانو کی اکلوتی دبو بیٹی ہیں اور بس۔“

شاہدہ بیگم نے ایک نگاہ وال کلاک پر ڈالی اور پھر اس کی پشت پر آکر بولیں۔

”تانیہ! آزادی اور خود سری کا مطلب یہ نہیں کہ آپ کسی کو خاطر میں نہ لائو۔میں نے ہمیشہ آپ کو اور فرحان کو فیور کیا ہے۔“

”آپ نے ہمیشہ نانو کی ڈھال کا کردار ادا کیا ہے۔زمانہ کہاں سے کہاں چلا گیا‘ نانو کی سوئی آج بھی ہزار سال پہلے کے زمانے پر اٹکی ہوئی ہے‘ یہ نہ کرو‘ وہ نہ کرو‘ ایسا نہیں ہوگا‘ ویسا نہیں ہوگا‘ یہاں کیوں گئیں‘ وہاں کیوں

گئیں' ہنہ!'' اس نے اچھی خاصی اداکاری کی اور کپڑے لیے واش روم میں گھس گئی۔شاہدہ بیگم کا سر چکرا گیا۔غصہ انہیں کم آتا تھا مگر اس وقت وہ تمتما اٹھیں۔

''بزرگوں کی نقل اتارتے شرم آنی چاہئے' بچوں کو روکنا ٹوکنا ان کی محبت ہوتی ہے۔'' انہوں نے واش روم کے دروازے پر خاصی بلند آواز میں کہا۔

''خرم کے ساتھ آنے جانے پر ان کی پابندیاں میں بھی برداشت نہیں کرسکتی' اس پرانی حویلی کے نیم تاریک سیلن زدہ ڈرائنگ روم میں بیٹھنے پر یہ سننا پڑتا ہے... اتنی چائے کیوں پی؟ قالین پر جوتے کون لے کر آیا؟ کشن اپنی جگہ سے کیوں ہلے؟ اے سی کیوں چلایا؟'' وہ اندر سے بھی تند لہجے میں بولتی چلی گئی۔

''ان ساری باتوں میں کچھ بھی غلط نہیں۔'' وہ تحمل سے بولیں۔

''چھوڑیئے بس۔''

www.pdfbooksfree.pk

''اوکے! آپ سے تفصیلی بات کروں گی فرصت میں۔'' شاہدہ بیگم نے اپنے مخصوص نرم دبے دبے لہجے کی طرف لوٹتے ہوئے کہا اور کمرے سے باہر نکل آئیں۔دراصل میاں افتخار گاڑی نکال کر گاہے بگاہے ہارن بجارہے تھے... وہ خاصی ڈسٹرب سی باہر نکلیں۔اپنے کمرے کی کھڑکی سے فرحان نے بغور ان کا جائزہ لیا اور پھر کچھ نادم سا ہوکر تیار ہونے لگا۔وہ کافی دیر سے ان دونوں کے جانے کا انتظار کررہا تھا اب نانو کے سوا کوئی پوچھ گچھ کرنے والا نہیں تھا۔ان سے کونسا بہانہ بنانا تھا یہ اس نے سوچ رکھا تھا۔

گاڑی کا ہارن مسلسل بج رہا تھا...

بڑی بیگم چالیہ دھوتے ہوئے زور سے چلائیں...

''ناجی! ناجی! ہائے' ارے توبہ ہے بھئی کون ہے یہ بد تہذیب ' ذرا دیکھنا تو ۔'''' مگر باورچی خانے کی دیوار سے لگی ناجی نے ان کی آواز پر کان نہیں دھرے۔ہارن مسلسل بج رہا تھا' کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔وہ خود دوپٹے کے پلو سے ہاتھ صاف کرتی ہوئیں باہر نکلیں۔

ناجی انہیں دیکھ کر سٹپٹائی۔

"ارے جاکر دیکھو کون ہے؟ جسے شرفا کے طور طریقے چھوکے بھی نہیں گزرے' سارا محلہ سر پر اٹھالیا ہے' ٹیں ٹیں لگا رکھی ہے۔" وہ ڈپٹ کر بولیں۔ناجی کے گیٹ سے جھانکنے سے پہلے تانیہ ٹک ٹک کرتی آگئی۔اس کے ایک ہاتھ میں پرس اور دوسرے ہاتھ میں فائل تھی۔

"کیوں شور مچا رہی ہیں آپ۔" اس نے تیکھے تیور کے ساتھ پوچھا۔

"ارے لڑکی! شور میں مچارہی ہوں یا باہر بد تہذیب۔"

وہ جل گئی۔

"بس' بس نانو! ساری تہذیب تو آپ کی اس حویلی میں ہاتھ باندھے کھڑی رہتی ہے ' گاڑی کا ہارن دینے والا خرم ہے' سن لیا آپ نے... آپ کی تنگ سی گلی میں ایک گاڑی آجائے تو دوسرا قریب سے نہیں گزرسکتا۔اس لیے وہ ہارن دے کر مجھے بلارہا ہے۔" وہ ہاتھ نچا کر بولی۔اسی اثنا میں فرحان جانے

www.pdfbooksfree.pk

کے لیے تیار ہوکر وہیں آگیا۔اسے دیکھ کر بڑی بیگم زور سے اس سے مخاطب ہوئیں۔

"لو' سنو فرحان میاں! اب گلی کے تنگ ہونے کے طعنے بھی ملنے لگے... یہ نہیں کہتیں کہ ہارن بجا کر محلے والوں کا سکون تباہ کرنا بری بات ہے۔میں پوچھتی ہوں کہ یہی خوبی ہے اس خرم شہزادے میں' شرفا کے بچے ایسے ہوتے ہیں اور اس کا ہمارے گیٹ پر ہارن دینے کا کیا حق بنتا ہے؟

"تانیہ! یہ کونسا انداز ہے؟" فرحان نے کچھ سختی سے پوچھا۔

"بھائی! آپ نہیں جانتے بس۔" وہ پائوں پٹختی ہوئی چلی گئی' فرحان نہ اسے روک سکا' نہ ڈانٹ سکا۔ بڑی بیگم مزید سیخ پا ہوگئیں۔

"دیکھ لیا بچے! یہ کل کی بچی سب کو آنکھیں دکھاتی ہے' شاہدہ کی بے جاطر فداری کا نتیجہ ہے' میرا کیا ہے ' بہت پچھتائیں گے دونوں۔اولاد ہی عزت کراتی ہے اور اولاد ہی بے عزتی کراتی ہے۔کیا گزرے گی میاں عادل کے دل پر جب ان کو لے گئے۔گز بھر لمبی زبان ہے۔"

فرحان ان کی بات سن کر نظریں چرا گیا۔اس کے اپنے اندر جیسے کسی نے زور سے چٹکی کاٹ لی۔وہ فقط اتنا کہہ سکا۔

''آپ بالکل ٹھیک کہتی ہیں' میں بابا سے بات کروں گا۔''

''ارے چھوڑو بابا کو' وہ تو ساری زندگی شاہدہ کے سامنے ایک لفظ نہ کہہ سکا۔''وہ جھلا کر بولیں اور قریب کھڑی ناجی کی طرف متوجہ ہوگئیں۔

''ناجی! کھڑی منہ کیا دیکھ رہی ہے' چل سب کی الماریوں سے کپڑے نکال کر دھوپ میں ڈال' ہر ہفتے کپڑوں کو دھوپ لگانا ضروری ہوتا ہے' مگر تمہاری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔''

''آگئی ہے اچھی طرح۔'' ناجی کڑوی نظروں سے گھورتے ہوئے کمروں کی طرف بڑھ گئی اور فرحان نے جلدی سے نکل جانے کے لیے قدم اٹھایا۔

''یہ تم کہاں جارہے ہو بن ٹھن کے؟'' بڑی بیگم نے پوچھا' تو وہ ٹھٹکا۔

www.pdfbooksfree.pk

''جی' وہ دوست کی طرف جارہا ہوں' بیمار ہے۔'' اس نے جھوٹ بولا۔اس سے پہلے کہ بڑی بیگم کچھ اور کہتیں' ادا سے بال لہراتی زر تاشیہ اسی طرف آگئیں۔بڑی بیگم نے محبت سے اس کی پیشانی چومی۔

''دادو! مجھے بک شاپ جانا ہے' فرحان سے کہئے مجھے ساتھ لے جائیں۔ شرمگیں نظریں جھکاتے ہوئے بولی تو بڑی بیگم سے پہلے فرحان بول پڑا۔

''میرے پاس وقت نہیں ہے۔''

''اے ہے! وقت بھی کہیں سے خریدنا پڑتا ہے کیا' لے جائو بچی کو' اب یہ تو تمہارے ساتھ ہی جاتی ہے' کوئی خرم ورم تو نہیں آتے۔'' انہوں نے طنز کیا' فرحان کو غصہ آگیا کہ نانو نے تانیہ کی وجہ سے ایسا کیا۔

''یہ بھی بلالیں کسی خرم کو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔''

''ہاں! جانتی ہوں تمہارے عزائم بھی کچھ اچھے نہیں' کن ہوائوں میں ہو یہ بھی پتہ چل جائے گا۔'' انہوں نے خاصے غصے سے کہا تو فرحان پیر پٹختا ہوا چلا گیا۔زر تاشیہ کی آنکھیں بھر آئیں۔بڑی بیگم کچھ ملول سی ہوگئیں۔

”زر تاشیہ! دل پر مت لو‘ اس کی تو عادت ہے‘ ہر وقت اکھڑا اکھڑا سا رہتا ہے۔تمہاری پھوپھو نے دونوں بچوں کو بگاڑ کے دو کوڑی کا بنادیاہے۔“

” میں جارہی ہوں‘ رکشے پر چلی جائوں گی۔“ زر تاشیہ نے آنسو ضبط کرتے ہوئے کہا۔

”نرگھس اور تمہارے پاپا کہاں ہیں؟“ انہوں نے پوچھا۔

”مما سورہی ہیں اور پا پا آفس چلے گئے ہیں۔“

”مما ابھی تک سورہی ہیں۔“ انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

”دادو! کوئی نئی بات ہے کیا...؟“ زر تاشیہ نے ان سے زیادہ تعجب سے پوچھا۔

”ارے نہیں بچی‘ نرگھس تو سدا کی ایسی ہی ہیں‘ خیر تم نے ناشتہ کیا؟“

”پاپا کو ناشتہ بنا کر دیا تھا تو خود بھی کرلیا تھا۔“

”چلو پھر میرے کمرے چل کر بیٹھو۔“

www.pdfbooksfree.pk

”نہیں... میں جارہی ہوں...“ وہ رنجیدہ خاطر سی یہ کہہ کر وہاں سے آگئی۔ فرحان اس سے ایسے ہی کیوں مخاطب ہوتا ہے؟ یہ سوال اسے دکھی کررہاتھا۔

گھر پہنچ کر وہ سیدھی اپنے کمرے میں بند ہوکر صرف فرحان سے متعلق ہی سوچتی رہی۔بچپن سے جس کے سپنے دیکھ کر جوان ہوئی تھی اس نے بھول کر بھی کبھی التفات نہیں برتا تھا۔وہ اس کے دل کے نہاں خانوں میں چھپا تھا جبکہ اس کی ذرا سی بھی حیثیت نہیں تھی اس کے نزدیک... بس وہ اس امید پر پر سکون تھی کہ وہ فرحان سے منسوب ہے‘ یہ گھر کے بڑوں کا فیصلہ ہے‘اسے کوئی نہیں بدل سکتا ‘ حالانکہ مما اسے جتلاتی رہتی تھیں‘ فرحان اور پھوپھو شاہدہ کے خلاف بدظن کرتی رہتی تھیں مگر وہ معصوم سی لڑکی اپنی دادو‘ پھوپھو اور سب سے بے پناہ محبت کرتی تھی... بے شمار سپنے اس کی جھیل سی آنکھوں میں بھرے تھے۔

بیڈ پر پائوں پھیلائے وہ کسی گہری سوچ میں غلطاں تھی۔فرحان بلاجھجک کمرے میں داخل ہوا تو وہ چونکی اور جلدی سے اٹھنے لگی۔فرحان نے جلدی سے اس

کے سفید نازک پیروں پر اپنے ہاتھ کا دبائو ڈال کر بیٹھے رہنے کا اشارہ کیا۔ خوداسی حالت میں وہیں بیٹھ گیا۔سامعہ نے کسمسا کر پیروں پر سے اس کے ہاتھ ہٹانے کی کوشش کی مگر دبائو زیادہ تھا۔وہ دھیرے سے مسکرا دیا۔

''اچھا نہیں لگ رہا کیا؟'' اس نے شریر نظروں سے دیکھا تو وہ گلابی پڑ گئی۔

''آپ کی جگہ یہاں ہے' قدموں میں نہیں۔'' سامعہ نے اپنے پہلو کی طرف اشارہ کیا تو وہ اچھل کر اس کے برابر پہنچ گیا۔

''یہ لیجیے جناب! ہم تو حکم کے بندے ہیں۔'' اس نے سرگوشی کی۔

''کیا کر رہے ہو؟ دروازہ کھلا ہے پلیز سمجھا کرو۔''

ڈھیر سارا وقت دبے پائوں سرک گیا۔وہ دونوں ہی خود سپردگی کے عالم میں تھے اور جانے کتنی دیر مدہوشی کا سفر جاری رہتا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ سامعہ تو بوکھلا گئی۔فرحان نے اسے چپ کر کے اونچی آواز میں پوچھا۔

''کون؟''

www.pdfbooksfree.pk

''حضور بندہ غلام حاضر خدمت ہے۔'' باہر سے ایاز کی آواز آئی۔

''غلام کے لیے حکم ہے کہ ابھی تخلیہ چاہیے۔'' اس نے شرارت سے جوابا کہا تو سامعہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔

''اوکے بادشاہ سلامت ٹھیک ہے۔'' ایاز کب چوکنے والا تھا یہ کہہ کر چلا گیا۔ سامعہ تو حیا سے پانی پانی ہوگئی مگر فرحان کو روکنا یا سمجھانا اس کے بس میں نہیں تھا۔بس کچھ دیر بعد فقط اتنا کہہ سکی۔

''فرحان! اس قدر نہ چاہو کہ میرا دم نکل جائے۔''

اسے حیرت ہوئی اس کا ایک دم متغیر سا ہوتا چہرہ نظروں کے سامنے لا کر دیکھا اور بولا۔

''کس خوف کے پنجرے میں ہو۔میری چاہت پر بدگمان سی ہو۔''

''خوف تو ہے' آخر آپ کو بہت تلخ حقائق کا سامنا کرنا ہے۔''

''ہاں لیکن جب سامنا کرنا پڑا تو اس وقت دیکھا جائے گا۔''

”خطرات سے پہلے منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔“

”کم آن۔سارے موڈ کا مزا کرکرا نہ کرو۔بابا کو سب بتا دیا ہے۔انشاء اللہ بہتری کا راستہ نکلے گا۔“ اس کے سرد ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں دباتے ہوئے کہا تو وہ کچھ بہل گئی ورنہ مسلسل پریشان کن خیالات کی زد میں تھی۔کشتیاں جل چکی تھیں۔پیچھے کچھ نہیں تھا۔آگے بہت بڑی آزمائش تھی۔ایسے میں صرف فرحان پر ہی بھروسہ تھا۔

”یہ بتائو کچھ چاہیے۔میں لے آئوں گا۔“ ایک دم اس نے پوچھا تو وہ چونکی۔

”نہ... نہیں۔بس کل سے میں کالج جانا چاہتی ہوں۔“

”کیا؟ کل سے... کل ہماری شادی کا تیسرا دن ہے۔اتنی جلدی...؟“ فرحان نے حیرت سے کہا۔

”تو کیا ہوا؟ یہاں بور ہونے سے تو بہتر ہے۔“

www.pdfbooksfree.pk

”ابھی سے ہمت ہار دی کیا؟“ فرحان نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تو وہ شرمندہ ہو گئی۔

”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ویسے ہی کہہ دیا۔“

”کچھ دن صبر سے کام لو ورنہ تمہاری کولیگز ہی پوچھ پوچھ کے جان لے لیں گی۔ہفتہ دس دن گزار لو۔اس دوران بابا کوئی راستہ نکال لیں گے۔“

اس کی سمجھ میں فرحان کی بات آ گئی۔کہہ تو وہ سچ رہا تھا۔سب کرید کرید کر پوچھیں گی تو وہ سسرال کے بارے میں کیا بتائے گی؟ کیونکہ اس کے بارے میں تو وہ خود بھی کچھ نہیں جانتی تھی۔بس سب کچھ قسمت پر چھوڑ رکھا تھا۔ اللہ کے سہارے فرحان کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

☆☆...

میاں ستار سو چکے تھے۔رفعیہ بیگم نے دھیرے سے پیر چارپائی سے اتارے... بڑی دیر سے وہ میاں کی ٹانگیں دبا رہی تھی۔کچھ دیر پہلے عادل آیا تو وہ اسے کھانا دینے کی غرض سے اٹھیں مگر میاں ستار جاگ گئے اور آدھی آنکھیں کھول کے ان کی طرف دیکھا۔

''میں عادل کو کھانا دے کر آتی ہوں۔''

''ہاں ہاں۔جائو آ گئے ہیں گلفام روٹیاں توڑنے۔آج بھی ایک ہی جواب دیں گے کہ نوکری نہیں ملی۔'' وہ جل بھن سی گئیں۔پیشانی پر ناگوار سلوٹیں آئیں مگر ضبط کر گئیں۔

''رفیعہ! تمہاری ڈھیل نے اسے کہیں کا نہیں چھوڑا۔نوکری کے بہانے آوارہ گردی کر کے آجاتا ہے۔'' ان کی خاموشی پر بھی چوٹ کیے بغیر وہ رہ نہ سکے۔وہ پھر بھی کچھ کہے بغیر عادل کے لیے کھانا لے کر اس کے کمرے میں آگئیں۔انہیں دیکھ کر وہ بستر سے اٹھ بیٹھا مگر موڈ خراب تھا۔

www.pdfbooksfree.pk

''کیا بات ہے الجھے الجھے سے ہو؟'' انہوں نے پیار سے اس کے خوب صورت بالوں میں انگلیاں پھیریں۔

''کچھ نہیں امی بس ویسے ہی سر بھاری بھاری سا ہے۔''

''کوئی وجہ تو ہوگی۔''

''ہنہ مگر نوکری نہ ملنے کی وجہ نہ سمجھئے گا۔'' وہ ٹھوس لہجے میں بولا۔

''تو اور کیا وجہ ہے؟'' انہوں نے پیار سے نوالہ بنا کر اس کے منہ میں دیا۔

'' وجہ ہے ابا کی نک چڑھی بھتیجی تانیہ افتخار۔'' وہ چبا چبا کر بولا۔

''ہیں۔کیا تم چچا کے گھر گئے تھے؟''

''توبہ کریں۔مجھے کوئی شوق نہیں ان کے گھر جانے کا۔'' وہ نوالہ چبا کر نگلتے ہوئے جلدی سے بولا۔

''بری بات ایسے نہیں کہتے۔بیٹے یہ اپنے رشتے ہیں۔'' رفیعہ نے ہمیشہ کی طرح اس کی تربیت کی۔

"امی! آپ نہیں جانتیں۔ محترمہ کو اپنے اوپر بہت غرور ہے۔ کسی خرم صاحب کے ساتھ آئس کریم کھا رہی تھیں۔ بڑی طنزیہ نظروں سے مجھے گھور کر دیکھا اور قریب سے یہ کہہ کر گزر گئیں۔"

"لوگوں کو اپنی اوقات یاد نہیں رہتی... ہے نا امی واقعی ہمیں اوقات یاد رکھنی چاہیے۔" وہ ہنسنے لگا۔

"چھوڑو' نادان ہے سب ٹھیک ہو جائے گا۔" رفیعہ نے دانش مندی سے اس کے ذہن کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔

"جی نہیں۔ کچھ نہیں ٹھیک ہونے والا۔ اس سانولی کے مزاج ساتویں آسمان پر ہیں۔ بلاوجہ آپ نے میرا سر اس کے سامنے جھکایا ہوا ہے۔" وہ تلخ لہجے پر قابو نہ پا سکا تو رفیعہ بھی اس کو حق بجانب جان کر کچھ چپ سی ہو گئیں۔ انہیں بھی تانیہ کی تندمزاجی پسند نہیں تھی۔ اس کا غرور سے تنا ہوا سر اور قید وبند سے آزاد زبان پر ناپسندیدگی کا اظہار کئی بار وہ میاں افتخار سے کر چکی تھیں۔ جس کا جواب وہ زندہ دلی سے قہقہہ لگانے کے بعد فقط اتنا کہتے۔

www.pdfbooksfree.pk

"بھابی! نک چڑھی چڑیل اسی لیے تو عادل دیو کے حوالے کی ہے۔ یہ ہی ٹھیک کرے گا اسے۔"

یوں بات ہنسی مذاق میں آئی گئی ہو جاتی۔

"آپ کیا سوچنے لگیں۔ میں نے کھانا بھی کھا لیا۔" عادل نے آخری نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے انہیں چونکایا۔

"بس کچھ الجھن سی ہے۔ چاہتی ہوں افتخار اور شاہدہ سے کھل کے بات کروں مگر تمہاری نوکری آڑے آ جاتی ہے۔"

"میری نوکری میرا مسئلہ ہے اس سے بات کا کیا تعلق ہے؟"

"تعلق ہے۔ شادی کی بات کروں گی۔"

"ابھی آپ ایسا سوچیں بھی نہیں۔ بس چپ چاپ دیکھتی جائیں۔ تانیہ بی کیا رنگ دکھاتی ہیں۔" وہ یہ کہہ کر ہاتھ دھونے کے لیے کمرے سے باہر نکل

گیا۔رفیعہ کو میاں ستار کے کھانسنے کی آواز آئی تو وہ بھی جلدی سے باہر آ گئیں۔

عادل کمرے میں آ کر اپنی رائٹنگ ٹیبل کے سامنے کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔پہلی مرتبہ تانیہ اس کے ذہن پر طاری تھی۔اس سے پہلے بھی وہ ایسی ہی تھی۔ بالکل اسی طرح پیش آتی تھی مگر اس نے کبھی اس کے بارے میں اتنا نہیں سوچا تھا۔آج تو پچھلے چار گھنٹے سے وہ اسے ڈسٹرب کر رہی تھی۔نہیں معلوم غصے سے یاد آ رہی تھی یا اپنائیت سے... اس کی سانولی سی صورت پر اس کے لیے بیگانگی اور حقارت تھی۔اس کی گہری سیاہ آنکھوں میں طنز کی تیزی تھی... مگر پھر بھی کچھ ایسا تھا کہ اس نے دوبارہ پلٹ کر بھی اسے دیکھا۔ٹی پنک شرٹ اور سی گرین شلوار میں دوپٹے سے آزاد بانہیں لہراتی ہوئی وہ اس نوجوان کے ساتھ جا رہی تھی۔ایک بار اس کا دل چاہا کہ دوڑ کر جائے اور اس کا ہاتھ پکڑ کے اپنے ساتھ چلائے مگر ایسا نہ کر سکا... پھر دل چاہا کہ اس کی طرف تو دیکھنا بھی گوارا نہیں۔یہ سوچ کر بھی دل کو

www.pdfbooksfree.pk

سکون نہ ملا۔

"تانیہ بی۔تم لاکھ دامن بچا کر چلو۔وقت کے فیصلے کے مطابق تم مجھ سے منسوب ہو اور میں خود اپنی مرضی سے تمہیں آزاد کروں تو کروں' تمہاری مرضی سے تو تمہیں ایک ساعت کی آزادی بھی نہیں دوں گا۔تم نے عادل کے ارادے کی قوت کو للکارا ہے۔دیکھتے ہیں کس کی کیا اوقات ہے...؟" اس نے مضبوط لہجے میں تانیہ کو مقابل سمجھ کر کہا۔گویا وہ اس کے روبرو ہو جیسے۔ایک انوکھا فیصلہ اس قدر اچانک ہو گیا۔اس کا دل طمانیت سے بھر گیا۔ ایک دم ہی زندگی بہت زیادہ خوب صورت سی لگنے لگی۔زندگی کا مقصد اور زیادہ واضح ہو گیا۔کچھ دیر پہلے تک تانیہ کے لیے کسی خاص جذبے کا احساس نہیں تھا۔اب وہ اس کا مشن بن گئی تھی جسے ہر ممکن طور پایہ تکمیل تک پہنچانا تھا۔

...☆☆☆...

آخری فائل بند کر کے رکھنے کے بعد زبیر احمد نے لمحے بھر کو آنکھیں موند کر، کرسی کی پشت سے سر ٹکایا۔کچھ آرام سا محسوس ہوا مگر کمرے میں داخل ہوتی نرگس یہ دیکھ کر جل گئیں۔

"بہت خوب۔اپنے دفتری کام اور آرام دونوں کے علاوہ اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔" انہوں نے آنکھیں کھول دیں۔عینک لگائی اور اٹھ کر بیڈ پر دراز ہو گئے۔نرگس کو اور زیادہ برا لگا۔

"میں آپ سے مخاطب ہوں زبیر احمد۔"

"میرا خیال ہے آپ مخاطب نہیں بلکہ جلی کٹی سنا رہی ہیں۔" انہوں نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

"ڈرائنگ روم کا اے سی خراب ہو گیا ہے۔"

"ہو جائے گا ٹھیک۔"

"جن بھوت کریں گے۔بھئی مکینک بلوائو۔" وہ چلائی۔

www.pdfbooksfree.pk

"ابھی الہ دین کا چراغ رگڑوں۔چھری تلے سانس بھی لے لیا کرو۔ٹھیک ہونے میں وقت لگتا ہے۔" وہ بھی غصے سے سرخ پڑ گئے۔

"کل میری فرینڈز آ رہی ہیں۔میں نے لنچ پر انوائٹ کیا ہے۔صبح تک ٹھیک ہو جانا چاہیے۔" اس نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"نرگس! جانتی ہو گھر کتنی مشکل سے آباد ہوتے ہیں۔انہیں برباد کرنے میں منٹ نہیں لگتا۔" وہ خاصے ضبط کے ساتھ بولے۔

"دھمکیاں دینے لگے ہو۔برباد مرد کرتے ہیں ' عورت آباد کرنے آتی ہے۔" وہ گردن اکڑا کر بولی۔

"جائو اپنا کام کرو۔مت میرے صبر کو آزمایا کرو اور ہاں اس گھر میں کھانے کو کچھ ہے تو بتا دینا۔" وہ بیزاری سے بولے۔

"کچھ نہیں۔میں گھر نہیں تھی' ملازم آپ نے کوئی رکھا نہیں ہے۔باہر سے کچھ لے آئو۔" وہ یہ ڈائری سنا کر پٹ پٹ کرتی باہر چلی گئی اور زبیر احمد نے بمشکل تمام اپنے آپ کو کنٹرول کیا اور پھر اٹھ کر زرتاشیہ کے کمرے میں

آ گئے لیکن وہ کمرے میں نہیں تھی۔وہ دوبارہ کمرے سے نکل کر باہر آئے تو ناجی بڑی بیگم کا پیغام لے آئی۔انہوں نے بلایا تھا۔وہ اسے بھیج کر خود بھی جانے والے تھے کہ زرتاشیہ آگئی۔

''پپا۔''

''جی بیٹا۔'' وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

''پپا! کھانا کھالیں پھر کہیں جائیں۔''

''نہیں بیٹا پہلے آپ کی دادو کی بات سن آئوں پھر آ کر کھاتا ہوں۔''

''چلیں میں بھی چلتی ہوں۔''

''میرا خیال ہے بعد میں جانا۔جانے اماں جان کو کیا بات کرنی ہو۔'' وہ کچھ سوچ کر بولے۔

www.pdfbooksfree.pk

''ہونہہ چُوری کھلانی ہوگی۔شیشے میں اتارنا ہوگا۔'' نرگس نے پیچھے سے آ کر زہر آلود لہجے میں کہا تو وہ دونوں ہی ناگوار نظروں سے دیکھتے ہوئے آگے چل دیے مگر نرگس کی تیز آواز نے پھر زبیر احمد کا راستہ روکا۔

''سنو۔میں بھی آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔بیٹے کو ہی کیوں بلایا ہے؟ زرتاشیہ تم اپنے کمرے میں جائو۔'' زبیر احمد زرتاشیہ کی وجہ سے خون کا گھونٹ بھر کے آگے آگے چل دیے۔پیچھے نرگس تھی۔

بڑی بیگم اپنے کمرے میں تھیں۔ان کے پاس شاہدہ بیگم تھیں۔زبیر احمد کے پیچھے نرگس کو دیکھ کر بڑی بیگم کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔

''ارے بیوی۔زبیر احمد تمہارا زرخرید نہیں ہے۔کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دیا کرو۔میں نے صرف اسے بلایا تھا۔'' بڑی بیگم کی کھری کھری باتیں نرگس کو حددرجہ ناپسند تھیں۔اس وقت بھی وہ آپے سے باہر ہو گئیں۔

”بس بس اماں جان! بہت تذلیل کر لی آپ نے میری۔بیٹے کا سر سہلاتی ہو اور بہو کے لیے زہر بھرا ہے۔اگر زبیر احمد سے تعلق رکھنا ہے تو مجھے بھی برداشت کرنا ہے ورنہ میں دیکھتی ہوں زبیر کیسے

یہاں آتے ہیں؟“

نرگس بھابی! کیا ہو گیا ہے آپ کو ایسی کوئی بات نہیں ہے دراصل...“

”بس بس رہنے دو دراصل کو۔“ نرگس نے تڑخ کر شاہدہ بیگم کا جملہ چھینا۔

”نرگس! چپ ہو جائو ورنہ یہاں سے چلی جائو۔“ زبیر احمد نے دانت بھینچ کر کہا۔

”ہاں ہاں۔ٹھیک ہے میں چلی جاتی ہوں۔میرا شوہر ہی میرا نہیں ہے۔“ نرگس نے روتے ہوئے کہا اور تیز تیز قدموں سے چلی گئی۔کمرے میں کچھ دیر خاموشی رہی اور بڑی بیگم نے ہی خاموشی توڑی۔

www.pdfbooksfree.pk

”بیٹا مجھے معاف کر دینا۔نرگس میرا انتخاب تھی۔جانے کون سا گناہ سرزد ہو گیا ہے۔“ بڑی بیگم حددرجہ افسردگی اور پشیمانی سے بولیں۔

”اماں جان! آپ کیوں دکھی ہو رہی ہیں۔ستائیس سال میں اسے برداشت کرنے کی عادت سی ہو گئی۔آپ کہیے کیا کہنا ہے؟“ زبیر احمد نے ماں کے ہاتھ تھام کر کہا۔

”بڑے دنوں سے سوچ رہی تھی کہ تم اور شاہدہ مل بیٹھ کر بچوں کے بارے میں فیصلہ کرو۔زرتاشیہ اور فرحان کی بات کر رہی ہوں۔“ بڑی بیگم نے کہا۔

”جو فیصلہ آپ نے کیا تھا میں اس پر قائم ہوں۔“ وہ بولے۔

”فیصلے پر قائم ہونے سے بات نہیں بنتی۔اب آگے کی بات کرو۔شادی کا پروگرام بنائو۔“

”لیکن اماں اس کے لیے پہلے فرحان سے پوچھنا ہوگا۔وہ ہائر اسٹڈیز کے لیے باہر جانا چاہتا تھا۔“ شاہدہ بیگم نے کہا۔

”جانا چاہتا ہے یا نہیں یہ بعد کی بات ہے۔شادی کے بعد بھی جا سکتا ہے۔ بلاوجہ بچوں کو فرار کا راستہ نہ دکھایا کرو۔“ بڑی بیگم نے بیٹی کی سرزنش کر دی۔

”آپ نہیں سمجھتیں بچوں سے پوچھنا بھی ضروری ہے۔“ شاہدہ نے دبے دبے لہجے میں کہا۔

”شاہدہ! یہ بچوں کی طرف داری کرنا چھوڑ دو۔بھئی رشتہ طے ہے کیا پوچھنا؟“ بڑی بیگم زچ ہو کر بولیں۔

”اماں جان! افتخار بھائی سے بات کی آپ نے؟“ زبیر احمد نے دانستہ بات کا رخ بدلا۔

”اس موضوع پر تو نہیں کی لیکن انہیں اس بات پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟“

”پھر بھی پہلے آپ افتخار بھائی سے بات کریں پھر جو فیصلہ ہو میں زرتاشیہ کی شادی میں تاخیر نہیں کروں گا۔“ زبیر احمد نے دوسرے لفظوں میں اپنا حتمی

www.pdfbooksfree.pk

بیان سنا دیا جب کہ شاہدہ بیگم اس بات پر نہ خوش ہوئیں اور نہ ہی افسردہ... بس چپ سی ہو گئیں۔ان کے بچے تو خودسر ہیں خاص کر تانیہ تو ٹیڑھی کھیر تھی۔اس کو سمجھانا بہت مشکل کام ہے۔

”میاں افتخار ہیں کہاں؟“ بڑی بیگم نے پوچھا۔

”ان کے دوست حج کے لیے جا رہے ہیں۔انہیں ملنے گئے ہیں۔“

”رات کو خود بات کر لینا۔سچ پوچھو تو مجھے تمہارے بیٹے بیٹی سے خوف آتا ہے۔جانے منہ پھاڑ کے کب کیا کہہ دیں... اس لیے جلدی کرو اور ہاں کیا نام ہے اس بچے کا...؟“ وہ ذرا یاد کرنے کو رکیں۔

”عادل...“ شاہدہ بیگم نے جلدی سے کہا۔

”ہاں۔عادل اس کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔میاں ستار اور رفیعہ سے کہو کہ جتنی جلدی ہو سکے تانیہ بی کو لے جائیں ورنہ یہ رشتہ قائم رہنا مشکل ہے۔“ بڑی بیگم نے کھلے لفظوں میں بہت کچھ کہہ ڈالا۔بھائی کے سامنے اپنی بیٹی کی برائی

سن کر شاہدہ بیگم کچھ خفا خفا سی اٹھ کر چلی گئیں جب کہ بڑی بیگم نے تانیہ کا ذکر جاری رکھا۔

"لڑکی کو اس قدر آزادی دے رکھی ہے کہ اللہ کی پناہ۔شاہدہ اچھی ماں نہ بن سکی۔پہلے تو یہ بیل منڈھے چڑھتی نہیں۔اگر چڑھ بھی گئی تو دور تک چلنی مشکل ہے۔وہ بہت اچھا لڑکا ہے بہت نیک اور سلجھا ہوا۔"

"اماں جان! ابھی ناسمجھ ہے ٹھیک ہو جائے گی۔" زبیر احمد نے بھانجی کی طرف داری کی۔

"کوئی ناسمجھ نہیں ہے۔سب سمجھتی ہے اس کا بس چلے تو زمین آسمان ایک کر دے۔" بڑی بیگم نے ہاتھ نچا کر کہا۔زبیر احمد چپ ہو گئے۔

پھر کافی دیر وہ ماں سے دکھ سکھ بانٹتے رہے۔عصر کی اذان سنائی دی تو وہ اٹھ کر گھر کے لیے گئے۔

...☆☆☆...

www.pdfbooksfree.pk

فائیو اسٹار ہوٹل میں پر تکلف ولیمے کا انتظام کیا گیا تھا۔فیملی ہال میں بڑی ٹیبل بک تھیں۔ایاز' صائمہ' مسز جیری' سامعہ' فرحان اور میاں افتخار کھانے کے دوران دلچسپ باتیں کر رہے تھے۔سامعہ کی خوشی دیدنی تھی۔میاں افتخار نے اچانک فرحان کو فون کر کے آنے کی اطلاع دی تھی اور ٹھیک بیس منٹ بعد وہ ہوٹل پہنچ گئے تھے۔بنارسی شیفون ساڑھی میں سادہ سادہ سی تیاری کے ساتھ سامعہ انہیں

بہت پسند آئی۔اسے گلے لگا کر پیشانی چوم کے ڈھیر ساری دعائیں دیں۔فرحان کو خوب پیار کیا... اور پھر بڑی اپنایت سے قیمتی کنگن سامعہ کی دونوں کلائیوں میں پہنائے۔سامعہ کی خوشی سے پلکیں بھیگ گئیں۔ایسے میں مسز جیری نے اسے پیار سے تھپکی دی۔وہ جو دل ہی دل میں سامعہ کے لیے فکرمند تھیں۔ میاں افتخار کا مشفقانہ رویہ دیکھ کر مطمئن سی ہو گئیں۔میاں افتخار کی آمد ہی سامعہ کے لیے بڑی ڈھارس تھی جب کہ میاں افتخار نے دو تین روز میں ہی اسے گھر لے جانے کی تسلی بھی دے دی۔

کھانا کھاتے گپ شپ لگاتے رات کے بارہ بج گئے تو میاں افتخار نے فوراً میز چھوڑ دی۔

"اب اجازت ورنہ ہم پر گھر کا دروازہ بند ہو جائے گا۔" وہ مسکرا کر بولے تو سب مسکرا دیے۔

"میں بھی چلتا ہوں۔میرے لیے بھی یہی قانون لاگو ہے۔" فرحان بھی تیار ہو گیا۔

"آپ سامعہ کو چھوڑ کر اپنی گاڑی پر آنا۔میں اس وقت تک پہنچ کر آپ کے لیے گیٹ کھلا رکھوں گا۔" میاں جی نے کہا اور سامعہ کے سر پر ہاتھ رکھ کے سب کو خدا حافظ کہہ کر ہال سے نکل گئے۔

"ایسا کرو آپ بھی جائو۔بھابی ہمارے ساتھ چلی جائیں گی۔" ایاز نے مشورہ دیا۔مشورہ مناسب تھا۔وہ سامعہ سے نظروں نظروں میں اجازت لے کر رخصت ہو گیا۔اس کے پیچھے ہی مسز جیری چلی گئیں اور سب سے آخر میں وہ تینوں باہر نکلے۔ایاز بل کلیئر کرنے کے لیے کائونٹر پر گیا تو ششدر سا

www.pdfbooksfree.pk

واپس آیا۔بل تو میاں افتخار ادا کر کے جا چکے تھے۔ایاز نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے یہ بات بتائی تو صائمہ خوش ہو گئی۔

"کتنے اچھے ہیں میاں جی۔سامعہ بھابی اب آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"ہاں۔فرحان کے ساتھ میاں جی کا ووٹ آپ کے لیے ہے۔دھیرے دھیرے سب اچھا ہو جائے گا۔" ایاز نے بھی صائمہ کی تائید کی۔

"ایاز بھائی! میں فرحان اور میاں جی مایوس نہیں کروں گی۔اس گھر کو اپنی جنت سمجھوں گی اور جنت آسانی سے نہیں ملتی۔اس کے لیے بہت صبر کرنا پڑے گا۔بہت قربانیاں دینی ہوں گی۔" سامعہ نے ٹھہر ٹھہر کے بات مکمل کی۔

"اللہ کرے آپ کو صبر نہ کرنا پڑے اور نہ قربانیاں دینی پڑیں۔" ایاز نے دعائیہ انداز میں کہا تو صائمہ نے خلوص دل سے آمین کہا۔

"آپ ملے تو ہوں گے فرحان کی ماما سے۔" سامعہ نے ایاز سے پوچھا۔

”ہاں بہت دفعہ۔میں اس کی پوری فیملی سے ملا ہوں۔بلکہ اکثر ہی جانا ہوتا ہے۔اب تقریباً دس پندرہ دن سے نہیں گیا۔“ ایاز نے بتایا۔

”سامعہ بھابی کے لیے کون مشکل پیدا کر سکتا ہے؟“ صائمہ نے شوہر سے پوچھا۔

”فرحان کی ماما تو بہت ٹھنڈے مزاج کی خاتون ہیں۔فرحان سے بہت پیار کرتی ہیں۔شاید وہ معاف کر دیں مگر اصل مسئلہ اس کی نانو کا ہے۔وہ بہت ضدی اور تحکمانہ فطرت کی مالک ہیں پھر شاید وہ اس معاملے میں اپنی بیٹی کو بھی ناپسند کریں۔دراصل اپنی پوتی کا متاثر ہونا وہ کیسے قبول کریں گی۔“ خاصی طویل بات کر کے ایاز نے اس کا خیال جاننے کے لیے ذرا سا پیچھے مڑ کر دیکھا۔

”یہی پریشانی یقینا فرحان کو بھی ہے۔اس صورت حال میں تو کچھ بھی ممکن ہے ایاز بھائی۔“ اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔اسی اثنا میں گاڑی گھر کے گیٹ سے اندر داخل ہوگئی اور وہ منتشر سوچوں میں غلطاں اپنے کمرے کی

www.pdfbooksfree.pk

طرف چل دی مگر دل تو جیسے فرحان کے پہلو سے لپٹ کر چلا گیا تھا۔ایک دم ہی بے قراری بڑھ گئی اور بیکل سی کمرے میں چکر لگانے لگی۔کس قدر صبر اور برداشت کا حوصلہ تھا اس میں کہ زندگی کی نائو بیچ بھنور میں پھنسی تھی۔نہ ڈوبنے کا یقین تھا نہ ساحل مراد تک پہنچنے کی آس... بس آنکھیں موند کے کشتی میں سوار ہو گئی تھی۔پہلے دو بازیاں ہار کے تیسری کے لیے فیصلہ کرنا کچھ آسان نہیں تھا مگر جانے کہاں سے فرحان کی محبت نے نقب لگائی اور اس کی خاطر وہ اپنا آپ تیسری بار دائو پر لگا بیٹھی۔

گھڑی کی سوئیاں ٹک ٹک کر کے آگے کا سفر طے کر رہی تھیں اور وہ سونے کے وقت میں جاگ رہی تھی۔یہ امید تھی کہ فرحان بھی اس کے بغیر کروٹیں بدل رہا ہوگا۔اسے شدت سے یاد کر رہا ہوگا۔

کافی دیر وہ اسی قسم کے خیالات میں الجھی رہی۔نیند تو آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔بے چین سی کمرے کی کھڑکی کھول کے باہر کا نظارہ کرنے لگی۔ چھوٹے سے سرسبز لان پر اس سمے پورے چاند کا عکس نمایاں تھا۔دودھیا سی

روشنی میں لان کی خوب صورتی خواب ناک سی دکھائی دے رہی تھی۔اس کا دل بہل سا گیا۔کچھ اور سوچنے والی تھی کہ موبائل فون نے اپنی طرف متوجہ کر دیا۔وہ لپک کر اسے اٹھانے آئی۔فرحان کا فون تھا۔وہ خوشی سے کھل اٹھی۔

''جانِ فرحان! میرے فون کا انتظار کر رہی تھیں نا...''

''آپ کو کیسے پتہ چلا؟'' وہ شرما سی گئی۔

''میرے دل میں تمہارے وجود نے اپنا احساس دھڑکن بنا دیا تھا۔دل دھڑکا اور میں جان گیا۔'' اس کی مخمور آواز آئی۔

''بس بس اتنے رومانٹک ہونے کی ضرورت نہیں۔''

''چلیے آپ بتایئے کتنے رومانٹک ہونے کی ضرورت ہے؟'' وہ اڑ گیا۔

''مجھے نہیں پتہ۔یہ بتایئے گھر میں تو خیریت تھی نا میرا مطلب بابا اور آپ۔''

www.pdfbooksfree.pk

''ہم دونوں ہی ساتھ ساتھ پہنچے تھے۔نانو کی شاید طبیعت کچھ خراب ہے۔وہ کمرے سے نکلی نہیں۔بابا اپنے کمرے میں گئے۔نہیں معلوم کہ ماما کا موڈ کیسا تھا؟'' فرحان نے مختصراً بتایا۔

''بابا! سب سنبھال لیں گے نا۔'' اس نے ڈرے ڈرے لہجے میں پوچھا۔

''کم آن ڈارلنگ! اس وقت تو یہ خوف ناک باتیں نہ کرو۔اچھی اچھی باتیں کرو۔مثلاً یہ بتائو مجھے مس کر رہی ہو... تمہیں میری کمی محسوس ہو رہی ہے... میں پاس آ جائوں تو کیسا ہو...؟'' وہ شوخ ہو گیا۔

''اے ہش۔بس اب چپ کر کے سو جائیں۔'' وہ تیزی سے بولی۔

''ویسے تم بور ہو۔پیار ویار تمہارے بس کا روگ نہیں سوچنا پڑے گا۔وہ زرتاشیہ اس کی تو عادت ہے اس وقت بھی اپنے کمرے کی کھڑکی سے میرے کمرے کی طرف دیکھ رہی ہوگی۔'' اس نے ستانے کی خاطر کہا مگر اس پر الٹا اثر ہوا۔

''بہت بری بات ہے۔آپ اس محبت کرنے والی کا مذاق اڑا رہے ہیں۔''

"تو تم محبت نہیں کرتیں بولو بتائو...؟" وہ پھر سر ہو گیا۔

"فرحان! کیا چھوٹے سے بچے بن جاتے ہو۔اب فون بند کر کے سو جائو۔" اس نے موضوع ہی بدلنے کی کوشش کی تو وہ پھر بھی نہیں ٹلا۔

"سامعہ پلیز! بتائو کیا تم مجھ سے محبت نہیں کرتیں؟"

"فار گاڈ سیک فرحان! اگر نہ کرتی تو شادی کیسے ممکن تھی۔بلاوجہ کی ضد کرنے لگتے ہو۔" وہ سنجیدہ ہو گئی۔

"ہو سکتا ہے کہ..."

"پلیز! ہو سکتا ہے کے چکر میں نہ پڑیں۔مجھے نیند آ رہی ہے۔آپ بھی سو جائیں۔"

"اوکے میں صبح موقع ملتے ہی آئوں گا۔"

"اوکے شب بخیر۔" اس نے خوش دلی سے کہا اور فون بند کر دیا۔

...☆☆☆...

www.pdfbooksfree.pk

میاں افتخار بڑی دیر سے اخبار کی اوٹ سے شاہدہ کے چہرے کو پڑھنے کی کوشش کر رہے تھے... وہ خاصی چپ چپ سی تھیں۔فرحان بھی ان کی طرف بار بار چور نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ناشتے کے بعد آج اس لیے فراغت تھی کہ اتوار کا دن تھا مگر اس وقت بھی تانیہ کمرے میں سوئی ہوئی تھی۔ بڑی بیگم اسے سوتا دیکھ کر سیدھی وہیں چلی آئیں اور شاہدہ پر برس پڑیں۔

"لاڈلی کی بھی کچھ خبر لے لیا کرو۔گھوڑے گدھے سب بیچ کر سوئی ہے۔ اگلے گھر بھی جانا ہے اسے۔"

شاہدہ اس اچانک حملے کے لیے تیار نہیں تھیں۔میاں جی نے فوراً موقع کی نزاکت کو سمجھ کر انہیں مخاطب کیا۔

"اماں جان! آپ کے لیے میں نے انڈیا سے پان منگوائے ہیں۔"

"جیتے رہو مگر اولاد کی تربیت پر توجہ دو۔خود سوچو تانیہ کس ڈگر پر چل رہی ہے..." انہوں نے پھر اصل موضوع نہ چھوڑا۔شاہدہ کو بس چپ سی لگ گئی تھی۔اٹھ کر جانا چاہتی تھیں کہ وہ بولیں۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟"

"جی۔اماں بالکل ٹھیک ہے۔" اس نے دھیرے سے جواب دیا۔

"تو پھر بیٹھو۔یہ بتائو افتخار سے بات کی تم نے؟"

"جی۔کون سی بات؟" وہ ذہن پر زور ڈالتے ہوئے بولیں۔

"بہت خوب۔ارے شاہدہ رات بھر میں بھول گئیں۔میں نے فرحان اور زرتاشیہ کی بات کرنے کو کہا تھا۔" وہ بلند آواز میں بولیں۔میاں افتخار اور فرحان ٹھٹکے۔

"آپ کے سامنے بیٹھے ہیں۔آپ خود بات کر لیں۔" وہ کچھ بیزاری سے کہہ گئی۔

"چلو۔ہم کر لیتے ہیں۔" وہ راضی ہو گئیں مگر عین اسی وقت ناجی آ گئی اور بولی۔

www.pdfbooksfree.pk

"بڑی بیگم صاحبہ! اسٹور سے کتنے کھیس نکالنے ہیں اور کون کون سے نکالنے ہیں؟"

"ارے ابھی کھیس نکالے ہی نہیں کب نکالے گی؟ کب دھوئے گی اور کب سوکھیں گے؟" وہ اس پر خفا ہوتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں۔میاں جی نے اطمینان کا سانس لیا۔وہ چلی گئیں تو انہوں نے فرحان کو بھی جانے کا اشارہ کر دیا۔اس کے بعد دونوں اپنے کمرے میں آ گئے۔

شاہدہ کمرے میں بھی چپ چاپ ایک میگزین اٹھا کر صوفے پر بیٹھ گئیں تو میاں افتخار بولے۔

"کیا بات ہے چپ چپ ہو؟"

"کچھ نہیں۔بس تھکن سی ہے۔" وہ ٹال گئی۔

"یہ فرحان اور زرتاشیہ والا کیا مسئلہ ہے؟" انہوں نے پوچھا۔

"اماں جان کا خیال ہے فرحان کی تعلیم مکمل ہو چکی ہے۔اب اس کی شادی کر دینی چاہیے۔"

"ہاں کہتی تو ٹھیک ہیں مگر..." وہ رک سے گئے۔

"مگر کیا...؟"

"مگر یہ کہ ہم تانیہ اور فرحان کی شادی ایک ساتھ کریں گے۔" وہ ہکلائے۔

"تانیہ کی تو بات ہی نرالی ہے۔جانے کیا ہو گیا ہے اسے... مجھے اسی کی فکر کھائے جا رہی ہے۔کسی کو خاطر میں نہیں لاتی۔سب کچھ بدلنا چاہتی ہے۔اماں جان اور اس کی تو ہر وقت ٹھنی رہتی ہے۔" شاہدہ نے موقع ملتے ہی دل کا تھوڑا سا بوجھ کم کر لیا۔

"ارے یہ معمول کی باتیں ہیں۔آپ فکر نہ کریں۔" انہوں نے یکسر نظرانداز کر دیا۔

"پھر کیا خیال ہے فرحان کی شادی سے متعلق؟"

www.pdfbooksfree.pk

"کہا تو ہے کہ اتنی جلدی نہیں۔عادل کی نوکری لگ جائے پھر ساتھ ہی کریں گے۔" وہ پھر جلدی سے کہہ گئے۔

"اماں جان نہیں مانیں گی۔"

"بھئی بچوں کے مستقبل کی بات ہے۔میں کیسے فیصلہ کروں؟" وہ ٹال مٹول سے کام لے رہے تھے۔شاہدہ نے غور سے انہیں دیکھا۔

"افتخار! یہ فیصلہ تو بہت پہلے اماں جان کر چکی ہیں۔"

"تو پھر جو چاہیں کریں۔میں کیا بتائوں؟" وہ زچ ہو کر بولے۔

"میں خود فرحان سے بات کروں گی۔"

"جو جی میں آئے کرو۔میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہوں۔" وہ الجھن کا شکار ہو گئے۔

"مشکل تو میری ہے کہ میں کس کو کہوں؟" شاہدہ روہانسی ہو کر بولیں۔

"میں کیا بتائوں؟" وہ دھیرے سے بولے۔

”سب اپنی مرضی کرتے ہیں۔میں ہی سب کا خیال کروں۔“ وہ بڑبڑاتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی تو میاں افتخار ہونٹ چباتے ہوئے اٹھ بیٹھے۔مضطرب سے ہو کر کمرے میں ٹہلنے لگے۔ان کی نگاہوں میں معصوم سی سامعہ کا چہرہ آ گیا جس گھر کی خوشی دینے کی کوشش میں وہ لگے ہوئے تھے مگر یوں نئی الجھن سامنے آئے گی یہ انہوں نے سوچا ہی نہیں تھا۔دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں ٹہلتے ہوئے وہ کچھ سوچ رہے تھے۔جس کا علم نہ اماں جان کو تھا اور نہ ہی شاہدہ کو... سامعہ اور فرحان کی خوشیوں کے وہ واحد امین تھے۔

”سامعہ کو اس گھر میں آنا ہے مگر کیسے؟“ یہ سوچ سوچ کر وہ بڑی دیر پریشان ہوتے رہے کیونکہ یہ اتنا آسان کام نہیں تھا۔

...☆☆☆...

www.pdfbooksfree.pk

”میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ آپ مجھ سے ایوائڈ کیوں کر رہے ہو؟“ اس کے روبرو ہوتے ہوئے زرتاشیہ میں جانے آج کہاں سے اتنی ہمت آگئی کہ وہ پورا منہ کھول کے پوچھ بیٹھی۔

فرحان نے حیرت سے سرمئی شلوار سوٹ میں نرم ونازک سی زرتاشیہ کو غور سے دیکھا۔وہ اس کے کمرے میں‘ بالکل اس کے قریب تھی۔

”کچھ مت سوچیئے۔میں نے کچھ غلط نہیں کہا۔“ اس کی نظروں کا زاویہ دیکھ کر وہ خودبخود صفائی دینے لگی۔

”میں نے کب کہا ہے کہ تم نے غلط کیا ہے؟“ وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔

”یہی تو بات ہے کہ آپ کو مجھ سے کوئی مطلب نہیں۔“ وہ اس کی لاتعلقی پر چڑ گئی۔

”میں سمجھا نہیں مطلب سے تمہاری کیا مراد ہے؟“ اس نے براہِ راست اس کی آنکھوں میں دیکھا تو وہ گڑبڑا سی گئی۔

”آپ اس قدر لاتعلق رہ کر کیا کہنا چاہتے ہیں؟“

”پھر وہی بات‘ جانے تم کیا کہنا چاہتی ہو؟“ وہ اس کے سوال پر سوال کر بیٹھا۔

”میں آپ کی کچھ لگتی ہوں۔آپ کو میں تلاش کرتی ہوں اور آپ کنی کتراتے ہیں۔بچ کر نکل جاتے ہیں۔“ اس کے لہجے میں احتجاج تھا۔آنکھوں میں اضطراب تھا۔فرحان کے لیے وہ بالکل نئ

زرتاشیہ تھی۔وہ تو شرمیلی سی کم گو زرتاشیہ کو جانتا تھا۔

”لگنے سے تمہاری مراد جو بھی ہے۔اس کے لیے فقط اتنا کہ سب کچھ دائروں میں قید کرنے سے نہیں بدلتا جو تم کہنا چاہتی ہو۔اس کی بازگشت آج کل میرے گھر میں سنی جا رہی ہے مگر زرتاشیہ یہ پوری سچائی اور مکمل حقیقت نہیں۔“ نہ چاہتے ہوئے بھی جانے وہ کتنا کچھ کہہ گیا مگر اس کی ذہنی استطاعت سے شاید دور رہا۔

www.pdfbooksfree.pk

”پوری سچائی اور مکمل حقیقت کیا ہے؟“ وہ معصومیت سے پوچھ رہی تھی۔ فرحان کو اس کی معصومیت پر ڈھیر سارا پیار آیا۔دل چاہا کہ سب کچھ واضح طور پر بتا دے لیکن یہ مناسب نہیں تھا اس لیے نظریں جھکا لیں۔

”بتایئے نا فرحان! آپ مجھ سے لاتعلق کیوں رہتے ہیں؟“

”میرا خیال ہے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔آرام کرو اور ہاں ذہن پر بوجھ نہ ڈالو۔“

”آپ کو میں بیمار نظر آ رہی ہوں کیا؟“ وہ طنزیہ بولی۔

”زرتاشیہ پلیز! کیوں آج اس طرح بی ہیو کر رہی ہو؟“ اس نے ایک دم ہی نرمی سے پوچھا تو اس کی آنکھیں بھر آئیں۔

”مجھے سوچنے کے لیے بچپن سے آپ کا نام دیا گیا۔میں سوچتے سوچتے کہاں تک سفر کر گئی ہوں۔آپ کو اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا اور...“

”اور کسی کو بھی یہ اندازہ نہیں ہو سکتا کہ کون کب... کون سے پروں کے ساتھ کون سا سفر‘ کہاں تک طے کر گیا...“ وہ جانے کہاں سے کہاں عالم محویت میں پہنچ گیا جہاں سامعہ اس کا ہاتھ تھامے اس کی شریک سفر تھی۔

”مجھے یہ پتہ ہے کہ میرے نام کے ساتھ آپ کا نام لیا جاتا ہے۔یہی کافی ہے میرے لیے۔“ وہ یہ اطلاع فراہم کر کے چھلاوے کی مانند کمرے سے نکل گئی۔فرحان چند لمحے دروازے کی طرف دیکھتا رہا۔

”زرتاشیہ میں بڑی تبدیلی آئی ہے۔“ اس نے خود سے کہا۔”مگر یہ تبدیلی نہیں آنی چاہیے تھی۔“

ظاہر ہے اس طرح کی تبدیلی کی اب جگہ تھی اور نہ گنجائش... فرحان کی کشتی تو کنارے جا لگی تھی۔زرتاشیہ سے منسوب ہونے کے باوجود سامعہ کی آمد سے وہ اپنے قدموں پر کھڑا نہ رہ سکا۔آناً فاناً سامعہ کی شخصیت کے سحر نے اسے قید کر لیا۔اسے پتھر کا بنا دیا۔وہ جتنا سامعہ کے لیے کم سوچنا چاہتا زیادہ اور زیادہ سوچتا چلا جاتا۔اسے اس کی طلسماتی قید سے آزاد ہونے کی کوئی

www.pdfbooksfree.pk

تمنا اور آرزو نہیں رہی تھی۔اپنی اس قید پر وہ خوش اور مسرور ہوتا رہا۔دن رات کی خبر نہ رہی۔اس دوران شاید زرتاشیہ زیادہ نظرانداز ہوئی۔اس سے پہلے تو وہ ہلکی پھلکی بات چیت کر لیتا تھا۔مسکرا کر کسی بات کا جواب بھی دے دیتا تھا۔اسے اچھی سی کتاب لا کر دیتا تھا بلکہ اکثر وپیشتر اس کی پینٹ کی جیب سے اس کی فیورٹ چاکلیٹ بھی برآمد ہوتی تھی مگر ایسا کرتے ہوئے بھی اس نے کبھی زرتاشیہ سے زیادہ کھلنے کی کوشش نہیں کی تھی یا یہ اس کا مزاج نہیں تھا۔اسی لیے یونیورسٹی میں وہ اکھڑ اور مغرور مشہور تھا۔بہت لیے دیے رہتا تھا۔اس وجہ سے زرتاشیہ کو اطمینان سا تھا مگر اب اچانک اس میں‘ اس کی تلاش کی جو آگ بھڑکی تھی اس پر خود فرحان متحیر تھا۔کافی دیر وہ یہ سوچتا ہی رہا کہ زرتاشیہ کو کیسے فیس کرے گا ... اور زرتاشیہ کا کیا ہوگا؟ شاید آج سے پہلے اس کے لیے اس نے ایسا نہیں سوچا تھا۔آج سوچ کر ذہن بھاری ہو گیا۔اوندھے منہ بستر پر گر کر آنکھیں موند لیں مگر چند لمحے ہی گزرے تھے کہ اس کے بالوں میں کسی نے انگلیاں پھیریں تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ماما اس کے سرہانے بیٹھی تھیں۔

"آپ..."

"زرتاشیہ کو کیا کہا ہے وہ روتی ہوئی گئی ہے۔" شاہدہ نے دھیمے سے پوچھا۔

"کک... کچھ بھی نہیں۔مجھے کیا کہنا تھا۔" وہ ہکلایا تھا۔

"وہ اتنی پیاری، اتنی معصوم سی بچی ہے۔اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر پریشان ہو گئی۔"

"مگر ماما! میں نے کچھ نہیں کہا۔" وہ یقین دلانے کے لیے ذرا سی اونچی آواز میں بولا۔

"بس اسے کچھ کہنا بھی نہیں۔وہ مجھے بہت عزیز ہے"

"مجھے معلوم ہے وہ آپ کے بھائی کی بیٹی ہے۔" نجانے کیوں فرحان کے منہ سے طنزیہ جملہ پھسل گیا۔شاہدہ چونک سی گئیں۔

www.pdfbooksfree.pk

"کیا نہیں کرتی میں آپ لوگوں کے لیے مگر ایک منٹ میں آپ سب میری عزت کا بوریا بستر باندھ کر میرے کندھوں پر رکھ دیتے ہیں۔ذرا بھرم نہیں رہنے دیتے۔" وہ بہت افسردگی سے بولیں۔

"معاف کرنا ماما! ہمار مرضی سے کچھ نہیں کرتیں۔سب کام، سب چیزیں نانو کے راستے ہم پر مسلط کی جاتی ہیں۔یہ زرتاشیہ بھی نانو اور آپ کی مرضی سے ہیں۔" وہ ایک دم ہی منہ پھٹ ہو کے کہہ گیا۔

"یہ کیا کہتے رہتے ہو آپ اور تانیہ۔یہ نے کچھ آپ لوگوں کے لیے نہیں کیا؟" وہ غم وغصے سے دبے دبے لہجے میں چلائیں۔

"ماما! کیا ہے مگر نانو کی مرضی سے، چھپتے چھپاتے ڈرتے ڈرتے۔تانیہ بھی یہی کہتی ہے نا... تو اس وجہ کو سمجھیں پلیز خفا مت ہوں۔" وہ کچھ پیار سے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بولا مگر وہ وہاں اور کچھ دیر بیٹھ نہ سکیں۔آہستہ سے اپنا ہاتھ چھڑا کر باہر چلی گئیں۔جو صدمہ ان کو اندر ہی اندر چاٹ رہا

تھا' اس کے بارے میں کوئی فکرمند نہیں تھا۔سب کو ان سے ہی شکایت تھی۔اپنی ذات کا یہ نامکمل سا

احساس رات دن ان کو ستاتا تھا مگر لبوں پر دھیمی مسکان اور کم گویائی نے پردہ ڈال رکھا تھا جسے سرکا کر ان کی ذات میں جھانکنے کی کسی کو فرصت نہیں تھی۔

...☆☆☆...

شہر سے دور سیاہ چمکیلی سڑک پر گاڑی تیزی سے بھاگ رہی تھی۔وہ اسے گاڑی آہستہ چلانے کی ہدایت کر رہی تھی لیکن وہ کب سن رہا تھا۔ان کے قریب سے اکا دکا گاڑیاں گزر رہی تھیں۔ذرا دیر کو وہ رفتار پر کنٹرول کرتا اور پھر گاڑی اڑانے لگتا۔تانیہ کے چیخنے چلانے پر وہ منہ سے سیٹی بجاتا رہا... پھر ایک دم ایک جگہ اس نے جھٹکے سے گاڑی روک دی۔

"ہاں۔اب بولو کیا کہہ رہی تھیں تم؟" وہ مسکرا کر بولا تو وہ بگڑی۔"

"اتنی دور پوچھنے کے لیے لائے ہو؟"

www.pdfbooksfree.pk

"کیوں یہ جگہ پسند نہیں آئی؟ دیکھو کتنا دلکش منظر ہے... کتنا سکون ہے؟ شہر کے سب ہنگامے پیچھے رہ گئے... پرندے کانوں میں رس گھول رہے ہیں۔" خرم کھوئے کھوئے لہجے میں بولا۔

"اوگاڈ! خرم تمہیں اندازہ ہے کہ ہم کتنی دور آ گئے ہیں۔شام ڈھل رہی ہے۔گھر واپسی تک رات ہو جائے گی۔مشکل سے بہانہ بنا کر آئی ہوں۔نانو کو کیسے فیس کروں گی؟" تانیہ جھلا کر بولتی چلی گئی۔وہ انتہائی دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھ کر لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"یار! آج ایک بات تو بتائو؟"

"پوچھو؟" وہ بھولپن سے بولی۔

"سچ سچ بتائو۔تمہاری نانو بندے وندے کھاتی ہیں' خون پیتی ہیں کیا؟" اس نے قطعاً سادگی سے پوچھا تو وہ ہنس پڑی۔

"بکومت۔"

”ہر وقت نانو نانو... ان کے بارے میں سوچتا ہوں تو کوئی سخت گیر ظالم وجابر بادشاہ ذہن میں آتا ہے حالانکہ دیکھنے میں صاف ستھری، وضع دار، طرح دار پڑھی لکھی خاتون لگتی ہیں۔“

”جی ہاں۔علی گڑھ کی میٹرک پاس ہیں۔بظاہر ایسی ہی لگتی ہیں مگر انتہائی ڈومینٹنک پرسنالٹی۔“ وہ ترشی نہ چھپا سکی۔

”تو رہنے دو ہم انہیں کیوں ڈسکس کریں۔“

”خیر چھوڑو کوئی اور بات کرو۔“

”میں ہفتے دس دن تک اسلام آباد چلا جائوں گا۔ڈیڈ نے کہہ دیا ہے کہ بزنس سنبھالو۔مام بھی یہی چاہتی ہیں کہ اب کاروبار سنبھالوں، نوکری تو کرنی نہیں ہے۔“ اس نے بتایا۔

”کیا...؟ تم چلے جائو گے اور میں کہیں بھی نہیں...“ وہ دکھ سے چلائی۔

www.pdfbooksfree.pk

”تم تو میری ذات کی بائونڈری ہو چاروں طرف سے محفوظ۔کڑیے! وہ کیا نام ہے تمہارے دل جگر کا... ہاں عادل۔“ وہ تمسخرانہ انداز میں بولا تو وہ برا مان گئی۔

”ابھی میں نے عادل کے لیے ایسا کچھ نہیں سوچا۔“

”تو سوچو ڈارلنگ۔میں منع نہیں کرتا کیونکہ ہم صرف دوست بن کر رہ سکتے ہیں۔“

”اب اتنے آزاد خیال بھی نہ بنو۔میں خود فیصلہ کروں گی۔“

”جیسے تمہاری مرضی لیکن وہ اینگری ینگ مین مجھے بڑا جی دار لگا ہے۔“ وہ یہ بتا کر خوب ہنسا۔

”وہ میرے گھر والوں کی پسند ہے۔میرا فیصلہ محفوظ ہے۔“ وہ تنتنا کر بولی۔

”پاگل لڑکی! تمہیں کس نے روکا ہے جو چاہو فیصلہ کرو بس مجھے اطلاع کر دینا۔“

”مجھ پر کوئی مرضی مسلط نہیں کر سکتا۔میں کروں گی ماما سے بات۔عادل کا طوق تو میں اتار کے ہی رہوں گی۔“

”چلو واپس چلیں ورنہ تمہاری نانو شہر میں منادی کرا دیں گی۔“

” اوکے واپس چلتے ہیں۔“ وہ مسکرا کے چل دی۔

”ویسے یار تانی! وہ تمہارے حق سے دستبردار ہونے والا لگتا نہیں اور اس کو تمہاری فیملی سپورٹ بھی حاصل ہے۔“ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے وہ بولا۔

”یہی تو مسئلہ ہے لیکن ابھی میں نے اس مسئلے کو لفٹ نہیں دی۔دیکھا جائے گا۔“

وہ ایک دم ریلیکس ہو گئی۔خرم نے پھر گاڑی اڑانی شروع کر دی۔وہ سارے راستے چپ چاپ باہر بھاگتے دوڑتے مناظر کا نظارہ کرتی رہی۔

...☆☆☆...

www.pdfbooksfree.pk

رات جس بات کو مصلحتا شاہدہ نے برداشت کیا تھا۔اس کی ایک وجہ یہی تھی کہ وہ اماں جان کو تنقید کا موقع نہیں دینا چاہتی تھیں۔تانیہ کا دیر سے گھر آنا انہیں سخت ناگوار گزرا تھا اور وہ اس وقت صرف اسے

کمرے میں جاتا دیکھتی رہ گئیں۔میاں افتخار ٹی وی کی اسکرین پر نظریں جمائے حالات حاضرہ کا پروگرام دیکھنے میں محو تھے۔انہوں نے کسی طرح کا تاثر نہ دیا۔اس لیے وہ چپ رہیں۔ویسے بھی ان کا مزاج نہیں تھا غصہ اور سختی کرنا۔ لیکن صبح فجر کی نماز پڑھ کر صحن میں ٹہلنے کے بجائے وہ اس کے کمرے میں آگئیں۔وہ بیڈ پر آڑی ترچھی سوئی ہوئی تھی۔کمرے میں بے ترتیب چیزیں پھیلی ہوئی تھیں۔الارم زور زور سے چیخ چیخ کر اسے جگانے کی کوشش کر رہا تھا مگر وہ بے سدھ سوئی ہوئی تھی۔

”تانیہ تانیہ!“ انہوں نے پکارا تو وہ ہلکا سا کلبلائی پھر سو گئی۔انہوں نے اس کے سرہانے بیٹھ کر پھر پکارا۔

...☆☆☆...

"تانی! تانیہ یہ الارام کس کے لیے لگایا تھا۔میرے لیے یا نانو کے لیے۔"

"اوہ الارم بول چکا۔" وہ ایک دم اچھل کے بیڈ سے اٹھی اور وال کلاک پر نظر ڈالی۔

"اتنی جلدی کیا ہے؟ یونیورسٹی تو تم لیٹ جاتی ہو۔"

"وہ ماما! یونیورسٹی سے پہلے خرم کو ملنا تھا۔او گاڈ لیٹ ہو گئی۔اب تو وہ جا چکا ہو گا۔"

"کیا مطلب؟ کیوں ملنا تھا؟"

"ماما پلیز! اس طرح نہ پوچھیں۔دراصل ہم نے اکھٹے جوگنگ کا پروگرام بنایا تھا اور پھر یونیورسٹی مگر..."

"مگر یہ فضول آئیڈیا ہے۔اسے ذہن سے نکال دو۔خرم کے ساتھ جوگنگ کتنی مضحکہ خیز بات ہے۔" شاہدہ نے سنجیدگی سے سپاٹ لہجے میں کہا تو وہ بپھر گئی۔

www.pdfbooksfree.pk

"مضحکہ خیز... کیوں؟ وہ میرا کلاس فیلو ہے۔میرا دوست ہے۔"

"تانیہ! حد سے تجاوز نہیں کرتے۔لڑکوں سے دوستیاں اچھی نہیں سمجھی جاتیں۔" انہوں نے ڈانٹ کر کہا تو وہ چلا اٹھی۔

"جانتی ہوں میں یہ شاہدہ افتخار کی زبان نہیں۔یہ نانو کی بیٹی کی آواز ہے جو اس پرانی حویلی میں رہتی ہے۔اتنی پرانی سوچ ایک بینک آفیسر کی نہیں ہو سکتی۔"

"تانیہ! تانیہ! بینک آفیسر ہوں ساتھ میں آپ کی ماں ہوں۔آپ کے اچھے برے سے مجھے مطلب ہے۔" وہ بھی خاصی برہمی سے بولیں۔

"پلیز ماما! آپ صرف اپنے اور نانو کے لیے سوچا کریں۔مجھے اور فرحان بھائی کو ہمارے حال پر چھوڑ دیں۔جوگنگ کرنا کوئی جرم نہیں۔لوگوں کے لان اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ وہ صبح کا آغاز اپنے لان سے کرتے ہیں مگر ہماری حویلی میں تو کمرے، اسٹور اور صحن برآمدے ہیں بس۔" وہ طنز سے ہنستی ہوئی بولتی چلی گئی۔

”جوگنگ کی آپ کو ضرورت ہی کیا ہے دبلی پتلی اسمارٹ ہو۔دوسروں کے گھر نہیں جھانکتے‘ شکر کیا کرو کہ اتنے بڑے گھر میں رہتے ہیں۔“

”میرا دم گھٹتا ہے اس کھنڈر میں جسے آپ گھر کہہ رہی ہیں۔آخر اسے بیچ کر کسی پوش ایرے میں کیوں نہیں رہ سکتے؟“ وہ جھنجھلائی۔

”خدا کے لیے آواز بند کرو۔اماں جان نے سن لیا تو قیامت آ جائے گی۔ایسا سوچنا بھی نہیں۔“ شاہدہ نے دانت بھینچ کر اسے سرزنش کی۔

”تو پھر میں اپنی مرضی سے جیئوں گی۔“

”رات خرم کے ساتھ کہاں تھیں... اتنا لیٹ آنے پر مجھے بہت غصہ آیا...“ انہوں نے پوچھا۔

”لانگ ڈرائیو پر تھے اور کچھ...؟“ وہ انتہائی لاپروائی سے بولی۔

www.pdfbooksfree.pk

”تانیہ! سمجھنے کی کوشش کرو۔آزادی کا مطلب یہ نہیں کہ تم کسی کو خاطر میں نہ لائو۔یونیورسٹی میں پڑھتی ہو‘ سمجھ دار ہو‘ خرم کے ساتھ اتنا فاصلہ رکھو جتنا ہمارے معاشرے میں رکھا جاتا ہے۔“

”ہونہہ۔معاشرہ پلیز! مجھے یونیورسٹی کے لیے تیار ہونا ہے۔“ وہ ان کی ہر نصیحت اسی طرح ہوا میں اڑاتی تھی۔

”اوکے۔جلدی سے تیار ہو کے آجائو۔ناشتہ لگنے والا ہے۔“ انہوں نے نرمی سے کہا۔

”معلوم ہے مجھے قیدیوں کو کب ناشتہ کرنا ہے‘ کب کھانا ہے...“ اس نے تمسخر اڑایا۔

”تانیہ! ایسے نہیں سوچتے۔میرا خیال کر لیا کرو۔میں نے آپ کے لیے کیا نہیں کیا...؟“ وہ افسردگی سے بولیں۔

”ٹھیک ہے ماما پلیز! آپ اب جائیں مجھے دیر ہو جائے گی۔“ اس نے کہا اور وارڈروب سے کپڑے نکال کر واش روم میں گھس گئی۔شاہدہ خاموشی سے

باہر آ گئیں۔سوچ کر کیا گئی تھیں ہوا کیا...؟ تانیہ کی خودسری میں اضافہ ہوا تھا۔وہ بہت ڈر محسوس کر رہی تھیں۔ہر بات پر اعتراض' ہر چیز پر تنقید... جانے کتنی اونچی اڑان تھی اس کی... کیا کرنے والی ہے؟ وہ پریشان ہو کر اس کے کمرے سے آئی تھیں... مگر اپنی پریشانی باہر کسی کو بھی بتا نہیں سکتی تھیں... اس لیے چپ چاپ ڈیوٹی پر جانے کے لیے تیار ہونے لگیں۔

...☆☆☆...

زبیر احمد دفتری کاموں میں اس قدر مصروف ہوئے کہ انہیں اے سی کے لیے مکینک بھجوانا بھول گیا۔جب یاد آیا تو دن کا ایک بج رہا تھا۔یہ تو مہمانوں کی آمد کا وقت تھا۔وہ خاصے پریشان ہوئے مگر دیر ہو چکی تھی۔اب کچھ بھی جلدی سے نہیں ہو سکتا تھا۔لہٰذا وہ چپ چاپ کام میں مصروف ہو گئے لیکن شام چار بجے جب وہ گھر پہنچے تو صرف روتی ہوئی زرتاشیہ گھر میں موجود

www.pdfbooksfree.pk

تھی۔اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ان سے لپٹ کر وہ اور زیادہ رونے لگی۔

"کیا بات ہے بیٹے کیوں رو رہی ہو؟"

"پپا پپا! مما نے آپ کو مہمانوں کے سامنے بہت برابھلا کہا اور پھر بیگ میں سامان رکھ کے پنڈی چلی گئی ہیں۔" زرتاشیہ نے روتے ہوئے بتایا۔

"اوکے۔اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ کوئی نئی بات تو نہیں ہے بیٹا؟" زبیر احمد نے مسکرانے کی ناکام کوشش کی۔

"پپا! وہ اپنی فرینڈز کے سامنے ایسا نہ کرتیں۔سارا کھانا بھی ڈسٹ بن میں پھینک دیا۔آپ نے اے سی کیوں نہیں ٹھیک کرایا؟" وہ پوچھ رہی تھی۔زبیر احمد صرف طویل سانس بھر کے مختصراً بولے۔

"بیٹا! اے سی تو محض بہانہ تھا۔"

"پپا! آج مجھے خود سے نفرت ہو رہی ہے۔"

"ارے نہیں میری جان۔اگر ایسے واقعات کا میں اثر لیتا تو کب کی میری چھٹی ہو گئی ہوتی۔بس سمجھ لو آپ کی مما کا مزاج ہی کچھ ایسا ہے۔برداشت کی عادت ڈالو۔" انہوں نے اسے گلے لگا کر پیشانی چوم کر سمجھایا۔

"پپا! آپ کپڑے چینج کیجیے۔میں نے خود آپ کے لیے کچھ بنایا ہے' لے کر آتی ہوں۔"

"ارے نہیں بیٹا! آج ہم باہر جا کر کھانا کھاتے ہیں۔جلدی سے کپڑے چینج کر کے آئو کوئیک۔" انہوں نے چٹکی بجا کر اس کا دل بہلانے کو کہا۔وہ روتے روتے مسکرا دی۔

"آپ بھی فریش ہو جائیں۔میں پانچ منٹ میں آتی ہوں۔"

"اوکے۔" وہ اس کی خاطر خوش ہوگئے مگر وہ جاتے جاتے پھر پلٹ کر آئی۔

"پپا! مما کو فون کر کے خیریت ہی پوچھ لیں۔" بیٹی تھی ماں کے لیے دل تڑپ رہا تھا۔زبیر احمد کے چہرے پر ملال سا پھیل گیا۔اس کو دل برداشتہ نہ

www.pdfbooksfree.pk

کرنے کی خاطر جیب سے موبائل فون نکال کر نمبر ملایا مگر نرگس نے فون بند کر رکھا تھا۔

"سوری بیٹا! فون پاور آف ہے۔" انہوں نے دھیمے سے لہجے میں کہا اور اپنے کمرے کی طرف چل دیے۔ایک بار پھر زرتاشیہ کی پلکیں بھیگ گئیں۔وہ اپنے پپا کو غمگیں اور اداس دیکھتے ہوئے بچپن سے جوانی میں داخل ہوئی تھی۔اس کے گریس فل پپا ہر وقت مغموم سے رہتے تھے۔اس نے بہت کم انہیں مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔بہت کم مما کے ساتھ خوشگوار موڈ میں دیکھا تھا۔وہ آج تک نہیں سمجھ سکی تھی کہ مما کو پریشانی کیا ہے... اونچے لمبے باوقار' خوش شکل پپا سے انہیں شکایت کیوں رہتی ہے... سب ضرورتیں پوری کرنے کے بعد بھی نہ انہیں وقت پر اچھا کھانا ملا اور نہ آرام... رات دن اٹھتے بیٹھتے مما کے طعنے تشنے سنتے دیکھا مگر صبر اور ضبط کی انتہا تھی کہ بہت کم پلٹ کر جواب دیتے تھے۔بسا اوقات تو اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ مما کی نافرمانی کر کے حد ادب کی دیوار پھلانگ جائے مگر پھر پپا کے صبر اور حوصلے

کو دیکھ کر صبر اور حوصلے سے کام لیتی۔دراصل وہ خود بھی ماں کے مقام اور مرتبے سے واقف تھی۔مما سے اسے یہی شکایت تھی کہ وہ پپا کا خیال نہیں رکھتیں ورنہ ماں کسے بری لگتی ہے... اس وقت بھی وہ انہیں بہت مِس کر رہی تھی۔بظاہر وہ خوش ہو کر باہر کھانا کھانے جا رہی تھی مگر اندر سے ماں کے لیے اداس اور دکھی تھی۔بس اداکاری کر رہی تھی تاکہ پپا کا دل بہل جائے۔وہ کھانا کھا لیں۔شاید وہ دونوں ہی ایک دوسرے کو فریب دے رہے تھے۔

جب وہ تیار ہو کر باہر آئی تو زبیر احمد بھی ہلکے پھلکے شلوار سوٹ میں تیار تھے۔وہ انہیں دیکھ کر مسکرائی تو وہ خوش ہو گئے پھر سارے راستے گاڑی میں وہ ان سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرتی رہی... دادو' پھوپو' تانیہ کا ذکر کرتی رہی۔ ایک مرتبہ فرحان کا نام زبان پر آیا تو وہ گڑبڑا گئی۔پپا مسکرائے اور بولے۔

''فرحان تو فرحان ہے۔اس کی تو کیا تعریف کی جائے...'' وہ جھینپ سی گئی۔ وہ اس کی اس شرمساری پر قہقہہ لگا کر ہنسے اور پھر بڑی دیر فرحان سے

www.pdfbooksfree.pk

متعلق اس سے سوال جواب کرتے رہے۔انہیں خوشی تھی کہ زرتاشیہ کو فرحان ہر طرح سے پسند ہے۔اس کی خوشی اور پسند پر وہ بہت خوش اور مسرور ہو کے گاڑی چلاتے رہے۔بیٹی کے مستقبل کا بڑا بوجھ تھا ان کے دل پر جو کہ آج کافی حد تک اتر گیا تھا۔فرحان ان کی بھی پسند تھا۔

...☆☆☆...

صحن میں خوب اچھی طرح پانی چھڑکنے کے بعد پنکھا چلایا۔کرسیاں سیدھی کیں تو باورچی خانے سے بڑی بیگم کی آواز نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا اور وہ جلدی سے ان کے پاس پہنچ گئی۔

''ارے سب کو چائے کے لیے بلایا کہ نہیں؟''

''شاہدہ بیگم صاحبہ تو آرہی ہیں۔میاں جی نہا رہے ہیں۔فرحان صاحب کہیں جانے کے لیے تیار ہو رہے ہیں اور تانیہ بی بی نے کمرے میں چائے لانے کو کہا ہے۔'' ناجی نے ربوٹ کی طرح سب کہہ ڈالا۔

”ہیں۔کمرے میں کیوں...؟ تانیہ کو کہو کہ اے سی بند کر کے باہر آئیں۔یہ اے سی بند کرنے کا وقت ہے۔“ بڑی بیگم نے کراری آواز میں کہا۔ناجی حکم سن کر الٹے قدموں لوٹ گئی۔بڑی بیگم، پکوڑوں کے ساتھ املی کی چٹنی ٹرے میں رکھ کے باہر آئیں تو صرف شاہدہ ہی ابھی تک آئی تھیں۔

”یہ سب کو روز نیا سبق پڑھانا پڑتا ہے۔یہ چائے کا وقت ہے تو سب کیوں نہیں آ رہے؟“

”ارے واہ گرما گرم پکوڑے۔“ میاں جی نے اسی وقت آکر ان کے ہاتھ سے ٹرے لیتے ہوئے کہا۔

”دراصل آج حبس بہت ہے۔صحن میں پانی ڈالنے کے بعد تپش سی نکل رہی ہے۔“ شاہدہ نے کسی حد تک تانیہ کو کائونٹر کرنے کی کوشش کی مگر وہ بھی بڑی بیگم تھیں جھٹ بولیں۔

”شاہدہ! یہ حبس اور تپش کوئی کھاتی نہیں ہے۔ہر چیز کی عادت ہونی چاہیے۔ موئے اے سی نے جسموں کو گلا کر رکھ دیا ہے۔بجلی کا بل آتا ہے تو چودہ

www.pdfbooksfree.pk

طبق روشن ہو جاتے ہیں۔“ شاہدہ نے کوئی جواب نہیں دیا البتہ میاں افتخار نے لقمہ دیا۔

”آپ ٹھیک کہتی ہیں اماں جان۔اے سی نری بیماری ہے۔پیسہ بھی ضائع ہوتا ہے اور صحت بھی۔نئی نسل تو بالکل نکمی ہو گئی ہے۔“

”ہاں اپنے ہی بچے دیکھ لو۔اب تک کمرہ بند کیے پڑے ہیں۔“ انہیں فوراً موقع مل گیا۔شاہدہ نے میاں افتخار کو گھورا۔وہ مسکرا دیے۔

”ناجی! ناجی! کم بخت جہاں جاتی ہے وہیں کی ہو جاتی ہے۔باورچی خانے سے چائے تو اٹھالا۔“ انہوں نے ناجی کو آواز دے کر کہا۔

ناجی پلک جھپکنے میں چائے کی ٹرے لے آئی۔دوسری طرف سے فرحان سجا سنورا آ گیا۔میاں جی نے کھنکھار کر گلا صاف کیا۔وہ باپ کا مطلب سمجھ گیا تو دھیرے سے مسکرا دیا۔

”ماشاء اللہ میرے گلفام کی تیاری بہت خاص ہے آج۔“ شاہدہ سے پہلے بڑی بیگم نے بغور دیکھتے ہوئے کہا تو فرحان ٹھٹکا اور فوراً ٹال گیا۔

''نانو! آج ایاز نے ڈنر پر بلایا ہے۔بس وہیں جا رہا ہوں۔''

''ہیں۔شام چھ بجے ڈنر کے لیے جا رہے ہو؟'' بڑی بیگم نے حیرت سے پوچھا۔

''جی۔وہ ایک اور دوست کو ساتھ لیتے ہوئے جانا ہے۔'' فرحان نے بڑی صفائی سے جھوٹ بولا۔

''اے میاں! تمہاری تم جانو۔ہماری سمجھ میں تو تم دونوں بچوں کی کہانیاں آتی نہیں۔'' انہوں نے کہا تو شاہدہ کو کچھ اچھا نہیں لگا۔وہ چائے کا کپ منہ کے قریب لاتے ہوئے ناگواری کو چھپا گئیں۔

''ٹھیک ہے مجھے اجازت...'' فرحان اٹھ کھڑا ہوا تو میاں جی بھی جھٹ ساتھ جانے کو تیار ہو گئے۔

''یار! میں ساتھ چلتا ہوں۔راستے میں ضروری کام ہے۔گاڑی مِسنگ کر رہی ہے۔''

www.pdfbooksfree.pk

''مگر آپ میرے ساتھ ڈاکٹر کے پاس جا رہے ہیں۔میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔'' فرحان سے پہلے شاہدہ نے میاں افتخار کو گھور کے کہا۔

''مگر وہ گاڑی...''

''فرحان کو ایاز کی طرف اتار دیں۔واپسی پر یہ کسی دوست کے ساتھ آ جائے گا۔'' شاہدہ نے کہا تو فرحان اور میاں افتخار پریشان سے ہو گئے۔

''میں ٹیکسی پر چلا جاتا ہوں۔یہ لیں بابا گاڑی کی چابی۔'' فرحان نے جلدی سے جیپ سے چابی نکال کر دی۔

''کیوں ٹیکسی پر کیوں؟ ہم چھوڑ جائیں گے۔'' شاہدہ نے کچھ پیار سے کہا۔

''ہاں۔یار فکر نہ کرو۔چلئے بیگم صاحبہ تیار ہو جائیں۔'' میاں افتخار نے دائیں آنکھ دبا کر اسے بے فکر کیا۔شاہدہ چائے ختم کر کے اٹھ کے اندر چلی گئیں۔

''افتخار میاں! بس آٹھ بجے تک آ جانا۔کھانا لگ جائے گا۔'' بڑی بیگم نے اٹھتے ہوئے انہیں یاد دلایا۔میاں افتخار نے اثبات میں گردن ہلا کر انہیں یقین

دلایا۔وہ چلی گئیں تو فرحان اور میاں افتخار دونوں تنہارہ گئے۔فرحان فوراً ان کے پاس ہو کر بولا۔

''بابا! آپ بھی بس! سمجھتے نہیں ہیں۔آپ کو تو پتہ ہے کہ...''

''اوئے جانِ بابا! مجھے پتہ ہے آپ بے فکر ہو کر جائو۔آپ کو ایاز کے گھر چھوڑنا ہے اور بس...'' انہوں نے ہنس کر کہا۔

''اگر گڑ بڑ ہو گئی تو...؟'' وہ ڈرا ڈرا بولا۔

''یار کام بہادروں والا کیا ہے اور ڈر بزدلوں کی طرح رہے ہو۔''

''بابا آپ کچھ کریں نا۔' وہ منت آمیز لہجے میں بولا۔

''یار کریں گے ذرا صبر کرو۔سب ٹھیک کریں گے۔اچھا اب دور ہو کر بیٹھو آپ کی مما آ رہی ہیں۔'' انہوں نے اس کا کندھا تھپتھپا کر کہا۔وہ جلدی سے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا اور پھر جوں ہی شاہدہ تیار ہو کر آئیں تو وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

www.pdfbooksfree.pk

...☆☆☆...

''آج تو بھانڈا پھوٹتے پھوٹتے رہ گیا۔'' فرحان نے سامعہ کی گود میں سر رکھ کے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے بتایا۔

''خدا خیر۔ایسا کیا ہو گیا؟'' سامعہ کے منہ سے بے اختیار نکلا۔''

''بابا اور ماما گیٹ پر چھوڑ گئے ہیں؟''

''کیوں آپ کی گاڑی کو کیا ہوا؟''

''میری گاڑی بابا کے پاس ہے۔مجھے آنا تھا اور بس۔''

''اس طرح خطروں سے کب تک بچیں گے؟''

''جب تک ممکن ہوا۔'' وہ خمار آلود لہجے میں بولا۔

''فرحان! میں نے ایک مہینے کی چھٹی کی درخواست جمع کروائی ہے۔''

"اچھا کیا بلکہ استعفیٰ ہی دے دو۔" اس کے ریشمی بالوں سے کھیلتے ہوئے کہا تو وہ ذرا پرے ہونے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔

"پلیز! ٹھیک ہو کر بیٹھیں۔کمرے کا دروازہ کھلا ہے۔"

"تو بند کر دو۔"

"جی نہیں۔صائمہ بھابی یا ایاز بھائی آ نکلے تو وہ کیا سوچیں گے؟"

"یار۔وہ بھی تو کمرہ بند کرتے ہوں گے پھر بھلا ہمارے لیے کیوں سوچیں گے؟"

کافی دیر گزرنے کے بعد دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی تو جلدی سے دونوں دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔

"یس۔"

"بی بی پوچھ رہی ہیں کافی یا چائے کیا پیئں گے؟" ملازمہ نے نہایت ادب سے نظریں جھکا کر پوچھا تو فرحان کو اس کی معصومیت پر ہنسی آگئی۔

www.pdfbooksfree.pk

"اوئے اللہ کی بندی۔آنکھیں کھول کر بات کرو۔"

"جی جی..." وہ گھبرا گئی۔

"گلزاری! کافی مگر مزے کی۔" سامعہ نے اسے مشکل سے نجات دی۔وہ جلدی سے باہر نکلی تو فرحان ہنسنے لگا۔

"سامعہ! ہمارے گھر ناجی ہے۔اف توبہ آفت کی پرکالا۔اس کی جگہ وہ ہوتی تو آنکھوں آنکھوں میں سب سمجھ جاتی۔نانو کی اور اس کی جب جنگ چھڑتی ہے تو مزہ آ جاتا ہے۔" اس نے غائبانہ طور پر ناجی کے بارے میں بتایا۔سامعہ سن کر مسکرانے لگی۔

"وہ نانو کے قاعدے قانون سے سخت چڑتی ہے اور نانو کے پرانے برتن' صندوق تو اسے زہر لگتے ہیں۔ہر روز ان پر لڑائی ہوتی ہے۔" اس نے مزید بتایا۔

"ایک ہی ملازمہ ہے؟" سامعہ نے پوچھا۔

”ہاں۔ایک ہی ٹکی ہوئی ہے۔ہر روز جانے کا کہتی ہے مگر بابا کی باتوں سے بہل جاتی ہے۔نانو کے ساتھ ہر نوکرانی نہیں رہ سکتی۔وہ لافانی کردار ہیں۔ناجی ان کو سمجھتی ہے۔“ وہ مزے لے لے کر بتا رہا تھا جب کہ وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

”ارے ارے کہاں کھو گئیں؟“ اس نے چٹکی بجائی تو وہ چونکی۔

”کہیں نہیں۔بس آپ کی نانو کے بارے میں سوچ رہی تھی۔“

”نانو کے لیے سوچنا نہیں بلکہ عمل کرنا ہے۔“ وہ مسکرایا۔

”کیا مطلب...؟“ وہ نہ سمجھی۔

”مطلب یہ کہ بس ان کے حکم نامے پر عمل پیرا ہوگی تو عافیت ہی عافیت ہے ورنہ...“

”ورنہ کیا...؟“ وہ سچ مچ ڈری ہوئی تھی۔

”ورنہ بہت کچھ... اب کیا کیا بتائوں؟“

www.pdfbooksfree.pk

”فرحان! تانیہ کیسی ہے؟“

”تانیہ! بارود ہے۔ایک دم خودسر‘ ضدی‘ ناک پر مکھی نہ بیٹھنے دینے والی اور نانو کے ساتھ ہر گھڑی ڈٹ کر مقابلہ کرنے والی۔ماما کی بے حد لاڈلی ہے۔بابا بھی اس کی ہر فرمائش پوری کرتے ہیں مگر وہ

بہت بدتمیزی کرتی ہے۔بس اس کا مزاج ہی ایسا ہے۔“ اس نے ایک ہی سانس میں تانیہ کی خاکہ نگاری کر دی۔

”میرے لیے کیسی ثابت ہوگی؟“

”کس کس کا بتائوں؟ سمجھ لو کہ تمہیں حالت جنگ میں رہنا ہے۔کیسے اور کس طرح یہ بابا بتائیں گے۔“ اس نے معصومیت سے کہا تو ڈر ی ڈری سی سامعہ کو ہنسی آ گئی۔اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتا۔گلزاری ٹرے میں گرما گرم شامی کباب اور کافی کے مگ لیے آگئی۔گلزاری کے فوراً بعد ایاز اور صائمہ اپنے اپنے کافی کے مگ لیے آ گئے۔

"آیئے آیئے۔آپ دونوں سے رہا نہیں گیا۔" فرحان نے شرارت سے کہا۔ سامعہ مطلب سمجھ کر جھینپ گئی جب کہ ایاز اور صائمہ تو ڈٹ گئے۔

"حد ہوتی ہے چھوٹ کی بھی۔جل جل کر ہم ڈھیر ہو رہے تھے اور آپ دونوں تو بس بھول ہی گئے کہ ہم بھی گھر میں موجود ہیں۔" ایاز نے کہا۔

"اور کب سے اکٹھے کافی پینے کا انتظار کر رہے ہیں۔" صائمہ نے بھی ٹکڑا لگایا۔

"ظالم سماج نہ بنو۔میرے دوست ہی رہو۔" فرحان نے جواب دیا تو سب قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔

"ویسے یار۔مجھے کبھی کبھی تم دونوں پر غصہ بھی آنے لگا ہے۔"

"غصہ... کیوں؟" فرحان نے حیرت سے پوچھا۔

"تم دونوں مجھے جلاتے ہو۔مجھے احساس کمتری ہوتا ہے کہ اللہ نے مجھے صائمہ جیسی بیوی کیوں دی جو بیوی کم اور بھینس زیادہ ہے۔" ایاز نے اس قدر

www.pdfbooksfree.pk

معصومیت سے کہا کہ فرحان اور سامعہ تو ہنس ہنس کر دوہرے ہو گئے جب کہ صائمہ نے بازو چڑھا لیے۔اس کے موٹاپے پر چوٹ پڑی تھی۔

"کیا فرمایا...؟ میں بھینس ہوں...؟"

"پوری نہیں۔بس قریب قریب۔" ایاز نے شرارت جاری رکھی۔

"ایاز! گھر میں رہنا ہے یا نکال باہر کروں؟" صائمہ نے شرارت سے اکڑ کر پوچھا۔

"ہاں۔بیوی تم تو تاج محل ہو۔میری حسین راج کماری ہو۔" ایاز فوراً خوشامد پر اتر آیا۔پھر چاروں دیر تک ہنستے رہ گئے پتہ ہی نہ چلا کہ رات کے دس بج گئے اور فرحان پریشان ہو کر گھڑی کی طرف دیکھنے لگا۔

...☆☆☆...

موٹر سائیکل کی آواز پر میاں ستار کی آنکھ کھل گئی۔

رفیعہ نے بھی آنکھیں کھول کے دروازے کی طرف دیکھا۔زیرو پاور کے بلب کی روشنی میں اس کے چہرے پر اتری تھکن دونوں نے ہی دیکھ لی۔وہ دروازہ لاک کر کے ان کے پاس آ گیا۔دروازے سے پانچ چھ قدم کے فاصلے پر تو صحن تھا۔ان دونوں کے پلنگ بچھے تھے۔چھوٹے سے صحن میں دو پلنگ' ایک نماز کی چوکی کے بعد بہت تھوڑی سی جگہ بچتی تھی جہاں رفیعہ عصر کے فوراً بعد میز رکھ کر پانی کا کولر رکھ دیتی تھیں۔برآمدے میں چولہا رکھا تھا۔گرمی سے بچنے کے لیے ان دنوں برآمدے میں باورچی خانے کا کام لیا جاتا تھا۔ کمروں میں گرمی اور حبس کی وجہ سے سویا نہیں جاتا تھا۔عادل بھی چھت پر سوتا تھا۔یہ الگ بات تھی کہ وہ رات کے آخری پہر شاید سونے کے لیے چھت پر جاتا تھا ورنہ کمرے میں کوئی نہ کوئی کتاب آنکھوں سے لگائے رکھتا۔ آج تو ویسے ہی کافی دیر سے گھر آیا تھا۔

www.pdfbooksfree.pk

"اتنی دیر کہاں رہ گئے تھے؟" رفیعہ نے محبت سے پوچھا۔وہ ان کی پائنتی میں بیٹھ گیا۔خلاف معمول میاں ستار چپ رہے یا شاید کھانسی دبائے رکھنے کا حربہ تھا۔

"کچھ نہیں امی کہاں رہنا تھا؟ دو نئی ٹیوشن ملی ہیں وہیں کام کراتے دیر ہو گئی۔"

"تو بیٹا مجھے بتا تو دیتے۔" رفیعہ نے شکایت کی۔

"کہاں بتاتا... کیسے بتاتا؟ آپ کے پاس کون سا فون ہے؟ جو فون لگوایا تھا وہ بند کروا دیا۔" وہ باپ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔میاں ستار کو اس کی بات پسند نہ آئی۔

"ایک فون کی ہی کمی ہے اس گھر میں۔ویسے تو تم نے سب کچھ گھر میں جمع کر رکھا ہے۔" اکھڑی ناہموار سی سانس کے ساتھ وہ بولے تو عادل وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا جب کہ انہیں کھانسی شروع ہو گئی۔

"کیا ہو گیا ہے آپ کو...؟ ابھی تھکا ہارا گھر میں آیا ہے اور آپ پیچھے پڑ گئے۔کھانسی کا خیال رکھ لیا کریں۔" رفیعہ نے دھیرے سے کہا اور اٹھ کر چولہے کے پاس آ گئیں۔اس کے لیے سالن گرم کیا۔توا چولہے پر رکھ کے جلدی جلدی دو پھلکے پکائے اور ٹرے میں رکھ کے اس کے کمرے میں رکھ آئیں۔وہ کمرے میں نہیں تھا۔شاید واش روم میں تھا۔باہر ستار میاں کو مستقل کھانسی ہو رہی تھی۔وہ ان کے پاس آئیں۔جلدی سے گلاس میں پانی ڈال کے ان کے ہونٹوں سے لگایا۔ایک دو گھونٹ لینے سے ان کو سکون سا ملا۔

"تم سمجھتی ہو میں بیٹے کا دشمن ہوں۔" وہ بولے۔

"نہیں مجھے پتہ ہے تم بیٹے سے بہت محبت کرتے ہو۔اس کے بھلے کے لیے غصہ کرتے ہو۔" رفیعہ نے کہا۔

"جوانی میں اس کے اندر تھکن اتر رہی ہے۔مایوسی سے روز ملتے ملتے کہیں امید کا دامن نہ چھوڑ دے۔اس کے خوب صورت چہرے کو غور سے دیکھا کرو۔دن بھر کی گرد کی تہہ جمنے لگی ہے۔اس کی ہیرے جیسی آنکھیں غم

www.pdfbooksfree.pk

وغصے سے دہکنے لگی ہیں۔مجھے خوف ہے رفیعہ میرا جوان بیٹا نوکری کی تلاش میں ضائع نہ ہو جائے۔اسے' اسے سمجھائو۔اپنا' اپنا اسٹور' اسٹور کھولے۔" بولتے بولتے ایک دم پھر کھانسی جاگنے لگی تو رفیعہ نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں بولنے سے روک دیا۔

"میں سمجھائوں گی۔آپ پریشان نہ ہوں لیکن آپ یہ بھی تو سوچیں کہ پڑھے لکھے باہمت نوجوان کو ہتھیار پھینکنے کو میں کیسے کہوں؟ اسے خود کو آزمانے دیں پھر وہ نئے ارادے کی طرف اپنے شوق سے آئے گا۔" وہ بہت آہستہ آہستہ بولیں تاکہ عادل نہ سن لے۔

"تھوڑی دیر کو اسٹور کھول لیا کرے۔سارا سامان خراب ہو جائے گا۔"

"اچھا' اچھا آپ اب سو جائو۔ذہن پر بوجھ نہ ڈالو۔"

"ماں ہو کر ایک باپ کو کہتی ہو کہ میں اپنے بیٹے کے لیے بے فکر ہو جائوں۔" وہ دکھی سے ہو گئے۔

"میرا مطلب یہ نہیں ہے۔بس آپ کی کھانسی کی وجہ سے کہہ رہی ہوں۔"

”اب میاں افتخار آئے گا تو اس سے کھل کر بات کروں گا۔“ وہ یہ کہتے ہوئے آرام سے لیٹ گئے۔رفیعہ بھی لیٹ کر سونے کی کوشش کرنے لگیں لیکن عادل کے کمرے کی روشنی سے انہیں یہ احساس ہوتا رہا کہ عادل جاگ رہا ہے۔لہٰذا یہ ایک ماں کے لیے فرض بن گیا کہ وہ بھی اس وقت تک جاگتی رہے گی جب تک عادل نہ سوجائے جب کہ میاں ستار ایک ماں کی بے نیند‘ بے چینی کو دیکھ دیکھ کر دیر تک مضطرب سے رہے... ایسے میں پلکوں کی اوٹ سے دیکھتی رفیعہ کے دل میں خواہش جاگی۔

”کاش عادل اس وقت دیکھ سکتا کہ اس کے ابا کے دل میں اس کی کتنی محبت بھری ہے۔“

...☆☆☆...

میاں افتخار اور شاہدہ بیگم جوں ہی گھر سے نکلے۔

بڑی بیگم نے ناجی کو خاصی کڑی نظروں سے دیکھا اور بولیں۔

www.pdfbooksfree.pk

”یہ کیا سر جھاڑ منہ پھاڑ حلیے میں صبح کا آغاز کرتی ہو۔کیا اپنی صفائی ستھرائی پر توجہ دینی چھوڑ دی۔ذرا دیکھو تو بال چڑیوں کا گھونسلہ بن رہے ہیں‘ کپڑے میلے ہیں۔“

”فرصت ملتی ہی کتنی ہے؟ سرَ گئی کے ٹیم سوتی ہوں۔پہلی اذان پر آپ کھڑا کر دیتی ہیں۔“ ناجی نے ناشتے کے برتن سمیٹتے ہوئے طنزیہ لہجے میں بتایا۔

”ارے تجھ پر اللہ کی مار۔تو زندوں پر جھوٹ بولتی ہے۔رات گیارہ بجے تو گھر کی سب بتیاں بجھا دیتے ہیں تو جاگ کر کیا کرتی ہے؟“ انہوں نے کڑک آواز میں جھاڑا۔

”بتیاں گھروالوں کے لیے بجھتی ہیں۔میں تو آپ کے کمرے میں یا اسٹور میں کچھ نہ کچھ کام ہی کرتی ہوں۔“ وہ بھی ترکی بہ ترکی بولتی ہوئی باورچی خانے میں چلی گئی۔

"اچھا اچھا بہت کمیری ہے تُو۔ٹوکری لے کے آ۔آج گوشت لانا ہے۔سبزیاں بھی سب ختم ہیں۔" انہوں نے اسے باورچی خانے سے خریداری والی ٹوکری لانے کو کہا اور خود اپنے کمرے میں سے اپنا پرس لینے چلی گئیں۔

واپس آئیں تو ناجی ٹوکری لیے کھڑی تھی۔

"میں جاتی ہوں دروازہ بند کرو۔تانیہ اٹھیں یا نہ اٹھیں اب ناشتہ نہیں بنے گا۔"

"فرحان صاحب کے لیے؟" اس نے فرحان کے لیے یاد دلایا۔

"اس کے لیے بھی نہیں۔نکمی اولاد' کوئی قاعدہ قانون سکھایا ہی نہیں۔" وہ جلی کٹی سنا کر ابھی چند قدم ہی آگے گئی تھیں کہ زرتاشیہ کی دلخراش چیخ سے دہل اٹھیں۔ناجی بھی سناٹے میں آگئی۔ان کے ہاتھ سے ٹوکری گر گئی۔ہاتھ پائوں پھول گئے کیونکہ وہ مسلسل درد سے چیخ رہی تھی' رو رہی تھی۔ناجی تو آناً فاناً دروازے سے باہر نکلی اور زبیراحمد کے گیٹ کے اندر داخل ہو گئی۔ بڑی بیگم تو پھولی سانس اور ڈولتے دل کے ساتھ بعد میں وہاں پہنچیں تو کچھ

www.pdfbooksfree.pk

سمجھ میں نہ آیا کہ کس طرف جائیں... زرتاشیہ کی آواز کی سمت آئیں تو برآمدے میں فرش پر زرتاشیہ گری ہوئی تھی۔اس کے سیدھے پیر کو ہلا ہلا کر دیکھنے کی کوشش زبیر احمد کر رہے تھے۔ناجی نے اسے سہارا دے کر بٹھانا چاہا مگر وہ پوری شدت سے رودی۔

"ارے کیا ہوا؟ کیا ہوا میری بچی کو؟" بڑی بیگم قریب پہنچ کر بولیں۔

"پائوں پھسل گیا۔گر گئی ہے۔آپ بیٹھیں بلکہ اندر چلیں۔میں اسے اندر لاتا ہوں۔" زبیر احمد انہیں بدحواس دیکھ کر تسلی آمیز انداز میں بولے۔ساتھ ساتھ وہ اس کا پائوں حرکت میں لانے کے مختلف طریقے آزماتے رہے... مگر اسے ہر طرح سے درد ہو رہا تھا۔درد کی شدت سے رو رہی تھی۔

"ٹخنہ تو نہیں اتر گیا۔ہڈی تو ٹھیک ہے۔" بڑی بیگم نے پوچھا۔

"اماں! کیا کہہ سکتا ہوں۔یہ تو اب ڈاکٹر ہی بتائے گا۔" یہ کہہ کر انہوں نے اسے گود میں اٹھایا اور گاڑی کی طرف چل دیے۔

"ارے افتخار کو فون کر دو۔کہاں ہے نرگس؟" بڑی بیگم نے چاروں طرف نظر ڈالتے ہوئے نرگس کو نہ پا کر کہا تو زبیر احمد ہونٹ کاٹ کے رہ گئے۔ ابھی تک انہوں نے اماں کو نرگس کے جانے کے بارے میں کچھ بتایا بھی تو نہیں تھا اور اس وقت کچھ بتانے کا موقعہ نہیں تھا۔انہوں نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کے زرتاشیہ کو لٹایا پھر الٹے قدموں اندر گئے۔وہاں سے موبائل فون اٹھا کر باہر نکلے تو بڑی بیگم نے پھر دریافت کیا۔

"نرگس بی کہاں ہیں؟"

"بھاڑ میں..." وہ جھنجھلا کر گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔گاڑی اسٹارٹ کی اور باہر نکل گئے۔

بڑی بیگم نے پر تفتیش نگاہوں سے ناجی کی طرف دیکھا۔وہ ان کا مطلب بھانپ کر اندر کی طرف چلی گئی تاکہ نرگس کو کمرے میں دیکھ سکے مگر کچھ دیر بعد وہ جائزہ لے کر آگئی کہ نرگس گھر میں نہیں ہے۔بڑی بیگم پریشان سی ہو کر ٹی وی لائونج میں بیٹھ گئیں۔انہیں زبیر احمد اور زرتاشیہ کی واپسی کا

www.pdfbooksfree.pk

انتظار تھا۔ناجی کو انہوں نے گوشت سبزی کی جگہ دال ماش بھگونے کو کہا اور گھر بھیج دیا۔وہ چلی گئی تو وہ زرتاشیہ کے لیے دعائیں کرتی رہیں مگر دو تین گھنٹے گزر گئے تو مزید فکرمند ہو کر واپس آ گئیں۔گھر میں ناجی باورچی خانے میں تھی اور تانیہ اپنے کمرے میں ابھی تک سوئی ہوئی تھی۔انہوں نے ناجی کو آواز دے کر فرحان کا پوچھا۔

"ناجی! فرحان کہاں ہے؟"

"جی ابھی باہر گئے ہیں۔" ناجی نے باورچی خانے سے ہی جواب دیا۔

"انہیں اور کیا کام ہے۔آوارہ گردی کرنے کے سوا۔کسی کے دکھ سکھ میں تو شریک ہوتے نہیں۔اکیلا جانے بچی کے ساتھ کہاں پریشان ہو رہا ہوگا؟" وہ بولیں۔

"آپ زبیر صاحب کو فون کر لیں۔" ناجی نے مشورہ دیا تو بات ان کے دل کو لگی۔جلدی سے کمرے میں گئیں اور فون ملانے لگیں مگر فون تو مسلسل بزی تھا۔

”یہ فون بھی نری بیماری ہے بلاوجہ کی کوفت۔“ بڑبڑاتی ہوئی پھر کمرے سے آ گئیں۔ناجی نے انہیں اطمینان سے بیٹھنے کا مشورہ دیا۔

”آپ آرام سے بیٹھ کر چھالیہ کاٹیں۔زبیر صاحب کو کوئی بات کرنی ہوگی تو وہ فون ملالیں گے۔“

اس کی بات سچ ثابت ہوئی۔کچھ دیر بعد زبیر احمد نے خود فون کیا اور زرتاشیہ کے ٹخنہ ڈس لوکیٹ ہونے کی اطلاع دی اور یہ بھی بتایا کہ آرتھوپیڈک سرجن نے چیک کیا ہے۔اب پلاسٹر ہو رہا ہے تاکہ ٹخنہ واپس اپنی جگہ پر آ سکے۔یہ سن کر بڑی بیگم تقریباً رونے لگیں۔زبیراحمد کو انہیں تسلی دینا مشکل ہو گئی۔وہ باربار یہی کہتے رہے۔

”اماں جان! پریشانی کی بات نہیں ہے۔شکر ہے فریکچر نہیں ہے۔یہ تو دس پندرہ دن کے آرام اور میڈسن سے بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔“

مگر بڑی بیگم کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔گھبراہٹ میں شاہدہ کو بینک فون کیا۔میاں افتخار کو فون کیا۔وہ دونوں بھی پریشان سے ہو کر گھر کے لیے نکل پڑے۔

www.pdfbooksfree.pk

یہ پہلا موقع تھا کہ بڑی بیگم سب کچھ بھول بھال کے جائے نماز پر بیٹھی رو‘ رو کر زرتاشیہ کے لیے دعائیں کر رہی تھیں۔ناجی آج تن تنہا کھانا پکا رہی تھی۔شاہدہ اور میاں افتخار گھر پہنچے تو ان کے کچھ دیر بعد زبیر احمد زرتاشیہ کو گھر لے آئے۔ان کے ساتھ ہی سب وہیں جمع ہوگئے۔بڑی بیگم نے تو جلدی سے پانچ ہزار روپے اس پر سے وار کے صدقے کے بکرے کے لیے میاں افتخار کو دیئے۔زرتاشیہ کی پیشانی چومی اس کا سر گود میں رکھا اور پڑھ پڑھ کر پھونکنے لگیں۔شاہدہ بھی اس کے دائیں ہاتھ بیٹھی تھیں۔میاں افتخار دھیرے دھیرے زبیر احمد سے تفصیل پوچھ رہے تھے۔دوائیوں کے اثر سے زرتاشیہ سو چکی تھی۔زبیر احمد کا تھکن سے برا حال تھا۔صبح سے نہ ناشتہ کیا تھا نہ کچھ اور حلق سے نیچے اترا تھا۔دن کے چار بج رہے تھے۔ناجی آئی تو بڑی بیگم کو کھانا یاد آیا۔

”ناجی! کھانا تو لگا دے کم بخت سب بھوکے ہیں۔“

”کھانا تو تیار ہے آپ لوگ چلیں۔“

"جائو تم تینوں کھانا کھائو اورزبیر تم آرام کرو۔بہت تھکے ہوئے لگ رہے ہو۔"

"اماں! مجھے بھوک نہیں ہے۔آپ جائیں میں زرتاشیہ کے پاس ہوں۔" زبیراحمد نے سوتی ہوئی زرتاشیہ کا ہاتھ چومتے ہوئے کہا۔

"اماں بھی کھالیں گی۔تم تو چلو اور بھابی کہاں ہیں؟" میاں افتخار نے ایک دم پوچھ لیا تو زبیر احمد کمرے سے باہر نکل گئے۔بڑی بیگم نے میاں افتخار کو جواب میں فقط اتنا کہا۔

"نہیں معلوم کیا کہانی ہے۔صبح سے تو ہم نے بھی بہو بیگم کو نہیں دیکھا۔"

"کہیں گئی ہوگی؟" شاہدہ نے سرسری سے انداز میں کہا اور میاں جی کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔

"نہیں کوئی اور بات ہے۔خیر تم دونوں جائو کھانا کھائو اور ناجی کو کہہ دینا برتن سمیٹ کر کچن صاف کرے۔سب کمروں میں نیم اور ہرمل کا دھواں

www.pdfbooksfree.pk

دے دے۔بہت مچھر ہو گئے ہیں۔" انہوں نے اچھے خاصے کاموں کی فہرست زبانی کلامی انہیں تھمادی۔

"آپ نے کھانا نہیں کھانا کیا؟" میاں جی نے پوچھا۔

"شاہدہ! ایسا کرو میرا اور زبیر کا کھانا یہیں بھیج دو۔میں زرتاشیہ کو تنہا چھوڑ کے تو نہیں جا سکتی۔" انہوں نے زرتاشیہ کو محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔شاہدہ نے اثبات میں گردن ہلادی اور چلی

گئیں۔ساتھ ہی میاں جی بھی اٹھ کر چلے گئے تو وہ بھی اٹھ کر زبیر احمد کے کمرے کی طرف گئیں۔

رات اماں جان کو انہوں نے ضد کر کے گھر بھیج دیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اماں کو اپنے کمرے' اپنے پلنگ اور اپنے واش روم کی عات ہے۔وہ رات بھر بے چین رہیں گی۔زرتاشیہ کی محبت میں وہ اس کے پاس رہنا تو چاہتی ہیں لیکن ان کے لیے یہ بے آرامی سود مند نہیں ہے پھر ویسے بھی وہ کئی بار نرگس کا پوچھ چکی تھیں جو وہ بتانا نہیں چاہتے تھے۔بڑی مشکل سے انہیں

ٹال کر بھیجا اور خود زرتاشیہ کو سوپ پلا کر اس کے پاس صوفے پر لیٹ گئے۔زرتاشیہ کو نیند نہیں آ رہی تھی۔وہ اپنے پیارے باپ کو ٹکٹکی باندھ کے دیکھ رہی تھی اور ماں کی محبت کی پیمائش کر رہی تھی۔ماں اس سے محبت تو کرتی تھی مگر باپ سے زیادہ نہیں۔اس درد کے وقت میں مما اس سے دور تھی۔وہ یاد کر کے رو دی۔زبیر احمد اس کے منہ سے نکلنے والی سسکی پر چونک اٹھے اور ایک دم اس کے پاس آ گئے۔

"کیا ہوا میری جان؟"

"کچھ نہیں۔مما یاد آ رہی ہیں۔" وہ سسکیوں سے رو دی۔

"اس کا مطلب ہے مجھ سے آپ کی دیکھ بھال میں کمی رہ گئی۔" وہ دانستہ برا مانتے ہوئے بولے تو وہ شرمندہ ہو گئی۔

"نہیں نہیں۔ایسے تو نہ کہیے۔آپ تو میرے اچھا پپا ہیں۔" وہ روتے روتے پیار سے بولی تو زبیر احمد نے اس کی پیشانی چوم لی۔

www.pdfbooksfree.pk

"اچھے بچوں کی طرح آرام سے سو جاؤ۔ذہن پر بوجھ مت ڈالو۔" انہوں نے سمجھایا تو اس نے اثبات میں گردن ہلادی۔وہ دوبارہ لیٹے تو فرحان اور تانیہ کے آنے پر پھر اٹھ بیٹھے۔گھڑی پر نگاہ ڈالی۔وہ دونوں ان کا مطلب سمجھ کر جلدی سے بولے۔

"ماموں! دراصل ہمیں ابھی پتہ چلا ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔اب آپ لوگ بیٹھو گپ شپ کرو۔میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔بس جاتے ہوئے مجھے بتا دینا۔میں زرتاشیہ کے پاس آ جاؤں گا۔" زبیر احمد یہ کہہ کر کمرے سے چلے گئے۔ان کے جاتے ہی زرتاشیہ کی خوب صورت آنکھوں میں فرحان کی آمد کا احساس تشکر سا چھا گیا۔وہ شاید پہلی یا دوسری مرتبہ اس کے کمرے میں آیا تھا۔تانیہ بھی بہت عرصے بعد آئی تھی۔ اس لیے تانیہ سے تو وہ گلہ کر بیٹھی۔

"کتنے عرصے کے بعد ہم مل رہے ہیں۔"

”وہ بھی ان حالات میں۔“ تانیہ نے شرارت سے اس کے پلاسٹر شدہ پائوں کی طرف اشارہ کیا اور فرحان کی طرف ترچھی نگاہ سے دیکھا۔وہ خاموش تھا۔ نگاہیں الجھی الجھی سی تھیں۔زرتاشیہ کی طرف دانستہ دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔

”فرحان بھائی! آپ زرتاشیہ کی خیریت پوچھنے آئے ہیں یا؟“ تانیہ نے شوخی سے جملہ نامکمل چھوڑ دیا۔زرتاشیہ گلنار سی ہو گئی کیونکہ اب وہ فرحان کی نگاہوں کے فوکس میں تھی۔

”تو بتانے کی کیا ضرورت ہے؟“ زرتاشیہ گڑبڑا گئی۔

”بتانے کی ضرورت ہے میرے پیارے بھیا۔آپ کے خیریت پوچھنے میں کوئی تو خاص بات ہونی چاہیے۔“ تانیہ نے دائیں آنکھ دبا کر کہا تو فرحان لاجواب ہو گیا جب کہ زرتاشیہ کے پاس کوئی جگہ نہیں تھی کہ وہ شرما کر دائیں بائیں چہرہ کر سکے کیونکہ پائوں تکیے پر سیدھا رکھنے کی سختی سے ہدایت تھی وہ چت لیٹی تھی۔

”سب کچھ خاص ہی خاص ہے۔“ وہ فقط الجھا الجھا سا اتنا ہی بول پایا۔

www.pdfbooksfree.pk

”سنو زرتاشیہ! میرے لیے کوئی کام ہے تو بتائو۔میں چلتی ہوں۔فرحان بھائی کو حکم ملا ہے کہ یہ تمہارے پاس رہیں گے۔تاکہ ماموں جان آرام کر سکیں۔“ تانیہ نے قینچی کی طرح زبان چلائی اور مزے سے دونوں کو شرارت آمیز نگاہوں سے دیکھتی ہوئی چلی گئی۔وہ پریشان سا ہو گیا تو زرتاشیہ بہت کچھ سمجھ گئی۔

”آپ چلے جائیں۔میں آرام سے ہوں۔پپا آجائیں گے میرے پاس۔“ اس نے کہا۔

”نہیں کوئی بات نہیں۔میں ہوں تم سو جائو۔“ وہ یہ جواب دے کر ذرا دور فاصلے پر رکھی ایزی چیئر پر بیٹھ گیا۔

”آپ کو زحمت ہوگی پلیز آرام کریں۔“ اس کی اجنبیت پر زرتاشیہ نے سنجیدگی سے کہا تو وہ جھنجھلا گیا۔

”کہا جو ہے کہ کوئی مسئلہ نہیں ہے تم سو جائو۔“ زرتاشیہ کا ننھا سا دل اس لہجے پر بھر آیا۔

"اوہو۔ بھئی آپ کا مسئلہ کیا ہے؟" وہ زور دے کر بولا۔

"کیا ایسے تیمارداری کرتے ہیں؟" رندھی ہوئی آواز میں پوچھا تو وہ کچھ سوچ کر نادم سا ہو گیا۔

"سوری۔آپ میری فکر نہ کرو۔مجھے نانو نے کہا ہے۔ان کے کہنے پر شاید آیا ہوں۔" وہ ناگواری سے منہ دوسری طرف کرتے ہوئے بولا۔

"آپ یہ بتا کر میری توہین تو نہ کریں۔" وہ دھیرے سے بولی۔صاف پتہ چلا کہ اس نے برا مانا ہے۔

"پلیز! اتنی حساس نہ بنو۔الٹا سیدھا مت سوچو۔" شرمساری سے وہ بولا تو اس کے نرم رویے پر کچھ مطمئن سی ہو گئی۔اس کے لیے یہ کیا کم تھا کہ وہ اس کا تیماردار تھا۔اس کے روبرو تھا۔اس کے کمرے

میں اس کے قریب تھا۔بے شک وہ کرسی کی پشت سے سر ٹکائے چھت گھور رہا تھا۔اس سے الگ تھلگ رہنے کا تاثر دے رہا تھا مگر اس کے لیے یہی

www.pdfbooksfree.pk

بہت کچھ تھا۔کافی دیر وہ اسے اس طرح اسی حالت میں دیکھتی رہی پھر بے دھیانی میں اسے پکار بیٹھی۔

"فرحان۔"

"ہوں ہاں۔" وہ چونکا۔

"وہ آپ جا کر آرام کریں۔" اس نے بات بنائی حالاں کہ پکار کے شرمندہ سی ہو گئی تھی۔

"اوکے۔کچھ چاہیے تو بتائو؟" وہ بیڈ کے قریب کھڑے ہو کر بولا۔وہ دکھ سے مسکرا دی۔

"نہیں کچھ نہیں۔"

"اوکے۔شب بخیر۔" وہ عجلت میں یہ کہہ کر باہر نکل گیا۔زرتاشیہ کے لب خوشی سے مسکرا دیے اور ارمان بھرے دل سے آواز نکلی۔"تمہیں کیسے بتائوں۔"

ایک عرصے سے یہ آنکھیں سوئی نہیں

ایک بات تھی دل میں

جو آپ سے کہی نہیں، کہ

آپ جیسا کوئی نہیں

کوئی نہیں...

مگر یہ بات اس کی سننے کے لیے فرحان کمرے میں موجود نہیں تھا۔

ظظظ

یُوں ہی رنجشوں میں گزر گئی

کبھی وہ خفا، کبھی میں خفا

چاہتوں کے موڑ پر کبھی وہ رُکا

کبھی میں رُکا

www.pdfbooksfree.pk

وہی رستے وہی منزلیں

نہ اسے خبر نہ مجھے پتا

اپنی اپنی انا میں گم

صبح کے میلے میلے اجالے کے بعد زبیر احمد نے طویل سرد آہ بھر کے کھڑکی کا پردہ برابر کر دیا۔رات بھر کی جلن آنکھوں میں باریک کنکروں کی مانند کھٹک رہی تھی۔سورج کی کرنوں کا اجالا برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں تھا۔

زرتاشیہ نے باپ کو کھڑکی سے الگ ہوتے دیکھ کر دانستہ آنکھیں موند لیں، جب وہ بے دم سے اس کے قریب پڑی کرسی پر بیٹھے تو اس نے آنکھیں کھول دیں...وہ ہولے سے مسکرائے اور پیار سے اس کا ہاتھ تھام کر بولے۔

"میرا بچہ کیسا ہے...؟"

"آئی ایم فائن، مگر آپ..."الفاظ اس کے ہونٹوں پر رکے تو وہ کچھ اندازہ لگا کر جلدی سے بولے۔

''میں بھی بالکل ٹھیک ہوں بیٹا۔''

''اسی لیے آپ رات بھر کھڑکی سے باہر کچھ تلاش کرتے رہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''جب کھڑکی سے اندر سب کچھ موجود ہے تو بھلا باہر کیا تلاش کروں گا؟''وہ بہت شوخی سے اس کے سر پر چپت لگاتے ہوئے بولے۔

''اندر کہاں ہے سب کچھ؟''

''تم' میرا پیارا بچہ میرے جگر کا ٹکڑا' یہاں موجود ہے' یہی تو میرا سب کچھ ہے۔'' انہوں نے بیڈ کے سرہانے کی طرف بیٹھ کر اسے بازوئوں میں بھر کے خوب پیار کیا وہ رو دی۔

''پپا! آپ غلط کہہ رہے ہیں' آپ کے اس جگر کے ٹکڑے کا جس سے تعلق ہے وہ گھر میں نہیں ہیں' مما تو نہیں ہیں' میں جانتی ہوں آپ انہیں مس کر رہے ہیں۔''

www.pdfbooksfree.pk

''ارے پگلی! مس تو انہیں کرتے ہیں جو اتفاقاً کہیں دور ہوجائیں آپ کی مما تو قصداً ہم سے دور گئی ہیں۔'' انہوں نے اس کی نم آنکھیں دائیں ہاتھ سے صاف کیں اور اسے شدت جذبات سے

بانہوں میں سمیٹ لیا۔

''پپا!''

وہ اس پر جھکے اور بولے۔

''جی میری زندگی۔''

''آپ مما کو فون کریں انہیں منالیں۔'' اس نے منت آمیز انداز میں کہا۔

''زرتاشیہ! وہ بہت ضدی ہیں شاید خود انہیں کچھ وقت کے بعد احساس ہوجائے۔''

''پپا! ایک بار فون ملائیں تو سہی' شاید وہ آپ کے فون کا انتظار کر رہی ہوں۔''

''اچھا' اچھا ٹھیک ہے' پہلے میں آپ کے ناشتے کے لیے کچھ انتظام کرلوں۔''
وہ اس کا دل رکھنے کو بولے۔

''دادو آنے والی ہوں گی۔''

''میں دیکھتا ہوں۔'' وہ یہ کہہ کر باہر نکل گئے۔تو وہ پھر ماں کو یاد کر کے رو دی۔مگر باپ کو دکھی نہ کرنے کے خیال سے دل ہی دل میں دبی دبی سسکیاں بھرتی رہی۔کچھ دیر بعد اسے خیال آیا کہ خود مما کو فون کرے' سائیڈ ٹیبل سے ہاتھ بڑھا کر اپنا موبائل فون اٹھایا۔ تو دوسری طرف کافی دیر تک بیل جاتی رہی' اس کی ہمت بندھ گئی کیونکہ فون آف نہیں تھا۔بار بار ملانے کے باعث فون اٹینڈ ہوا۔

''ہیلو مما' ہیلو مما!'' وہ رقّت بھری آواز میں بولی۔

''ہیلو' زرتاشیہ کیا ہوا بیٹا۔''نرگس نے قدرے محبت سے پوچھا۔

''مما! مما!'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

www.pdfbooksfree.pk

''زر تاش! ہوش سے کام لو' کیا چھوٹی سی بچی بن کر رو رہی ہو۔''

''مما' مما آپ مجھ سے دور ہو' میں رو رہی ہوں ماں کے لیے۔'' وہ سسکی۔

''تو باپ کے گلے لگ کر رو لو' ان کی یہی خواہش تھی' اپنی دادو کی گود میں چھپ کر رو لو انہیں یہ نرگس بہت بری لگتی تھی۔بیٹے کے کان بھرتی رہیں۔'' نرگس کی زبان زہر افشانی کرنے میں بہت تیز چلتی تھی۔وہ دم بخود فون کان سے لگائے سن رہی تھی کچھ کہنے کو نہیں تھا۔

''بولو' تمہیں بھی باپ اور دادو' پھوپی پیاری ہیں ناں۔چن لو باپ اور ماں میں سے کسی ایک کو۔میں تمہارے باپ کی صورت بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔'' نرگس نے شدید غصے اور نفرت سے کہا۔

''مما! مما آپ ایسے کیوں کہہ رہی ہیں' پپا تو...''

''بس' بس مت پپاکی وکالت کرو' میں زبیر احمد کو اچھی طرح جانتی ہوں۔'' نرگس نے اس کا جملہ کاٹ کر سخت تلخی سے کہا۔

''مما! مجھے آپ کی ضرورت ہے' آپ کو کیا پتا میری کیا حالت ہے؟'' وہ ماں کی سنگدلی پر رقّت بھرا گلہ کر بیٹھی۔

''سب کے ذمہ دار تمہارے پپا اور تمہاری دادی' پھوپی ہیں' ان سے ہی پوچھو بس۔'' نرگس نے کہا وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ کمرے سے باہر قدموں کی آہٹ کے ساتھ دادو کی اور پپا کی آوازیں سنائی دیں تو ا س نے فون بند کر کے رکھا اور بھیگی پلکیں صاف کیں...وہ اپنے پیارے پپا کو کوئی صدمہ دینا نہیں چاہتی تھی۔مما سے کچھ اختلاف اسے ازخود بھی تھا ان کا چیخنا چلانا' لعن طعن کرنا' لڑنا جھگڑنا' برتن توڑنا اسے اچھا نہیں لگتا تھا۔بس ماں کے سامنے زبان کھولنے کی جسارت کبھی نہیں کی تھی۔کیونکہ اسے تو ماں باپ دونوں ہی چاہئیں تھے۔

بڑی بیگم ان دونوں کے لیے ناشتا بنا کر لائی تھیں۔ناجی ہمراہ تھی اس نے ٹرالی میں برتن رکھے اور زرتاشیہ کے کمرے میں ہی ٹرالی لے آئی۔

زبیر احمد نے زرتاشیہ کی طرف دیکھا...تو وہ بولی۔

www.pdfbooksfree.pk

''پپا! مجھے واش روم جانا ہے' ہاتھ منہ دھو کر ناشتہ کروں گی۔''

''ہاں! ناجی اور میں سہارا دے کر لے چلتے ہیں۔'' بڑی بیگم نے کہا۔

''ہاں! بلکہ میں گود میں اٹھا کر واش روم میں چھوڑ دیتا ہوں'ناجی آپ کو ہیلپ کر دے گی۔''زبیر احمد نے فوراً اپنے بازوئوں میں اسے سمیٹ کر اٹھالیا۔

''پپا! پلستر تو خراب نہیں ہو جائے گا۔'' وہ ڈری ڈری سے بولی۔

''ارے نہیں بیٹا! ناجی اس کی مدد کے لیے ساتھ چلی گئی۔زبیر احمد واپس آکر بیٹھے تو بڑی بیگم نے فوراً نرگس کا قصہ چھیڑ دیا۔

''یہ نرگس والا کیا قصہ ہے زبیر احمد؟''

''بس کچھ نیا نہیں ہے۔'' وہ ٹال گئے۔

''کیا مطلب ہے؟ وہ جوان بیٹی کو تنہا چھوڑ کے گھر سے چلی گئی اور تم کہہ رہے ہو کہ نئی بات نہیں۔'' وہ خاصی برہمی سے بولیں۔

”اماں جان! میں نرگس کے حوالے سے کوئی بات کرنا نہیں چاہتا‘ وہ ناراض ہو کر خود گئی ہے آنا چاہیں گی تو آجائیں گی ورنہ جو فیصلہ کل ہونا ہے وہ بیشک آج ہوجائے۔“ وہ فیصلہ کن انداز میں بولے۔

”حد ہوگئی‘ بڑھاپے میں بات فیصلے تک پہنچ گئی‘ باپ دادا کے نام پر بٹہ لگانا تھا تو جوانی میں لگاتے۔“ انہوں نے لتاڑا۔

”یہ میرا نہیں آپ کی لاڈلی بہو بیگم کا رویہ ہے‘ میں نے آج تک خاندان کا خیال ہی رکھا ہے‘ گھر وہ چھوڑ کر گئی ہیں۔میں نے نہیں نکالا۔“ وہ بھی الجھ پڑے۔

”پر کیوں؟ نرگس کا دماغ چل گیا کیا؟“

”یہ آپ اسی سے پوچھ لیں۔پر خدارا زرتاشیہ سے اس موضوع پر کوئی بات نہ کیجئے گا میں اب صرف اپنی بیٹی کے لیے زندہ ہوں۔“ وہ دھیرے سے بولے۔

www.pdfbooksfree.pk

”زبیر احمد! یہ مسئلے کا حل نہیں ہے۔تم اسے سمجھاؤ‘ جوان بیٹی کا ڈولا تو اٹھ جانے دو۔“

”میں بے بس ہوں اماں جان! میری شرافت میری مجبوری ہے‘ آپ جو چاہیں خود کریں۔“ انہوں نے ماں کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کے اپنے لرزتے وجود کو سہارا دیا۔اماں جان بیٹے کی بے بسی دیکھ کر مضطرب ہوگئیں انہیں یہ صدمہ تھا کہ ان کے بیٹے کی جوانی سلگ سلگ کر بڑھاپے میں بدل گئی تھی‘ وقت سے پہلے وہ جوانی کی حد سے باہر نکل آیا تھا۔دل کا مریض بن چکا تھا۔ اب یہ بے عزتی کا صدمہ باقی رہ گیا تھا۔

”میں آج گلریز سے بات کرتی ہوں پوچھتی ہوں اس سے کہ بہن کو کہیں اور بسانے کے خواب اتنی دیر بعد دیکھ رہے ہو کیا؟“ اماں جان نے نرگس کے بھائی کے حوالے سے تند لہجے میں کہا۔

"کیا ضرورت ہے اماں جان! اس میں گلریز بھائی کا کیا قصور ہے؟ جانے نرگس نے کیا کہانی سنائی ہوگی؟" زبیر احمد نے کہا تو اماں جان نے شعلہ بار نگاہوں سے انہیں گھورا۔

"تمہاری اس شرافت سے ہی تو فائدہ اٹھاتی رہی نرگس' بہر کیف مجھے جو پوچھنا ہے وہ خود پوچھ لوں گی۔"

"جیسے آپ کی مرضی۔" زبیر احمد نے رضا مندی میں ہی عافیت جانی' اور خاموش رہنے کا انہیں اشارہ کیا' کیونکہ زرتاشیہ واش روم سے باہر نکل آئی تھی۔وہ اٹھے اورپھر اسے بانہوں میں بھر کے بیڈ تک لے آئے۔اماں جان نے زرتاشیہ کے لیے ناشتا الگ پلیٹ میں رکھا اور زبیر احمد کو تھما دیا۔

"ناجی! چل تو گھر جا' ناشتا سب نے کر لیا ہوگا' برتن سمیٹ۔" اماں جان نے ناجی سے کہا۔ویسے بھی یہاں کی صفائی والی ماسی آچکی تھی برتن اور کپڑے دھونے والی بھی آنے ہی والی تھی ناجی نے حکم کی تعمیل کی اور چلی گئی وہ شاید ابھی پہنچی بھی نہیں ہوگی کہ میاں افتخار اور شاہدہ وہیں آگئے۔

www.pdfbooksfree.pk

"کیسی ہے ہماری بیٹی؟" میاں افتخار نے زرتاشیہ کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں پھو پھا جی۔" زرتاشیہ نے مسکرا کر جواب دیا۔

"ٹھیک تو اس وقت سمجھیں گے جب ہماری بیٹی بھاگتی دوڑتی نظر آئے گی۔" میاں افتخار نے کہا تو بڑی بیگم نے زرتاشیہ کی بلائیں لیتے ہوئے جواب دیا۔

"چند دن کی بات ہے' انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔"

"اماں جان! زرتاشیہ کو اپنی طرف شفٹ کر لیتے ہیں' اس طرح اس کا دل بھی لگا رہے گا اور زبیر کو بھی اطمینان رہے گا۔" شاہدہ نے ماں سے کہا تو وہ خوش ہوگئیں۔

"میری تو اپنی یہی خواہش ہے' چلو ابھی میری بچی کو میرے کمرے میں پہنچادو یہاں تنہا رہی تو بیمار ہوجائے گی۔" اماں جان نے جلدی سے زبیر احمد کو کہا۔انہوں نے فوراً اثبات میں گردن ہلادی۔

''نرگس سے بات ہوئی۔'' شاہدہ نے براہ راست زبیر احمد سے پوچھا۔

''نہیں۔'' انہوں نے مختصراً کہا۔

میاں افتخار نے زبیر احمد کے مختصر جواب سے بہت کچھ سمجھ لیا۔مصلحتاً خود ہنس کر بولے۔

''بھئی زرتاشیہ کی دادو' پھوپو موجود ہیں' نرگس بھابی کو آرام کر لینے دو' ہم سب ہیں اپنی بیٹی کے ساتھ۔'' یہ بات سن کر زرتاشیہ کی آنکھیں خوشی سے جھلملانے لگیں۔زبیر احمد نے اس کے ہاتھ سے جوس کا خالی گلاس لے کر رکھتے ہوئے آنکھوں آنکھوں میں کچھ سمجھایا کہ وہ مسکرانے لگی۔

میاں افتخار نے گھڑی پر نگاہ ڈالی' تو شاہدہ نے ماں سے اجازت لی۔

''جائو' اللہ نگہبان' ہم بھی گھر ہی آرہے ہیں۔'' بڑی بیگم نے خوش دلی سے کہا۔وہ دونوں زرتاشیہ کو پیار کر کے چلے گئے۔

''ناجی! ناجی۔''

www.pdfbooksfree.pk

''جی' تانیہ بی بی۔'' تانیہ کی آواز پر وہ دوڑی چلی آئی۔

''یہ کیا ہے؟ ٹھنڈے خشک سلائس' ٹھنڈا آملیٹ' یہ ناشتا ہے۔'' تانیہ نے سلائس اور آملیٹ کی پلیٹ زور سے میز پر اٹھا کر پٹخی تو ناجی پریشان ہوگئی۔

''جی یہ سب چیزیں ایک گھنٹے پہلے بالکل گرم تھیں' کچھ دیر پہلے فرحان صاحب کے کھانے تک بھی کچھ گرم تھیں آپ لیٹ ہیں اس لیے۔'' ناجی نے صاف صاف بتا کر اپنی جان چھڑانی چاہی۔

''ناشتا ہے یا جیل کی روٹی' وقت وقت کی بکواس۔'' تانیہ غصے سے پھنکاری۔

''بڑی بیگم ہی بتا سکتی ہیں، بس آنے والی ہیں۔'' ناجی نے جواب دیا۔

''یہ ناشتا ڈسٹ بن میں ڈالو' مجھے نہیں کرنا' میں اس جیل کی زندگی سے تنگ آگئی ہوں۔''

''ارے تانیہ! تمہیں صرف جیل کا نام پتا ہے' جیل دیکھ لی تو ہوش ٹھکانے آجائیں گے کیوں اس غریب پر برس رہی ہو؟'' پیچھے سے بڑی بیگم نے اچانک آکر کہا تو وہ تنتنا کے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''نانو! آپ گھر کو جیل بنانا چاہتی ہیں کیا؟''

''خدا نہ کرے' مگر اپنے طور طریقے گھر میں رہنے والے بنائو' بغل میں تمہاری ماموں زاد بستر پر پڑی ہے' تمہیں توفیق نہیں ہوئی کہ صبح جلدی سے جاکر اس کا حال احوال پوچھتیں' اسے ناشتا کراتیں' مگر سچ تو یہ ہے کہ تم خود پسند ہو' اپنی ذات میں مگن۔'' بڑی اماں نے خوب کھری کھری سنا دیں تو تانیہ تلملاتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

''ناجی! اب تک ناشتا میز پر رکھے تم کیا کر رہی تھیں۔چلو جلدی سے پہلے میرے کمرے کی صفائی کرو'زبیر احمد زرتاشیہ کو لا رہے ہیں۔'' انہوں نے سر جھکائے کھڑی ناجی کو جھڑکا۔وہ الٹے قدموں اندر چلی گئی عین اسی وقت فرحان تیار ہوکر باہر آیا تو انہوں نے کڑی نظروں سے اس کا جائزہ لیا۔

www.pdfbooksfree.pk

''کہاں کی تیاری ہے گلفام کی؟''

''دوست کی طرف جارہا ہوں۔'' اس نے نرمی سے جواب دیا۔

''ارے میاں! کب تک بیکار یار دوستوں کے چکر میں رہو گے' پڑھائی ختم ہوگئی کوئی کام کاج کرلو یا...''

''جی بہتر۔'' اس نے ان کا جملہ اچک کر دھیما مگر کڑوا سا جواب دیا۔

''بھئی حوصلہ ہے شاہدہ کا' جوان جہان اولاد کو آزادی دے رکھی ہے۔'' وہ بولیں۔

''نانو! یہ آپ کی باتیں میں اور تانیہ روزانہ سنتے ہیں۔'' وہ خاصے تحمل سے بولا۔

بڑی بیگم نے پر تفتیش نگاہوں سے اسے سر سے پیر تک دیکھا۔وہ خاصے اہتمام سے تیار ہوا تھا۔انہیں اچھا لگا۔کچھ دیر کو زرتاشیہ کے حوالے سے انہوں نے محبت بھری نظروں سے دیکھا۔

"کیا دیکھ رہی ہیں؟" وہ کچھ سٹپٹا سا گیا۔

"جائو' جاکر ماموں کی مدد کرو' زرتاشیہ کو یہاں لانا ہے۔تمہاری دہری ذمہ داری بنتی ہے۔" انہوں نے ایک دم ہی تحکّم سے کہا۔

"میں اس وقت ایسی کسی ذمہ داری کو نبھانے کی پوزیشن میں نہیں ہوں' مجھے معاف رکھیے۔" وہ قطعی انجان بن کر آگے بڑھا' مگر عین اس وقت ناجی سامنے آگئی اس نے ایک لفافہ فرحان کی طرف بڑھایا اور کہا۔

"فرحان صاحب! بیگم صاحبہ آپ کے لیے پیسے دے گئی تھیں۔"

"او' اچھا ٹھیک ہے۔" اسے یاد آیا تو خوش ہو کر لفافہ جیب میں رکھ لیا۔

"بہت خوب شاہدہ کی عقل پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔" بڑی بیگم جل بھن کر بولیں فرحان نے کندھے اچکائے اور گاڑی کی چابی لہراتا ہوا باہر نکل گیا۔

www.pdfbooksfree.pk

"یہ بتا کس چیز کے لیے پیسے دیے ہیں شاہدہ نے؟" انہوں نے ناجی کو گھیر لیا۔

"پتا نہیں' رات چھوٹے صاحب نے پانچ ہزار مانگے تھے۔" اسے جتنی بات معلوم تھی بتادی۔

"ارے بہت گھنّا ہے یہ فرحان بھی' تانیہ سے کم نہیں ہے۔" وہ جھلا کر کہتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چلی گئیں۔

سلطان آرکیڈ کی پارکنگ سے گاڑی نکال کر وہ سیدھا ایاز کے گھر پہنچا سامعہ اس وقت صائمہ کے ساتھ مل کر اپنے کمرے کی سیٹنگ بدل رہی تھی۔ایاز تو اپنے آفس گیا ہوا تھا۔وہ دو بڑے بڑے شاپنگ بیگ لیے کمرے میں آیا تو صائمہ نے سلام کیا۔اس نے سامعہ کی طرف شاپنگ بیگ بڑھائے اور صائمہ کے سلام کا جواب دیا۔

"لگتا ہے' بہت کچھ لائے ہیں سامعہ کے لیے۔" صائمہ نے شرارت سے پوچھا۔

"کچھ ضرورت کی چیزیں' بہت زیادہ کچھ نہیں ہے۔" اس نے بتایا۔

صائمہ نے خفگی سے دیکھا اور بولی۔

"اس گھر میں ضرورت کی چیزیں نہیں ہیں کیا۔"

"ارے نہیں' بھابی میرا مطلب یہ نہیں تھا۔" وہ شرمندہ ہو گیا۔

"تو پھر کیوں؟"

"بس ویسے ہی چند چیزیں دیکھ کر خرید لیں۔"

"چلو معاف کیا' بیٹھو میں چائے بنواتی ہوں۔" صائمہ ہنس کر کمرے سے چلی گئی۔

"یہ کمرے کی سیٹنگ کیوں بدلی جا رہی تھی' کیا مستقل یہیں رہنے کا پروگرام ہے۔" اس نے پورے کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"یہ تو آپ پر منحصر ہے۔" اس نے یاد دلایا۔

www.pdfbooksfree.pk

"ہاں! بہت جلد انشاء اللہ بابا کوئی طریقہ نکال ہی لیں گے۔فی الحال تو حالات رات سے صبح تک کچھ اور ہی ہوگئے ہیں۔" وہ بیڈ پر دراز ہوتے ہوئے بولا سامعہ پریشان ہوگئی۔

"اللہ خیر! کیا ہوا؟"

"کچھ خاص نہیں' ہماری نام نہاد منگیتر صاحبہ کے پائوں پر پلستر چڑھا ہے' وہ نانو کے کمرے میں براجمان ہونے کو آگئی ہیں...موضوع سخن اب یہی رہے گا کہ مجھے زرتاشیہ کا خیال رکھنا چاہیے...ہماری ذمہ داری ہے وہ۔" اس نے تقریباً نانو کے انداز میں نقل اتاری' تو سامعہ نے ڈوبتے دل کو مضبوط حوصلے کے باد بان تھما کر دھیرے سے کہا۔

"آپ کو خیال رکھنا بھی چاہیے' وہ صرف زرتاشیہ نہیں ہے۔آپ کی بچپن کی منگیتر بھی ہے۔"

"یہ تم طنز کر رہی ہو یا مشورہ دے رہی ہو۔"اس نے چونک کر پوچھا۔

''فرحان! حالات کیسے بھی ہوں انسان کو اپنے مقام سے گرنا نہیں چاہیے۔یہ طنز نہیں ہے' حقیقت ہے۔دیکھا جائے تو میں نے زرتاشیہ کے ساتھ برا کیا ہے۔مجھے معلوم ہے وہ رات سے دن تک اور دن سے رات تک خوابوں کے جزیروں سے کیسے کیسے نایاب' کمیاب موتی چن' چن کر ایسا گھر بنا رہی ہوگی جس کا فرش چاہت' جس کی چھت محبت اور جس کی دیواریں اعتبار کی ہوں گی۔وہ تمہیں میری طرح نہ سہی مجھ سے الگ اپنی طرح بہت چاہتی ہوگی۔'' سامعہ کی آواز میں پیدا ہونے والا ارتعاش اسے چپ کرا گیا۔

''کوئی اور بات کرو' میں صرف تم تک ہوں اور تم تک ہی رہنا چاہتا ہوں۔'' وہ کافی سنجیدگی کے ساتھ بولا۔ایسے میں سامعہ کے دل سے آمین کا لفظ نکلا جو لبوں کے پیچھے ہی دبا رہ گیا۔

''مسز جیری کا فون آیا تھا' پوچھ رہی تھیں کہ کیا پروگرام ہے؟'' سامعہ نے موضوع ہی بدل ڈالا۔

www.pdfbooksfree.pk

''بتا دینا تھا کہ آبادی بڑھانے کا پروگرام ہے۔آپ جلدی نانی جان بن جائیں گی۔'' اس نے شوخی اور شرارت سے کچھ دیر والا ماحول بالکل بدل ڈالا وہ شرماگئی' پھر ایک دم ہی اداس ہوگئی۔

''کیا ہوا؟'' وہ متفکر ہوگیا۔

''کچھ نہیں' کچھ یاد آگیا تھا۔''

''اوہ! آئی ایم سوری' پلیز گزری باتیں بھول جائو۔''وہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دباتے ہوئے بولا۔

اسی وقت صائمہ' گلزاری کے ساتھ چائے لیے اندر آگئی۔تب وہ شوخ ہوگیا۔

''صائمہ بھابی! آپ میری بیگم کو سجا بنا کر رکھا کریں' دیکھیں کیا حالت بنا رکھی ہے۔''

''ہنہ! مجھے دیکھ کر بات بنالی' تم نے ستایا ہوگا۔'' صائمہ نے جوابی حملہ کیا۔

نوک جھونک میں چائے پی گئی۔کافی وقت گزر گیا۔وہ مسز جیری والی بات بھول چکا تھا کہ گیٹ سے باہر نکلتے ہوئے سامعہ نے پھر یاد دلایا۔

"انہیں کہو' انتظار کریں' اب سب کچھ بابا کی مرضی سے ہوگا اور ہاں میں رات آنے کی کوشش کروں گا۔وہ پنک لباس پہننا' بالوں کو کھلا رکھنا۔ اوکے۔"

فرحان اس کی سوچ سے بھی بڑھ کر رومانٹک نکلا تھا۔اس کے تصور سے بھی بدن میں سرسراہٹ ہونے لگتی تھی۔رات کے خیال سے وہ بہکی بہکی چال چلتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔حالانکہ ابھی رات کافی دور تھی۔

☆☆...☆☆

یونیورسٹی روڈ پر فیوچر اکیڈمی کے سرپرست پروفیسر عبدالرئوف سے مل کر وہ موٹر سائیکل پر ابھی بیٹھا ہی تھا کہ اچانک سڑک کے دائیں جانب یونیورسٹی کیمپس کے گرائونڈ میں گھاس پر آلتی پالتی مارے بیٹھی تانیہ اور پیچھے کی طرف بازوئوں پر وزن ڈال کر آرام سے بیٹھے خرم کو دیکھ کر وہ ٹھٹکا ایک

www.pdfbooksfree.pk

لمحے دل چاہا کہ سیدھا چلو' کوئی ضرورت نہیں اگلے ہی لمحے دل نے مچل کر اس کے قریب جانے کی خواہش کی اس نے کک ماری اور لمحے بھر میں ان سے چند قدم کے فاصلے پر موٹر سائیکل کھڑی کر کے قدم آگے بڑھائے تانیہ نے پہلے اسے دیکھا اور پھر ناگواری سے انجان بننے کی کوشش کی۔خرم کے دیکھنے سے پہلے وہ قریب پہنچ کر بولا۔

"ہیلو۔" وہ دونوں سر اٹھا کے دیکھنے لگے۔خرم کی نگاہوں میں اچانک والی کیفیت تھی جبکہ تانیہ کی آنکھوں میں زہر ہی زہر دکھائی دے رہا تھا۔

"ہیلو! اینگری ینگ مین۔" خرم نے ازراہِ مروّت اٹھ کر ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"کیسی ہو تانیہ؟" عادل نے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"آئی ایم فائن' خرم چلو دیر ہو رہی ہے۔" ناک چڑھا کر اس نے جواب دیا' اور پرس اٹھا کر کھڑی ہوگئی عادل نے رسٹ واچ پر نظر ڈالی۔

”دیر تو پہلے ہی بہت ہو چکی ہے‘ پانچ بج رہے ہیں۔یونیورسٹی کا ٹائم تو شاید یہیں گرائونڈ میں گزرا ہو گا۔“ وہ چبا چبا کر طنزیہ بولا تو تانیہ کو آگ لگ گئی۔

”سو وہاٹ! اپنے کام سے کام رکھو‘ مسٹر۔“

”تم بھول جاتی ہو شاید کہ میرا تم سے کیا تعلق ہے؟“ اس نے غصے پر کنٹرول کرتے ہوئے کہا۔

”ایسا کرو‘ گلے میں تختی لکھ کر لٹکا لو‘ مگر تمہاری یہ آرزو پوری نہیں ہوسکتی۔“

”اچھا‘ چلو یہ بتائو آخر کیوں نہیں ہوسکتی؟“

”اپنا جائزہ لو‘ اپنی اوقات دیکھو خود ہی پتا چل جائے گا۔خرم لیٹس گو۔“ وہ خاص طنزیہ لہجے میں قدرے ہنس کر بولی اور چلنے لگی ایک دم وہ اس کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔مضبوط ہاتھوں سے اس کے نازک شانے جکڑ کر قطعہ سنا ڈالا۔

www.pdfbooksfree.pk

اجڑے ہوئے لوگوں سے گریزاں نہ ہوا کر

حالات کی قبروں پر یہ کتبے بھی پڑھا کر

ہر وقت کا ہنسنا تجھے برباد نہ کردے

تنہائی کے لمحوں میں کبھی رو بھی لیا کر

”او شٹ اپ!“ اس نے خود کو آزاد کراتے ہوئے چلا کر کہا۔عادل کو ہنسی آگئی۔زور زور سے قہقہے لگاتا چلا گیا۔تانیہ سلگ اٹھی۔خرم بالکل خاموش تھا۔ عادل کے جانے کے بعد فقط اتنا بولا۔

”تانی ڈیئر! یہ شخص تمہیں پاگل کر رہے گا۔اس کی آنکھوں میں جنون ہی جنون دیکھا ہے میں نے۔“

”ہنہ! میں اس کی آنکھیں نکال دوں گی۔“

”کم آن ڈیئر! وہ باتیں نہیں کرتے جو ممکن نہ ہوں‘ ویسے اس نے تمہیں آج ایسا کچھ نہیں کہا تھا‘ پھر تم ریش کیوں ہوئیں‘ وہ تو نارمل آیا تھا تم اسے

خود خراب کر رہی ہو۔'' خرم کی بات میں وزن تھا تانیہ نے کچھ اثر قبول کیا۔مگر پھر سر جھٹک کے آگے آگے چل دی۔

''یار! تمہیں اس سے نجات چاہئیے تو اپنی ماما کو بابا کو صاف صاف کہہ دو۔'' خرم نے گاڑی کا فرنٹ ڈور کھولتے ہوئے کہا۔

''یہ اتنا آسان نہیں ہے' تم اگر ہیلپ کرو تو ممکن ہے۔'' وہ بولی۔

''ہاں! بولو میں کیا ہیلپ کر سکتا ہوں؟''

''اپنی فیملی کو ہمارے گھر بھیجو۔'' وہ ایک دم کہہ گئی۔

''اس سے کیا ہوگا؟'' وہ سادگی سے گاڑی چلاتے ہوئے بولا۔

''میں تمہارے لیے ماما کو راضی کرلوں گی۔''

''اوہ! یار! یہ اپنے اسٹائل سے بالکل الگ بات ہے' میں راضی واضی کے چکر میں نہیں پڑتا اگر تم مجھے اوکے کہو گی اور مجھے ایکسپٹ کروگی تو ٹھیک ورنہ

www.pdfbooksfree.pk

ہم اچھے دوست تو ہیں۔'' اس نے اپنے مخصوص انداز میں بے پروائی سے کہا۔

''یومین! تم باقاعدہ مجھے پرپوز نہیں کر سکتے۔''

''یار! پرپوز کی ویلیو کیا ہے؟ عادل سے تمہاری انگیجمنٹ ہو چکی ہے' پھر بھی تم اسے قبول نہیں کرنا چاہتیں۔خاک حیثیت رہ گئی اس کی۔''

''او کے! پلیز خاموش ہوجائو بس۔'' وہ غصے سے بولی۔

''یار! اتنا غصہ نہیں اگر تم نے عادل سے نجات حاصل کرلی تو میں حاضر ہوں' یہ کام تمہیں کرنا ہے' میں تو آزاد منش ہوں' ہر حال میں خوش رہنے والا ہوں۔''

''اوکے! میں اس وقت کچھ سننے کے موڈ میں نہیں۔'' اس نے تیزی سے کہا اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔کچھ دیر بعد گاڑی گھر کے گیٹ پر تھی وہ اتری پھر کچھ سوچ کر مڑی اور مسکرا کر دیکھا۔خرم نے بھی مسکرا کر دیکھا وہ ہاتھ ہلا کر گیٹ سے اندر چلی گئی۔

☆☆...☆☆

میاں افتخار کی ہمیشہ کی عادت تھی کہ انہیں اخبار دن بھر میں بار بار پڑھنے کے بعد بھی پرانا نہیں لگتا تھا۔بلکہ ہر بار وہ اس میں سے کوئی نہ کوئی نئی خبر ڈھونڈ نکالتے یا پھر انہیں اخبار صبح سے رات تک پرانا پڑھا ہوا لگتا ہی نہیں تھا۔انہماک سے جب وہ اخبار کے مطالعے میں مصروف ہوتے تو سوائے اماں جان کے کسی کی آواز ان سے اخبار نہیں رکھوا سکتی تھی۔اس وجہ سے اکثر و بیشتر شاہدہ بیگم کو سخت غصہ آتا

تھا۔اس وقت بھی وہ اماں جان کے کمرے سے کوئی بات کرنے کے لیے ان کے پاس آئی تھیں مگر وہ منہمک تھے وہ چپ کر کے بیٹھ گئیں مگر تانیہ کے تیز قدموں کی آواز پر انہوں نے اخبار کی اوٹ سے اسے دیکھا وہ غصے میں تمتما رہی تھی۔

''بابا! میں عادل کی بدتمیزی مزید برداشت نہیں کرسکتی۔'' وہ اک دم انہی سے مخاطب ہوئی تو وہ چونکے۔

www.pdfbooksfree.pk

''خیر ہے یہ عادل کہاں سے زبان پر آگیا۔''

''اسے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ مجھے بے عزت کرے۔'' وہ پھنکاری۔

''تانیہ! دھیرے بات کرو' مسئلہ کیا ہے؟'' شاہدہ نے غیر ارادی طور پر اماں جان کے کمرے کی طرف دیکھا۔کیونکہ کمرے میں زرتاشیہ آچکی تھی۔زبیر احمد اور اماں جان وہیں تھے۔

''کیوں بولوں؟ اس جاہل سے ڈرتی ہوں کیا۔؟'' وہ چلائی۔

''میری اطلاع کے مطابق تو وہ پڑھا لکھا نوجوان ہے۔'' میاں افتخار نے مسکرا کر کچھ سنجیدگی سے کہا۔

''تو آپ اس سے بات کریں تانیہ کو زچ کیوں کرتا ہے۔'' شاہدہ نے بیٹی کی طرف داری کی۔

''وہ غیر ذمہ دار نہیں ہے بیٹا جی!'' میاں افتخار نے اپنے روایتی نرم لہجے میں کہا۔وہ بھڑک اٹھی۔

''جی ہاں! وہ تو بہت قابل' ذمہ دار ہے' آپ کا بھتیجا ہے اس لیے۔'' وہ یہ کہتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

''پتا نہیں' ہم میں سے کون ٹھیک ہے او رکون غلط' مگر کوئی نہ کوئی غلط ضرور ہے۔'' میاں افتخار نے بیوی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''بچوں کی طرف سے بدگمان نہ ہوں۔'' شاہدہ یہی سمجھیں کہ وہ شاید بدگمان ہیں' حالانہ وہ دل ہی دل میں خاصے مضطرب تھے' شاہدہ کو ان کی گہرائی کا اندازہ نہیں تھا۔وہ وہاں سے اٹھنے لگے تو وہ بولیں۔

''زرتاشیہ کے لیے اماں جان ہزار مرتبہ یاد دلا چکی ہیں' مگر آپ کے پاس فرصت نہیں۔''

''کس بات کی فرصت' بیگم صاحبہ! آپ اور اماں جان اس گھر کی کرتا دھرتا ہیں' میں کیا کرسکتا ہوں؟'' وہ جلدی میں کچھ غلط کہہ گئے جس کا انہیں فوراً ہی احساس ہوگیا۔فرحان اور سامعہ کے چہرے نگاہوں میں آگئے۔

''فرحان سے پوچھ لو۔' وہ ہکلائے۔

www.pdfbooksfree.pk

''پوچھنا اس سے کیا ہے؟ اس رشتے سے واقف ہے' آپ فیصلہ کریں کب شادی کریں؟''

''اوہو بیگم! اتنی جلدی بھی کیا ہے؟ تانیہ کے زیادہ سے زیادہ پانچ چھ مہینے فائنل ایگزامز میں رہ گئے ہیں' پھر دونوں کے لیے فیصلہ کریں گے۔'' وہ بولے۔شاہدہ بیگم چپ ہوگئیں۔

''مگر...''

''اگر مگر چھوڑو۔''

''عادل کے لیے تانیہ راضی نہیں لگتی۔''

''تانیہ کے لیے عادل سے موزوں کوئی اور ہو نہیں سکتا' یہ سمجھانے کی کوشش کرو۔''

''جوان بچی سے سختی بھی تو نہیں کرسکتی۔''

”پھر جو جی میں آئے کرو۔“ وہ یہ کہہ کر مسکرائے اور اندر کی طرف چلے گئے۔شاہدہ ادھیڑبن میں گرفتار‘ گھنٹوں وہیں بیٹھی سوچتی رہیں ذہن مائوف ہوگیا کیا کرنا چاہتی ہیں؟ اور کیا ہوتا ہے؟ یہ سوال انہیں پریشان کر رہے تھے مگر اماں جان اس طرف نکلیں تو وہ چونکیں۔

”خیر تو ہے۔“ اماں جان نے ایک دم ان کی پیشانی چھو کر پوچھا۔

”جی۔“

”ایسا کرو زرتاشیہ کے پاس چلی جائو‘ وہ ماں کی وجہ سے بہت اداس ہو رہی ہے‘ میں اس کے لیے سوپ بنالوں اور رات کے کھانے کا بھی بندوبست کرنا ہے۔“ اماں جان یہ کہہ کر باورچی خانے کی طرف بڑھ گئیں اور وہ نپے تلے قدم اٹھاتی ہوئی اماں کے فرمان کے مطابق رزتاشیہ کے پاس چلی گئیں۔

مگر اس وقت وہ سوئی ہوئی تھی‘ زبیر احمد اس کے چہرے پر نظریں جمائے بیٹھے تھے...

www.pdfbooksfree.pk

”زبیر! جائو جا کر آرام کرو‘ یہاں رزتاشیہ کے پاس ہم سب ہیں۔“ شاہدہ بیگم نے کہا۔

”میں ٹھیک ہوں۔“

”کہاں ٹھیک ہو؟ حالت دیکھو اپنی۔“

”زرتاشیہ ٹھیک ہوجائے میری حالت ٹھیک ہوجائے گی۔“

زرتاشیہ بالکل ٹھیک ہے اسے کیا ہوا ہے؟ ایسی چوٹیں تو لگتی رہتی ہیں بلاوجہ اس قدر پریشان ہو۔“

”مجھے تو پریشان ہونا چاہیے‘ میری بچی کی آنکھوں میں ماں کی کمی موجود ہے۔“

”زبیر! رزتاشیہ نرگس سے اچھی طرح واقف ہے‘ ویسے تم اسے فون پر اطلاع تو دے دو۔“

”نہیں یہ مجھ سے نہیں ہوگا۔‘ وہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئے۔

☆☆...☆☆

انجم نے کباب تلتے ہوئے نذیر کی طرف دیکھا نذیر نے ہاتھ میں پکڑی پھلو کی ٹوکری کچن کی سنٹر ٹیبل پر رکھتے ہوئے انہیں گلریز صاحب کا پیغا م دیا۔

''صاحب آگئے ہیں۔'' انجم نے فرائی پین سے کباب نکال کر چولہا بند کرتے ہوئے پوچھا۔

''جی! ابھی آئے ہیں اور ایک گھنٹے بعد میاں چنوں جانا ہے۔'' نذیر نے بتایا۔ وہ ہاتھ دھو کر نیپکن سے خشک کرتی ہوئی فوراً کمرے میں پہنچ گئیں گلریز بیڈ پر دراز تھے۔

''کیا بہت تھک گئے ہیں آج۔'' انجم نے مسکرا کر پوچھا۔

''اب تھکنا تو ہے انجم بیگم' تیس سال سے رات دن کام ہی کیا ہے۔'' وہ طویل سرد آہ بھرتے ہوئے بولے۔

www.pdfbooksfree.pk

''اب کیا ضرورت ہے اتنے کام کی' کس چیز کی کمی ہے ہمارے پاس۔' شوہر سے محبت نبھانے کے لیے بڑا ہی روایتی جملہ ادا کیا تو گلریز قہقہہ مار کے ہنس دیے۔

''لائق' محنتی بیٹے کی کمی ہے۔'' ایک دم ہی فسوں طاری ہوگیا۔کچھ دیر انجم چپ رہی پھر جلدی سے بولیں۔

''کیا کمی ہے میرے افراسیاب میں۔'' وہ توقف سے پھر ہنسے اور بولے۔

''ماں کی آنکھ سے دیکھتی ہو اس لیے کیا کمی نظر آسکتی ہے۔''

''چلیے اٹھیے کھانا تیار ہے۔''

''کھانا تو راستے میں کھالیا تھا' ابھی پھر سفر کرنا ہے' میاں چنوں میں ٹیوب ویل کئی روز سے خراب ہیں' منشی کے باربار فون آرہے ہیں۔مسجد کا افتتاح بھی کرنا ہے۔بس کچھ دیر کمر سیدھی کرلوں۔

''چائے بھی نہیں پئیں گے کیا؟''

"جاتے وقت۔" وہ بولے۔

انجم نے کچھ کہنے کے انداز میں انہیں دیکھا تو وہ بولے۔

"کیا بات ہے کچھ کہنا چاہ رہی ہو؟"

"نرگس آئی ہیں۔"

"اچھا' کب؟ بلائو زرتاشیہ بیٹی کو بلائو۔' وہ بے تاب ہوگئے۔

"پہلے پوری بات سن لیں۔نرگس اکیلی آئی ہیں' زبیر احمد سے ناراض ہو کر چار روز ہوگئے ہیں۔"

"تم نے سمجھایا نہیں کہ جس دروازے پر کہار کھڑے ہوں وہاں کی مائیں ناراض ہو کر گھر نہیں چھوڑتیں۔"

"آپ ہی کہہ سکتے ہیں' میں تو نرمی سے سمجھا چکی ہوں مگر ان کی ایک ہی ضد ہے۔" انجم نے دبے دبے لہجے میں کہا۔

"کیسی ضد؟"

www.pdfbooksfree.pk

"کہ اب واپس نہیں جانا۔"

"کیا؟ دماغ خراب ہوگیا ہے کیا؟" گلریز نے معمول سے ہٹ کر اونچی آواز میں پوچھا۔

دروازے سے داخل ہوتی نرگس کو بڑے بھیا کا لہجہ اور انداز گفتگو اجنبی سا لگا۔کچھ دھیمے سے لہجے میں انہیں سلام کیا تو انہوں نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"ترازو کے ایک پلڑے میں' میں ساری دولت رکھ دوں اور دوسرے میں تمہیں پھر بھی زبیر احمد کا تم سے جوڑ نہیں بنتا...اس کی شرافت' مروّت اور شائستگی تمہارے مزاج سے لگّا نہیں کھاتی' مگر پھر بھی مجھے زبیر احمد سے کبھی کوئی شکوہ شکایت نہیں ملی۔" بات مزاج کی آئی تو نرگس بھڑک اٹھی۔

"آج تک میری سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ آپ میرے بڑے بھیا ہیں یا زبیر کے۔"

گلریز نے تمسخرانہ نظروں سے نادان بہن کو دیکھا اور بولے۔

"نرگس! بیکار باتیں' ایک جوان بیٹی کی ماں کے منہ سے سننا اچھا نہیں لگتا۔ تم زرتاشیہ کے لیے بھی نہیں سوچتیں۔"

"ہنہ! وہ باپ کی چہیتی ہے' دادی' پھوپی کی دیوانی' میرے خلاف اس کے کان بھرے جاتے ہیں۔جیسا باپ ہے ویسی بیٹی ہے۔" وہ بولتی چلی گئی انجم شوہر کے مزاج کے پیش نظر دھیرے سے بولیں۔

"ٹھنڈے دل اور دماغ سے سوچو' بچی کس قدر ہراساں ہوگی' اس کو تسلی دو' بلکہ یہاں بلالو..."

"انجم! اسے خود فیصلہ کرنے دو' مجھے دیر ہو رہی ہے' ڈرائیور سے کہو گاڑی نکالے۔" گلریز خاصی بیزاری سے کہہ کر بیڈ سے اٹھے اور واش روم کے طرف بڑھ گئے انجم کمرے سے باہر نکل آئیں۔

نرگس کچھ دیر خالی کمرے میں کھڑی کچھ سوچتی رہی پھر تیز قدموں سے باہر چلی گئی۔وہ جانتی تھی کہ بڑے بھیا کی نظروں میں وہی قصور وار ہوگی ہمیشہ یہی ہوا تھا۔جب کبھی اس نے زبیر احمد کی کوئی شکایت ان سے کی تو وہ اسی

www.pdfbooksfree.pk

کو سمجھا بجھا کر یہ باور کراتے کہ وہ غلطی پر ہے اپنی غلطی تسلیم کرنے کی اسے عادت نہیں تھی اس بار تو بقول اس کے وہ سب کشتیاں جلا کر آئی تھی۔کسی قیمت پر واپس جانے کو تیار نہیں تھی' ایسا پکا فیصلہ گو کہ ابھی بڑے بھیا کے رُوبرو اس نے نہیں سنایا تھا۔تاہم وہ تیار تھی کہ جونہی بھیا نے کچھ پوچھا تو وہ صاف صاف بتا دے گی۔مگر آج تو یہ نوبت آئی نہیں تھی۔بڑے بھیا نے شاید جان بوجھ کر اسے سوچنے سمجھنے کا موقع فراہم کیا تھا۔تا کہ وہ کچھ اچھا سوچے۔

☆☆...☆☆

محبت پھر محبت ہے

کبھی دل سے نہیں جاتی

ہزاروں رنگ ہیں اس کے

عجب ہی ڈھنگ ہیں اس کے

کبھی صحرا

کبھی دریا

کبھی جگنو

کبھی آنسو!!!!

اس کی بڑی بڑی شربتی آنکھوں سے اشک بہہ بہہ کر تکیے میں جذب ہوتے دیکھ کر فرحان ٹھٹکا...وہ تو یہ سوچ کر نانو کے کمرے میں آگیا تھا کہ شاید ماما وہیں ہوں گیں' مگر کمرے میں زرتاشیہ تنہا آنسو بہا رہی تھی۔عجب گومگو کی حالت میں تھا' واپسی کے لیے قدم اٹھائے تو قدم من من کے ہوگئے۔وہ اسے دیکھ چکی تھی پلو سے آنکھیں صاف کر کے مسکرانے لگی تو ازراہِ مروّت اسے' بیڈ کے قریب جا کر ہیلو کہنا پڑا...جواب میں وہ بولی۔

''ان آنسوئوں کا الزام آپ کو تو نہیں دیا' پھر کیوں لوٹ رہے تھے؟''

''میں تو ماما کو دیکھنے آیا تھا۔'' وہ ہکلایا من کی چوری پکڑی گئی تھی۔

www.pdfbooksfree.pk

''مجھے معلوم ہے آپ میری وجہ سے نہیں آئے' مگر میں یہاں کس کی وجہ سے ہوں؟'' وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

تم اجنبی تو نہیں ہو' یہ تمہاری دادی اور پھوپو کا گھر ہے۔'' کافی سنبھل کر' الفاظ چباچبا کر حلق سے نکالے تو وہ دل مسوس کے رہ گئی۔

''یاد دہانی کا شکریہ۔''

''زرتاشیہ! دھیرے دھیرے تم کمپلی کیٹڈ سی ہوتی جا رہی ہو۔''

''فرحان! آپ مجھے مشکل راستوں پر کھینچ رہے ہیں' ورنہ میں تو بالکل سیدھی سادی بند آنکھوں سے خواب دیکھنے والی زرتاشیہ تھی۔''

''میں نے ایسا کیا جرم کیا ہے' اور کس بیوقوف نے یہ مشورہ دیا ہے کہ بند آنکھوں سے خواب دیکھو' آنکھیں کھلنے پر بہت مشکل پیش آتی ہے۔اپنا خیال رکھو۔'' وہ بڑے سلیقے سے ٹال کر کمرے سے نکلنے والا تھا کہ بڑی بیگم آگئیں۔

"شکر ہے آپ کو خیال آیا کہ کسی کی خیریت پوچھنی چاہیے۔" انہوں نے آتے ہی حملہ کیا۔

"میں خیریت پوچھنے نہیں آیا۔ماما کی تلاش میں یہاں آیا تھا۔" فرحان نے حد درجہ سختی سے جواب دیا۔زرتاشیہ کا دل چکنا چور ہوگیا۔بڑی بیگم تائو کھا گئیں۔

"میاں صاحبزادے! ہم جانتے ہیں تمہارے لچھن بتا رہے ہیں کچھ نہ کر کے بھی تم کن ہوائوں میں ہو' یہ ہمیں اچھی طرح نظر آرہا ہے۔جائو ماما کو ملو وہ اپنے کمرے میں ہیں۔جائو کچھ فرمائشیں کرو کچھ روپے مانگو۔"

وہ غصے سے سرخ ہوگیا مگر کچھ بولے بنا کمرے سے باہر نکل گیا۔اس کے جانے کے بعد زرتاشیہ نے بڑی بیگم کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"دادو! آپ کیوں انہیں ایسا کہتی ہیں' وہ سمجھتے ہیں آپ میری وجہ سے ایسا کرتی ہیں۔"

www.pdfbooksfree.pk

"ہاں! تو سمجھا کریں' بالکل تمہاری وجہ سے کرتی ہوں' بچپن کی مانگ ہو تم اور میاں صاحبزادے کے مزاج نہیں ملتے۔سارا قصور ہی شاہدہ کا ہے۔لگام کھینچ کر رکھتی تو دونوں بچے کنٹرول میں رہتے۔"

بڑی بیگم کی لے دے کی تان شاہدہ پر ٹوٹتی تھی۔زرتاشیہ کو پھوپو بے قصور لگیں تو ہمدردی سے بولی۔

"دادو! اس میں شاہدہ پھوپو کا کیا قصور ہے' وہ تو پیار کرنے والی ماں ہیں' میری مما جیسی تو نہیں ہیں۔جنہیں میری ذرا سی بھی پروا نہیں ہے میرے پپا کی پروا نہیں ہے۔" وہ رو دی تو بڑی بیگم کا دل تڑپ اٹھا۔

"نہ' نہ دل میلا نہ کرو' ہم سب تو ہیں تمہارے پاس۔" انہوں نے اسے سینے سے لگا لیا' مگر وہ جو اشکوں کا سلسلہ فرحان کے آنے پر رکا تھا وہ پھر سے بہہ نکلا۔

دادو یا زبیر احمد لاکھ اس کا دل بہلاتے تھے مگر وہ ماں کے لیے دل ہی دل میں دکھی تھی۔شاہدہ پھوپو کی تانیہ اور فرحان سے محبت دیکھ کر اور زیادہ

رنجیدہ تھی' مگر چھپ چھپ کے آنسو بہانے کے سوا کوئی اور طریقہ نہیں تھا اس وقت بھی وہ کچھ ماں کے احساس سے کچھ اپنی احساس محرومی سے اور شاید کچھ فرحان کی عدم دلچسپی کے باعث رو رہی تھی' مگر فرحان آدھمکا تو وہ ہنس کر ٹال گئی تھی۔وہ سلسلہ پھر جاری ہوگیا۔

''زرتاشیہ! نرگس نادان ماں ہے تو شاہدہ بھی کوئی عقلمند ماں نہیں ہے' دونوں ہی غلط ہیں...البتہ زبیر احمد اور میاں افتخار کے مزاج میں بہت فرق ہے' تمہاری اور تانیہ' فرحان کی عادات میں زمین آسمان کا فرق ہے۔'' بڑی بیگم کا نظریہ درست تھا یا غلط مگر وہ اپنے نظریے پر ڈٹی ہوئی ضرور تھیں۔

زرتاشیہ ان سے پیار کرتی تھی' احترام کرتی تھی جبکہ تانیہ اور فرحان کے دل میں نفرت تو نہیں' شکایت رہتی تھی۔وہ اپنے حساب اور مرضی سے جینے کے آرزو مند تھے' یہی وجہ تھی کہ انہیں زرتاشیہ کی طرف سے فکر لاحق تھی۔ وہ جلد از جلد زرتاشیہ اور فرحان کی شادی کرنا چاہتی تھیں زبیر احمد کو ان

www.pdfbooksfree.pk

کے فیصلے پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔بس شاہدہ اور میاں افتخار کی طرف سے خاموشی تھی۔

☆☆...☆☆

خوب کھلے پانی سے بھنڈی اور سبز مرچ دھونے کے بعد' ٹوکری ترچھی کر کے پانی نکالنے کے لیے رکھی' ناشتے کے برتن اکٹھے کر رہی تھیں کہ عادل وہیں آگیا۔

''آج تو بہت سوئے ہو' تمہارے ابا خاصا بول کے گئے ہیں۔'' رفیعہ نے اس کے لیے پراٹھا بنانے کی غرض سے توا چولہے پر رکھا۔

''کہاں گئے ہیں؟'' وہ پیڑھی پر بیٹھے ہوئے بولا۔

''بستر پرپڑے پڑے تھک جاتے ہیں تو یار دوستوں کے پاس جا کر دل بہلا لیتے ہیں۔آج تو سبزی بھی خود دے کر گئے ہیں۔''

''میں لے آتا سبزی۔''

''بس رہنے دو' گھوڑے بیچ کر سوئے ہوئے تھے۔دن کے گیارہ بج رہے ہیں۔'' رفیعہ نے گویا اسے یاد دلایا۔

''صبح اٹھ کر بھی کیا کرنا ہوتا ہے مجھے کون سا ڈیوٹی پر جانا ہوتا ہے۔'' صبح صبح اس کا منہ زہر سے کڑوا ہوگیا۔

''اگر اپنے ابا کی بات مان لو تو بہتر ہے۔'' رفیعہ نے شوہر کی غیر موجودگی میں آہستہ سے کہا۔

''آپ بھی یہ چاہتی ہیں کہ میں اسٹور چلائوں۔اتنا پڑھ لکھ کر صابن' سرف میں گنوادوں۔'' وہ ان کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔وہ نظریں چرا گئیں' اور اس کا ناشتا بنانے میں مصروف رہیں۔

''بولیں نا امی۔''

انہوں نے خستہ پراٹھا اس کے سامنے رکھا اور بولیں۔

www.pdfbooksfree.pk

''بیٹا! کام چھوٹا بڑا نہیں ہوتا' اپنا اسٹور چلانے میں تعلیم ضائع تو نہیں ہوجائے گی بیکار بیٹھنے سے تو کچھ کرنا بہتر ہے دو ہزار بجلی کا بل' سات سو گیس کا بل کیسے اور کہاں سے بھرے جائیں گے۔مہنگائی کا طوفان ہے' رات دن یہی فکر مجھے کھائے جاتی ہے۔میں نے تمہارے ابا کو کبھی اپنا یہ فیصلہ نہیں سنایا' ان سے تو میں تمہاری وکالت کرتی ہوں۔''

''امی! تھوڑا سا انتظار۔'' وہ شرمساری سے ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر بولا۔

''اور کتنا انتظار؟ بیٹا ہمیں اپنے لیے کچھ نہیں چاہیے ہم تو آج مرے کل دوسرا دن' مگر گھر کے حالات تمہارے لیے اب بدلنے چاہئیں' اگر آج افتخار اور شاہدہ شادی کی تاریخ دیدیں تو ہمارے پاس کیا ہے؟ تانیہ اس گھر میں' ان حالات میں کیسے آسکتی ہے؟''

رفیعہ نے اس طرح سمجھایا کہ وہ کچھ دیر کو چپ ہوگیا' پھر ایک دم بولا۔

”آپ رشتے سے انکار کردیں‘ کیونکہ اگر تانیہ نے گھر اور حالات سے شادی کرنی ہے تو کوئی اور گھر ڈھونڈیں۔“

”عادل! یہ میری تربیت ہے یا لاڈ پیار کہ تم بڑوں کے فیصلے پر اس طرح بات کرو۔تانیہ کے بارے میں آئندہ اس انداز میں بات نہ کرنا۔“

وہ وہاں سے اٹھ کر کمرے میں چلی گئیں۔تو وہ ماں کے لیے دُکھی ہوگیا۔ پراٹھا‘ آملیٹ اپنی جگہ پر پڑے رہے اور وہ مردہ قدموں سے چل کر اپنے کمرے میں آگیا۔

ایک مرتبہ پھر بستر پر گر گیا۔چت لیٹا چھت گھورنے لگا۔

”عادل ستار! یہ تم کس مقام پر آگئے ہو‘ جہاں تمہاری خواہش اور انا کے علاوہ سب کچھ موجود ہے۔افسری کا خواب ملیا میٹ ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ منزل اگر ایک جنرل اسٹور ہی تھا تو کیوں ان سڑکوں کی خاک چھانی جو کالج یونیورسٹی کو جاتی تھیں؟ دوسری طرف تانیہ ایک ایسا سچ ہے جس کی خواہش ہونے کے بعد بھی نامکمل سا احساس موجود ہے تانیہ کے لیے عادل ستار کی

www.pdfbooksfree.pk

اہمیت ہی کیا ہے؟ سونے کا بن کر بھی اس کا دل جیتنا مشکل کام ہے۔یہ بات میں کس کس کو سمجھائوں؟“ بے دلی سے کروٹ لے کر آنکھیں موندیں تو چھم سے وہ تند خُو قریب آگئی۔اس کے نمکین چہرے کا احساس بہت قریب محسوس ہونے لگا۔وہ اس احساس کی گرفت سے خود کو نکال نہ سکا۔

”نہیں! عادل‘ تانیہ اب تمہاری زندگی کا استعارہ ہے اسے تو ہر طرح پانا ہے۔غیرت و حمیّت بھی کوئی چیز ہے۔لطیف جذبوں کی بھی کوئی اہمیت ہے۔ تانیہ! سوری ڈیئر تمہیں عادل کے لیے آنا ہے‘ میں ہر صورت تمہیں لا کر رہوں گا۔کیونکہ اب تم مجھے ڈسٹرب کرنے لگی ہو‘ میرے ارد گرد گھومنے لگی ہو۔“

وہ کافی دیر مسرور سا کبھی خود سے اور کبھی تانیہ کے تصور سے باتیں کرتا رہا اور بہت سے مضبوط ارادے باندھتا رہا کہ اسے کیا کرنا ہے؟ کیونکہ اس نے

یہ جان لیا تھا کہ تیز طرار تانیہ اب اسے یاد آنے لگی ہے' یاد رہنے لگی ہے۔ شاید اب اسے بھولنا یا بھلانا ممکن نہیں رہا تھا۔

''نو' نو مائی ڈیئر' سوری تم کو بھولنا اب ممکن نہیں۔'' دائیں سے بائیں کروٹ لیتے ہوئے وہ مسکرا کر بڑ بڑایا۔

ممکن جو اگر ہوتا

ہم تم کو بھلا دیتے

یادوں کو کفن دے کر

بے وقت سُلا دیتے

کٹ گرتی زباں اپنی

تم کو جو صدا دیتے

اس دل سے ترے دل تک

دیوار اٹھا دیتے

www.pdfbooksfree.pk

ممکن جو اگر ہوتا

ہم تم کو بھلا دیتے

تانی ڈیئر! ممکن جو اگر ہوتا ہم تم کو بھلا دیتے۔''

سوچتے سوچتے وہ سو گیا۔

☆☆...☆☆

میاں جی کو کمرے میں تنہا دیکھ کر وہ فوراً ان کے پاس چلا آیا۔وہ ٹی وی پر حالات حاضرہ کا کوئی پروگرام دیکھ رہے تھے' اور اتنے محو تھے کہ انہیں فرحان کے آنے کا احساس نہیں ہوا۔وہ جانتا تھا کہ بابا کو اس قسم کے پروگراموں سے خاص دلچسپی تھی۔اس لیے وہ ان کی پشت پر کچھ دیر کھڑا رہا تو عین اسی وقت بجلی چلی گئی۔

"او شٹ! بجلی کو بھی ابھی جانا تھا۔" وہ خود سے بے اختیار بولے جبکہ فرحان نے دل میں شکر ادا کیا کہ اب وہ بابا سے بات کر سکے گا' مگر ابھی وہ ان سے اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ

"بابا! مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔"

تانیہ اور شاہدہ بیگم آگے پیچھے کمرے میں داخل ہوئیں۔تانیہ حسب معمول تڑتڑا رہی تھی' اور شاہدہ حسب معمول مٹھاس میں ڈوبی اس کو سمجھا رہی تھیں وہ دونوں کچھ نہ سمجھے۔

"تانیہ! ہر چیز زندگی کا حصہ ہے' بجلی کوئی ہمارے ہی گھر کی نہیں جاتی' برداشت کرو۔" وہ نرمی سے کہہ کر شوہر کے برابر بیٹھ گئیں۔

"معلوم ہے مجھے' لیکن یوپی ایس اور جنریٹر کا استعمال تولوگ کر رہے ہیں۔"تانیہ بھنائی۔

"جنریٹر کا شور اور خرچ ناقابل برداشت ہوتا ہے اور یو پی ایس تو ناپائیدار ہے۔" شاہدہ نے دھیرے سے کہا۔

www.pdfbooksfree.pk

"یہ آپ نہیں' نانو بول رہی ہیں' مگر مجھے کچھ نہیں معلوم مجھے جنریٹر چاہیے۔" تانیہ چلائی۔

"تانیہ بات کیا ہے'کچھ پتا تو چلے۔" میاں افتخار نے پوچھا۔

"افتخار! آپ جانتے ہیں کہ اماں جان کو جنریٹر کا شور پسند نہیں ہے' اور وہ کبھی یہ پسند نہیں کریں گی۔میں اسے سمجھا رہی ہوں کہ لوڈشیڈنگ بھی برداشت کرنی چاہیئے' اگر یہ فرمائش پوری کرتی ہوں تو گھر میں جنگ شروع ہوجائے گی۔" شاہدہ نے نرمی سے میاں جی کو بتایا۔وہ کچھ نہ بولے ان سے پہلے فرحان بول اٹھا۔

"ماما! کچھ ہماری ضرورت اور خوشی کا بھی خیال کر لیا کریں' آخر ہم آپ کی اولاد ہیں۔" فرحان تو شاید پہلے سے خار کھائے بیٹھا تھا' ایک دم بھڑک اٹھا تانیہ کو شے مل گئی۔

"ہنہ! ہماری ضرورت اور خوشی ان کے نزدیک کوئی معنی نہیں رکھتی اس آسیب زدہ حویلی میں ہم رہ رہے ہیں یہ بک نہیں سکتی۔"

"آسیب زدہ! بیگم آپ نے تو کبھی نہیں بتایا کہ حویلی آسیب زدہ ہے۔" میاں جی نے ماحول ٹھنڈا کرنے کی غرض سے مزاح کا سہارا لیا' مگر شاہدہ بیگم تو نم آلود آنکھوں کو آنچل سے صاف کر رہی تھیں۔

"ماما کیا بتائیں گی؟" تانیہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

"آپ یوپی ایس لگوادیں' ورنہ یہ لڑکی ہر ایک گھنٹے بعد طوفان کھڑا رکھے گی۔" وہ رقّت آمیز لہجے میں میاں جی سے بولیں۔

"جو حکم میری سرکار! مگر اماں جان کا مقابلہ آپ کریں گی۔"

"افتخار! کبھی سیریس بھی ہو جایا کریں۔" وہ ناراض ہو کر بولیں تو میاں جی قہقہہ لگا کر ہنس دیئے۔فرحان کچھ کہہ نہ سکا' اس لیے بنا کچھ کہے کمرے سے باہر چلا گیا۔میاں جی کو بھی خیال نہیں رہا کہ فرحان سے پوچھ لیتے کہ وہ کیا بات کرنے آیا تھا۔انہیں تو بیگم کا حکم ملا اور وہ اٹھ کر باہر چل دیئے یو پی ایس لگوانے کے لیے۔اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔نہ شاہدہ بیگم کے پاس اورنہ میاں افتخار کے پاس شاہدہ نے بظاہر تو شوہر کو بھیج دیا تھا مگر اندر

www.pdfbooksfree.pk

سے وہ پریشان بھی تھیں کہ اس بات کو امان جان کبھی پسند نہیں کریں گی۔ وہ تو بجلی کے ہونے پر بغیر پنکھے کے' بغیر روشنی کے گزارا کر لیتی ہیں۔رات دن بجلی کے بلوں پر چیختی چلاتی ہیں تو اب اس خرچے کو وہ فضول خرچی کا نام دیں گی۔شاہدہ بیگم نے کچھ سوچنے کے لیے آنکھیں موند لیں۔

☆☆...☆☆

"سامعہ! سامعہ۔" جب کئی آوازوں پر بھی وہ کچن سے باہر نہ نکلی تو صائمہ نے مسز جیری کو کچن کا راستہ دکھادیا وہ رات کا کھانا پکانے میں منہمک تھی' مسز جیری دبے قدموں سے اس کے پیچھے جا کھڑی ہوئیں اور دھیرے سے اس کا کان دبایا تو وہ ڈر گئی۔بے اختیار منہ سے چیخ نکلی۔

"اوئے تم تو چڑیا کے مافق ہو ایسے ڈر جاتی ہو۔" مسز جیری نے ہنس کر خوفزدہ سی سامعہ کو اپنے گلے لگا لیا۔

"او' آپ نے مجھے ڈرا دیا۔" وہ سانس ہموار کرتے ہوئے بولی۔

''مگر تم کو ڈرنے کا نہیں' ابھی تو بہت کچھ ہونا باقی ہے۔'' مسز جیری نے محبت پاش نگاہوں سے دیکھا۔

''ہاں! آپ ہیں نا میرے ساتھ۔''

''کدھر! ہم تو زیادہ سے زیادہ ایک دو مہینہ ادھر ہے۔''

''کیوں؟ کس لیے؟'' وہ تقریباً رو دی۔

''ارے بچہ! ریٹائر منٹ آرڈر آگیا ہے' اب تم جلدی سے اپنے گھر جائو تاکہ ہم خوشی خوشی پاکستان سے جائیں۔''

''یہ خواب تو میں ہر وقت دیکھتی ہوں' مگر تعبیر کسے معلوم کیا ہو؟'' وہ رنجیدہ ہوگئی۔

''تم جتنا جلد ہو' اپنے گھر جائو' فرحان کو بولو' اب بہادری دکھائے۔''

اس نے لمبا سانس بھرا اور ان کو کرسی پر بٹھا کر خود سامنے بیٹھتے ہوئے بولی۔

www.pdfbooksfree.pk

''مسز جیری! فرحان بہادر ہے' سچا ہے وہ میرا پورا سچ ہے' آپ یہ بتائو کالج کے معاملات کیسے چل رہے ہیں؟''

''ایک دم فائن' بس سب تمہارے واسطے الٹا سیدھا بولتے ہیں جو ہم کو اچھا نہیں لگتا' بس تمہاری وجہ سے چپ کر جاتے ہیں۔''

''تھینک یو مسز جیری!'' اس نے محبت سے ان کے ہاتھ تھام لیے۔

''مگر' ایسا کتنے دن چلے گا' فرحان کیا بولتا ہے اس کے بابا نے تمہارے واسطے کیا کیا؟'' وہ متفکر تھیں۔

''کوشش کر رہے ہیں' حالات کنٹرول میں آئیں تو بہتری ہوگی۔'' ڈبکیاں کھاتے دل کے ساتھ وہ انہیں بہلانے کو بولی۔مگر مسز جیری کی بوڑھی آنکھوں میں جانے کیسا خوف اور بے بسی تھی سامعہ جلدی سے انہیں کچن سے باہر اپنے کمرے کی طرف لے آئی۔

''او سامعہ! پتہ نہیں کیوں ہمیں ایک دم تمہارا بہت فکر ہونے لگتی ہے' ہم چلا جائے گا۔مگر تمہارا کیا ہوگا؟'' مسز جیری تقریباً رندھے ہوئے گلے میں بولیں۔

''سب ٹھیک ہے' سامعہ پہلے بھی حالات سے لڑتی آئی ہے' اب تو فرحان کی بے پناہ محبت میرے ساتھ ہے میں اس کی محبت کے لیے خود کو آزمانا چاہتی ہوں وہ نہیں چاہتا کہ میں جاب کروں تو میں

ریزائن کردوں گی۔''

وہ اپنے کمرے میں لے جا کر بہت محبت سے انہیں صوفے پر بٹھا کر خود دوزانوں ان کے سامنے فرش پر بیٹھ گئی۔

''او گاڈ! خدا کے واسطے ریزائن اس وقت تک نہ کرنا' جب تک تم اس گھر میں ایڈجسٹ نہ کر جائو۔''

''اوکے! ایسا ہی کروں گی' فی الحال کوشش کرتی ہوں کہ ایک ماہ کی چھٹی اور منظور ہوجائے۔''

www.pdfbooksfree.pk

''بٹ' جو کرنا ہے جلدی کرو۔''

''اوکے ! اب آپ آرام سے بیٹھیں' کھانا تقریباً تیار ہے میں لے کر آتی ہوں۔''

''نہیں ڈارلنگ! بالکل بھوک نہیں ہے' اب جانا' گاڈ بلیس یو' وہ یہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئیں سامعہ ان کے ہاتھ تھام کر بالکل قریب کھڑی ہوئی تو ضبط نہ ہوا' آنسوئوں کی جھڑی لگ گئی۔ایسا لگا کہ ماں سامنے کھڑی ہے۔

''نو' نو مائی چائلڈ! رونا نہیں' مسز جیری تمہاری ماں اور فرینڈ ہے' بے فکر ہو' کہیں بھی جائوں تم کو پاس بلوا سکتی ہوں۔'' انہوں نے اسے بانہوں میں بھر لیا' مگر وہ مزید تاب نہ لاتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

مسز جیری اسے تسلیاں دیتی رہیں...پیار کرتی رہیں۔دروازے میں کھڑی صائمہ کی پلکیں بھی بھیگ گئیں۔جیسے ہی ان دونوں کی نظر اس پر پڑی تو وہ مسکرادی بس پھر تو مسز جیری کو جان چھڑانی مشکل ہوگئی۔صائمہ نے کھانے کے بغیر ہلنے ہی نہ دیا۔ہلکی پھلکی گپ شپ میں کھانا کھایا گیا کھانے کے فوراً

بعد گلزاری چائے کا پوچھنے آئی تو مسز جیری نے معذرت کرلی اور رخصت ہو گئیں۔

ان کے جانے کے بعد وہ کچھ اداس سی ہوگئی تو صائمہ نے تسلی آمیز انداز میں اسے مسکرا کر کہا۔

''سب تمہارے ساتھ ہیں' کیوں فکر کرتی ہو۔'' صائمہ کے کہنے پر اس نے وہ سب بتادیا جو باتیں مسز جیری سے ہوئیں۔صائمہ خود حقیقت پسند تھی' وہ مسز جیری کے خدشات اور سامعہ کی منتظر نگاہوں کا مطلب اچھی طرح سمجھتی تھی مگر وہ بھی فرحان اور میاں جی پر بھروسہ کیے ہوئے تھی۔

☆☆...☆☆

کافی دیر سے مسلسل ٹھک ٹھک کی آوازیں آرہی تھی۔

بڑی بیگم نے ظہر کی نماز کی چار رکعتیں پڑھ کر جونہی سلام پھیرا تو ڈرل مشین کی آواز آنے لگی غم و غصے سے وہ چلا اٹھیں۔زرتاشیہ جو کہ سوئی ہوئی تھی وہ بھی جاگ گئی۔ناجی ہانپتی ہوئی کمرے میں حاضر ہوگئی۔

www.pdfbooksfree.pk

''یہ گھر میں کیا ہو رہا ہے؟''

''وہ' وہ دومستری آئے ہیں کوئی مشین لگانے۔''

''مستری! کیسی مشین؟'' ان کی حیرت میں اضافہ ہو گیا۔

''مجھے کیا پتا؟ میاں جی کو پتا ہوگا یا بیگم صاحبہ کو۔'' ناجی نے تڑک کر کہا۔

''تُو' تو بھولی ہے' تجھے سب معلوم ہوتا ہے۔چل بلا میاں جی کو۔'' انہوں نے اسے اچھی طرح سنا کر بھیجا۔

''دادو! آپ اطمینان سے نماز پڑھ لیں' ہونے دیں جو ہو رہا ہے۔'' زرتاشیہ نے دھیرے سے کہا۔

''ارے بچی! یہ سب منٹوں میں اس گھر کو کھنڈر بنا دیں اگر میں خیال نہ رکھوں تو۔'' وہ بڑی نرمی سے بولیں اسی اثنا میں میاں جی اور شاہدہ بیگم آگئے۔

''اے میاں! یہ کیا ٹھک ٹھک لگا رکھی ہے۔کیسا شور ہے؟''

میاں جی پر وہ ایک دم حملہ آور ہوئیں تو وہ کچھ سٹپٹائے اور بیوی کو دیکھا۔ شاہدہ بیگم سمجھ گئیں اس لیے خود بولیں۔

''اماں جی! لوڈشیڈنگ کی وجہ سے یو پی ایس لگوا رہے ہیں تاکہ پنکھے ہی چل سکیں۔''

''یہ یو پی ایس کس کا بلا کا نام ہے؟ اور بجلی کا بند ہونا کون سی اچھنبے کی بات ہے۔''

''آپ نماز پڑھ لیں پھر سمجھاتا ہوں۔'' میاں جی نے بہت سمجھ داری سے کام لیا وہ واقعی جلدی سے نماز پڑھنے میں محو ہوگئیں میاں جی تو وہاں سے کھسک گئے البتہ شاہدہ بیگم زرتاشیہ سے دھیرے دھیرے باتیں کرنے لگیں۔

مگر جونہی نماز پڑھ کے فارغ ہوئیں تو فوراً شاہدہ بیگم کو گھیر لیا۔

''ہاں! اب بتائو کیا ہو رہا ہے اس گھر میں بنا ہماری اجازت کے۔''

www.pdfbooksfree.pk

''اماں جان! بجلی کی لوڈشیڈنگ بہت ہو رہی ہے اس لیے ایک ایسا سسٹم لگوا رہے ہیں جس سے بجلی کے جانے کے بعد خود بخود بجلی آجائے گی۔'' شاہدہ بیگم نے انہیں بہت سادہ سے انداز میں سمجھایا۔

''مگر بی بی! ایسی بھی کیا نزاکت' کیا بجلی کے بغیر پہلے لوگ نہیں رہتے تھے بجلی' بجلی سب کے ذہنوں پر طاری ہوگئی۔ کھلی ہوا میں بیٹھا کرو' برداشت کی عادت ہونی چاہیے۔'' انہوں نے ؛پھر بھی خوب لتاڑا۔

''پہلے لوگ عادی ہوتے تھے' اب عادت نہیں رہی اور ہزار مسئلے ہیں بچوں کو پڑھنا ہے۔'' شاہدہ بیگم نے اپنے مخصوص دھیمے انداز میں جواب دیا۔

''یوں کہو' تمہارے بچوں نے شوشہ چھوڑا ہے انہیں ہی یہ چونچلے سوجھتے ہیں ان کا بس چلے تو چاند تاروں کو ہاتھ لگائیں تم کو اولاد کی تربیت کرنی نہ آئی۔'' وہ جلی کٹی سنا کر کمرے سے باہر چلی گئیں۔

''پھوپو جانی!'' زرتاشیہ نے پکارا۔

''جی بیٹا!''

"آپ محسوس نہ کریں' دادو بس اوپر اوپر سے سخت ہیں۔" زرتاشیہ نے خاموش سی پھوپو کی دل جوئی کی خاطر کہا۔

"جانتی ہوں وہ اماں جان ہیں غلط نہیں کہتیں مگر شاید غلط میں بھی نہیں ہوں۔" وہ سنجیدگی سے بولیں۔

"اچھا! یہ بتایئے پپا کا فون آیا ہے کیا...؟"

"میرا خیال ہے کہ نہیں' ورنہ ناجی یا اماں جان ضرور آپ کو بتا دیتیں۔"

"ہنہ! دراصل میرا فون رات سے بند تھا۔پپا نے شاید میرے نمبر پر ملایا ہو۔" وہ کچھ سوچ کر بولی۔

"تو پریشانی کی کیا بات ہے' آفس گئے ہیں آنے والے ہوں گے' ورنہ خود فون کرلو۔" شاہدہ بیگم نے اس کے ریشمی بالوں میں محبت سے انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔

"بس پپا کے لیے ہر وقت دُکھ سا لگا رہتا ہے۔" وہ اداس ہوگئی۔

www.pdfbooksfree.pk

"میرا بھائی اپنی اچھائی کی سزا بھگت رہا ہے نرگس کو کبھی اس کا خیال نہیں رہا۔اس کی تو چھوڑو' آپ کی بھی پروا نہیں ہے' اولاد تو ماں کی کمزوری ہوتی ہے۔"

شاہدہ بیگم نے کہا تو زرتاشیہ کے اندر کٹر واہٹ کا نیا بیج پھوٹا وہ تلخی سے بولی۔

"مجھے لگتا ہے میں صرف پپا کی بیٹی ہوں۔"

"خیر ابھی ایسے نہیں سوچتے' نرگس کو آپ کا بہت خیال آئے گا۔بس انتظار کرو۔" انہوں نے بہت دلار سے کہا تو بے یقینی کی حالت میں وہ صرف انہیں دیکھتی رہی بولی کچھ نہیں' پلکوں سے آنسو ٹوٹے اور ریشمی بالوں میں جذب ہوگئے۔شاہدہ بیگم اٹھ کر باہر گئیں تو وہ بہت مضطرب سی ہو کر اٹھ بیٹھی دل تڑپنے لگا' مچلنے لگا بے تابی سے موبائل فون کی طرف دیکھا اور پھر پھوٹ پھوٹ کے رو دی پتا ہی نہ چلا کہ کب پپا کمرے میں آگئے۔

"زرتاشیہ! پپا کو صدمہ دینا پسند ہے آپ کو۔"

"وہ' نہیں پپا اللہ نہ کرے۔" وہ ہکلائی' بہتے آنسوئوں کو جلدی سے صاف کیا۔وہ اس کے قریب بیٹھ گئے' اس کا سر سینے سے لگا لیا۔

"میری طرف سے بیٹا آپ پر کوئی پابندی نہیں ہے آپ جب چاہو فون کرو' ملنے جانا چاہو تو ضرور جائو' میں جہاز کی سیٹ بک کرادوں گا۔مگر یوں چھپ چھپ کر رونے سے مجھے مجرم مت ثابت کرو۔"

"او' مائی سوئیٹ پپا! ایسا کچھ نہیں ہے میں تو آپ کو فون کرنا چاہتی تھی آج آپ نے آفس سے فون نہیں کیا' میں پریشان تھی۔" وہ جلدی جلدی بولی۔

"میری بیٹی کی آنکھوں میں جو کربناک سچ چھپا ہے' وہ پپا دیکھ سکتے ہیں۔" وہ مسکرا کر بولے۔

"اچھا' آپ نے کھانا کھالیا۔" وہ ٹال گئی۔

"نہیں' ابھی اماں جان کھانا لگوا رہی ہیں۔آپ نے کھالیا۔" انہوں نے پوچھا۔

www.pdfbooksfree.pk

"ہنہ! دادو نے خود میری فیورٹ سلاد اور چکن نگیٹس بنائے تھے اور اپنے ہاتھوں سے کھلائے ہیں۔" اس نے خوش ہو کر بتایا۔

"واہ! مزے ہیں آپ کے۔" زبیر احمد خوش ہوگئے ان کی خوشی زرتاشیہ کی خوشی میں تھی۔

"آپ کپڑے چینج کر کے کھانا کھا لیں' تین بج رہے ہیں۔"

"او کے! بس میں اپنی بیٹی کے پاس بیس منٹ میں آتا ہوں۔" وہ جانے کے لیے اٹھے اور پھر رک کر بولے۔

"اور ہاں آج شام میں ڈاکٹر صاحب سے اپائنٹمنٹ ہے' ایکسرے بھی کروانا ہے۔" وہ یاد دہانی کرا کے باہر گئے۔

☆☆...☆☆

صحن میں خوب اچھی طرح چھڑ کاؤ کے بعد ناجی نے تمام گملوں کو کیاریوں کو پانی دیا تخت پوش تبدیل کیا کرسیوں کو ترتیب سے رکھا' پیڈسٹل فین لگایا۔اور بڑی بیگم کو اطلاع دی۔انہوں نے آگے اسے

ایک کام بتا دیا اور پوچھا۔

''اسٹور سے اچار کے سارے مرتبان نکالو اور اچھی طرح دھو کر رکھو' صبح دھوپ لگانی ہے اچار نہیں ڈالنے کیا؟''

''ابھی اچار کا سامان تو آیا نہیں جب آئے گا تو مرتبا ن نکال لوں گی۔'' ناجی نے خاصی ناگواری کا مظاہرہ کیا مگر وہ تو برس پڑیں۔

''اری اللہ کا فضل ہے کل سامان بھی آجائے گا لسوڑے' آم' اور مرچ لیموں کا اچار ہمیشہ ہی ڈلتا ہے کیوں بھول جاتی ہے تو...؟''

''توبہ ہے بڑی بیگم آپ تو بس۔'' وہ بھنا کر آگے بڑھ گئی۔

www.pdfbooksfree.pk

''ہاں' ہاں تو بھی بولی' تیرے بھی پر پرزے نکل گئے ذرا سا کام آجائے تو نحوست ڈال دیتی ہے کبھی ہنسی خوشی کسی کام کو شروع نہیں کرتی۔'' اس کے جانے کے باوجود وہ زور زور سے بولتی چلی گئیں میاں جی اور شاہدہ بیگم وہیں آگئے۔

''ارے اماں جان! خیریت ہے یہ کس کا ذکر خیر ہو رہا ہے؟'' انہوں نے دانستہ پوچھا۔

''ارے ایک ہی سر چڑھی ہے اس گھر میں جسے تم دونوں نے اپنی اولاد کی طرح بگاڑ کے رکھ دیا ہے۔ذرا سا کام بتادوں منہ لٹک جاتا ہے۔'' تخت پوش کو ہاتھوں سے سیدھا کرتے ہوئے بولیں۔

''اماں جان! ناجی تو بہت کام کرنے والی ہے' آپ اس سے خفا نہ ہوا کریں' وہ تو آپ کی آپ کے انتظام کی بہت تعریف کرتی ہے۔'' میاں جی نے حسب عادت ناجی کو حفاظتی قلعے میں بند کر دیا۔

"خاک تعریف کرتی ہوگی' میرے سامنے تو ترنی بہ ترکی جواب دیتی ہے۔" انہوں نے کچھ کچھ لہجہ نرم کیا۔

"سامنے تو وہ تھوڑا سا ناز کر لیتی ہے' لاڈ کرتی ہے آخر اس غریب کا ہے ہی کون؟" میاں جی نے اخبار اٹھاتے ہوئے کہا۔

"آپ کو تو اس کی شادی بھی کرنی ہے۔" شاہدہ نے کہا تو وہ جھٹ کچھ یاد کر کے بولیں۔

"ہاں! ہاں لیکن پہلے جن کی کرنی ہے' ان کی طرف سے تم دونوں نے چپ سادھ رکھی ہے۔"

"آج چائے کا ناغہ ہے کیا؟" میاں جی قطعاً سُنی ان سنی کر گئے۔

"ہاں! آئے ہائے توبہ ہے بھئی یہ یادداشت بھی بالکل جواب دیتی جا رہی ہے۔" اماں جان ماتھا پیٹ کر جلدی سے چائے بنانے چلی گئیں تو وہ دونوں ایک دوسرے کو چور نظروں سے دیکھنے لگے۔

www.pdfbooksfree.pk

"افتخار! کب تک اماں جان کو ٹال سکتے ہیں آپ۔" شاہدہ بیگم نے آہستہ سے پوچھا۔

وہ توقف کے بعد کچھ مزید سوچتے رہے اور پھر بولے۔

"پھر کیا کرنا چاہیے؟"

"آپ فرحان سے بات کریں' اب نرگس کے جانے کی وجہ سے اماں جان کو زرتاشیہ کی زیادہ پریشانی ہے' زبیر بھی ٹینس ہے' میرا خیال ہے پہلے فرحان کی شادی کر دیتے ہیں۔" شاہدہ بیگم نے اپنی دانست میں بڑا معقول حل پیش کیا۔جس پر میاں افتخار ہکلانے لگے۔

"کہ' کیا؟ شادی دونوں بچوں کی اور الگ الگ۔"

"تو کیا ہوا؟ تانیہ کی تو ابھی تعلیم جارہی ہے' ویسے بھی تانیہ تو اتنی آسانی سے راضی نہیں ہوگی۔میرا خیال ہے فرحان..."

''آں' آں اماں جان آرہی ہیں۔'' میاں جی نے جلدی سے شاہدہ بیگم کا جملہ اچک کر باورچی خانے سے آتی ہوئی اماں جان کی طرف ان کی توجہ مبذول کرائی۔شاہدہ بیگم فوراً خاموش ہوگئیں۔

''افتخار میاں! کل اچار کے لیے سرسوں کا تیل اور مسالے یاد سے لانے ہیں تیل میں ہیک نہ ہو' اور مسالے بھی پرانے نہ ہوں۔'' انہوں نے چائے کی ٹرے رکھتے ہوئے کہا تو میاں جی نے اطمینان بھری سانس لی اور جلدی سے بولے۔

''آپ بس لسٹ بنادیں۔''

''لسٹ تو میں ابھی بنادوں گی' بس کل سامان آنا چاہیے۔''

''آپ فکر ہی نہ کریں۔'' شاہدہ بیگم کے ہاتھ سے چائے کا کپ لیتے ہوئے وہ بولے۔

''اور یہ فرحان' تانیہ ابھی تک چائے کے لیے نہیں آئے۔''

www.pdfbooksfree.pk

''وہ' شاید گھر میں نہیں ہیں۔'' شاہد بیگم نے بہت آہستہ سے کہا۔

''اوہ! ہم بھول جاتے ہیں وہ تو دونوں مادر پدر آزاد ہیں۔'' انہوں نے ایک کپ چائے زرتاشیہ کے لیے بنائی اور دو تین بسکٹ پلیٹ میں رکھ کے اپنے کمرے کی طرف چلی گئیں۔

''ویسے بیگم صاحبہ تانیہ کہاں ہے؟'' میاں افتخار نے ان کے جانے کے بعد پوچھا۔

''اسے لائبریری جانا تھا۔''

''وہ بھی خرم کے ساتھ۔''

''ہاں شاید۔'' وہ کچھ طنزیہ بولیں۔تو میاں افتخار نے دانستہ خاموشی اختیار کر کے اخبار نظروں کے سامنے کر لیا۔

☆☆...☆☆

رات کے کھانے کے بعد گلریز کی عادت تھی کہ وہ لان میں چہل قدمی کے لیے نکل آتے تھے کبھی کبھی انجم ساتھ ہوتیں کبھی افراسیاب باپ کا ساتھ نبھاتا' لیکن عموماً وہ اکیلے ہی تقریباً گھنٹہ بھر چہل قدمی کر کے اندر آتے تھے آج بھی وہ باہر نکلے تو پیچھے سے نذیر نے آکر اطلاع دی ٹیلی فون سننے کی۔وہ واپس پلٹے یہ سوچ کر کہ کوئی ایسا آدمی فون کر رہا ہے جس کے پاس موبائل فون نمبر نہیں ہے۔ٹی وی لائونج میں فون ہولڈ پر تھا۔انجم باہر تھیں' نرگس ٹی وی دیکھنے میں مصروف تھی۔

''ہیلو!'' وہ بولے۔

''ہیلو! گلریز بیٹا کیسے ہو؟'' دوسری طرف بڑی بیگم کی آواز تھی' گلریز ٹھٹکے۔ نرگس کی طرف دیکھا سمجھ گ ء یکہ فون کیوں آیا ہے؟

''جی' جی خالہ جان بالکل ٹھیک ٹھاک' آپ سنائیں کیا حال چال ہے؟'' وہ خوش دلی کا مظاہرہ کرنے کے لیے کافی کھنک دار لہجے میں بولے۔

www.pdfbooksfree.pk

''ارے میاں! ہمارے حال تو اپنی بہن سے پوچھو جس نے ہمیشہ خراب ہی کیے کیسے بھائی ہو پوچھا بہن سے کہ بی بی گھر بار چھوڑ کے بیٹی' شوہر کو چھوڑ کے کیوں آئی ہو؟'' بڑی بیگم نے اچھے خاصے تند لہجے میں شکوہ کیا۔

''جی' وہ میں مصروف تھا۔آج ہی زمینوں سے آیا ہوں' ابھی پوچھتا ہوں' آپ فکر نہ کریں' زبیر احمد اور زرتاشیہ بیٹی کیسے ہیں؟'' خلاف عادت گلریز صاحب کو جھوٹ کا سہارا لینا پڑا۔حالانکہ وہ دو دن سے یہیں تھے مگر ضدی نرگس سے بات نہیں کی تھی۔یہ بھی ان کی سرزنش کا انداز تھا' جسے نرگس بھی خوب سمجھتی تھی مگر پھر اڑی ہوئی تھی۔

''میاں! اب فرصت نکال کر بات کرلو کیا چاہتی ہیں بہو بیگم' باقی میرے زبیر احمد کو دل کا مریض تو بنا دیا ہے۔رہی بات زرتاشیہ کی تو اس کے پیر پر پلستر چڑھا ہے۔وہ ماں کی بے حسی سے کمہلا کے رہ گئی ہے۔''

''کیا؟ زرتاشیہ کے پائوں پر پلستر کیوں؟'' گلریز صاحب کو شاک لگا نرگس کے کانوں میں آواز پڑی تو اٹھ کر ان کے قریب آگئی۔

''پھسل گئی تھی' اللہ کا کرم ہو گیا ہڈی ٹوٹی نہیں۔''

''اوہ! خالہ جان! میں شرمندہ ہوں' میں ابھی بات کرتا ہوں زرتاشیہ سے۔''

''چھوڑو میاں! اصل مسئلہ پہلے حل کرو' نرگس سے دو ٹوک پوچھ لو' اِدھر یا اُدھر بس' یہ درمیان میں لٹکتے لٹکتے تو میرے بچے کی جوانی بڑھاپے میں بدل گئی۔'' انہوں نے اپنے روایتی سخت لہجے میں کہا۔

''آپ پلیز میری زرتاشیہ سے بات تو کرا دیں۔''

''اس کی ماں کے پاس بیٹی کا نمبر تو ہوگا' لے کر ملائو اور بات کرلو' ہم اسے نہیں کہہ سکتے اور ہاں اسے یہ پتا بھی نہ چلے کہ ہم نے تم سے بات کی ہے۔'' انہوں نے کہا۔

''جی بہتر۔'' وہ انتہائی سعادت مندی سے بولے۔ بڑی بیگم کا فون بند ہوا تو گلریز صاحب کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا۔انہوں نے خشمگیں نگاہوں سے نرگس کو گھورا اور پھر بولے۔

www.pdfbooksfree.pk

''سنا تم نے' تمہاری اکلوتی بیٹی بستر پر پڑی ہے' پلستر چڑھا ہے اس کے پیر پر۔'' وہ کچھ پریشان ہوئی مگر پھر فوراً سنبھل کر بولی۔

''مجھے الہام تو نہیں ہوتا۔''

''ماں کو اولاد کے لیے الہام ہی ہوتا ہے' مگر تم جانے کیسی ماں ہو؟'' گلریز صاحب نے خاصے غصیلے لہجے میں جواب دیا تو وہ بگڑ کر بولی۔

''بڑے بھیا! یہ آج جو ان کو فون کرنے کی ضرورت پڑی' پہلے بھی تو کر سکتی تھیں وہ زبیر احمد ماں' بہن کا دم بھرتے ہیں انہیں توفیق ہوئی کہ وہ مجھے فون کرتے۔''

''نرگس! کبھی اپنے میرے رشتے پر غور کیا ہے۔ہم بہن بھائی' ہمارے بھی ماں باپ تھے' زبیر احمد کو دنیا ہی نہیں دین بھی چاہیے اگر تم اپنے اندر رشتے سمونے کا فن سیکھ لو تو زندگی جنت بن جائے مگر تم تو رشتوں کو چبا چبا کر تھوکتی ہو۔'' زبیر احمد کے لیے گلریز صاحب کے دل میں بہت احترام

تھا۔ان کے منہ سے یہ باتیں سن کر وہ بجھ سی گئی۔لہجے میں رقّت طاری ہوگئی۔

"آپ کو بہن ہی میں ہزار کیڑے نظر آتے ہیں آپ نے اگر مجھے سپورٹ دی ہوتی تو حالات مختلف ہوتے۔

"اِدھر آئو بیٹھو۔" گلریز صاحب نے اس کو جھٹکے سے کھینچ کر صوفے پر بٹھایا اور خود سامنے بیٹھ کر اسے گھورتے ہوئے بولے۔

"مثلاً کیا سپورٹ نہیں کیا' اور کیا کرنا چاہیے تھا؟ تمہیں گھر آباد کرنے شوہر کے حقوق فرائض سکھانے کی تعلیم دے کر بھیجا' جو دینا چاہا اس خود دار شخص نے لینے سے معذرت کرلی' ایک معقول گھر' معقول آدمی اچھے طریقے سے گھر چلا رہا تھا پھر ہم کیا کرتے؟ تمہیں کہتے گھر چھوڑ کر آجائو یا اس پر مقدمہ دائر کر دیتے بولو' بتائو کیسی سپورٹ چاہیے تمہیں۔اس پر مقدمہ کرنا ہے تو بولو' وہ شریف آدمی تو مقدمے کی نوبت نہیں آنے دے گا۔تم بولو' صاف بتائو کیا چاہتی ہو؟"

www.pdfbooksfree.pk

غم و غصے سے گلریز صاحب کے منہ سے کف نکلنے لگا۔چہرہ تمتما اٹھا بولتے بولتے آواز اتنی بلند ہوگئی کہ انجم اور افراسیاب بھی فوراً وہیں آگئے اور دونوں سمجھ گئے کہ اصل معاملہ کیا ہے؟

"آپ اٹھیں اپنے کمرے میں جائیں آرام کریں' مسئلے کا حل غصہ نہیں ہے۔"انجم نے نہایت سنجیدگی سے گلریز صاحب کو مخاطب کیا۔

"مسئلہ ہے نہیں انجم' آپ کی نند صاحبہ نے مسئلہ شادی کے چند دن بعد سے بنا دیا ہے۔اس سے پوچھ لو" جو چاہتی ہے وہی ہوگا۔"

وہ دو ٹوک الفاظ میں کہہ کر تیز قدموں سے اپنے کمرے کی طرف چلے گئے۔افراسیاب بھی باپ کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔جبکہ انجم نے نرگس کے پاس بیٹھ کر کہنا شروع کیا۔

" نرگس! فیصلے سوچنے آسان ہوتے ہیں' ان پر عمل کے بعد اکثر اوقات عمر بھر کے پچھتاوے ملتے ہیں...آپ کے بڑے بھیا ٹھیک کہہ رہے ہیں بات تو کچھ بھی نہیں ہے۔زبیر احمد کے لیے منفی سوچ سوچ کر خود مسئلہ بنا دیا ہے۔

یقین رکھو وہ شخص جیسا تم کہو گی منٹوں میں کر گزرے گا۔مگر صرف زرتاشیہ کے بارے میں سوچو وہ بچی کیا کرے گی؟''

وہ ایک دم بولی۔''زرتاشیہ کو اگر ماں کے پاس رہنا ہوگا تو ٹھیک ورنہ رہے اپنے باپ کے پاس۔''

''اچھا! اس سارے منظر میں تمہارے لیے کیا ہے' کوئی دوسرا راستہ' منزل کوئی نیا خواب۔'' انجم نے براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

''بھابی! ابھی کچھ نہیں ہے' لیکن زبیر احمد بھی میری ضرورت نہیں ہے' میں نے اس خشک بور آدمی کے ساتھ جتنا عرصہ بھی گزارا ہے وہ بے رنگ اور بدمزہ ہے۔'' وہ فیصلہ کن انداز میں کہہ کر وہاں سے چلی گئی۔انجم اس کی ذہنیت پر بڑی دیر بیٹھی کڑھتی رہیں۔

ظظظ

رات کو زرتاشیہ کا ڈاکٹر نے پلستر اُتار دیا تھا۔اب وہ دھیرے دھیرے تھوڑا سا چل سکتی تھی۔ایکسرے رپورٹ کے مطابق ٹخنہ اپنی اصل جگہ پر کام کر

www.pdfbooksfree.pk

رہا تھا۔بس دو ہفتے چند دوائیں جاری رکھنے کی ہدایت تھی۔نرم اور فلیٹ جوتا پہننے کی سخت تاکید تھی۔زبیر احمد خوش ہوگئے اسے گلے لگا کر جیب سے ہزار کا نوٹ نکال کر صدقہ دیا۔اسے اس کی من پسند آئس کریم کھلائی ڈھیر ساری شاپنگ کرائی تھی۔

وہ رات تو بڑی بیگم کے پاس رہی' مگر صبح ناشتے سے پہلے ہی اس نے دادو سے اجازت لے کر ناجی کے ساتھ اپنے گھر کا رخ کیا۔شاہدہ بیگم اور میاں جی نے بہت روکا۔لیکن اس کا ایک ہی جواب تھا۔

''آج پپا کا آف ہے' میں پپا کے لیے خود ناشتہ بنائوں گی۔''

سب مسکرا کر خاموش ہوگے۔البتہ ناجی کو اس کے ساتھ ساتھ رہنے کی ہدایت کردی گئی۔

شاہدہ بیگم کو اپنی کولیگ کے گھر اس کے والد کی تعزیت کے لیے جانا تھا میاں جی کی بھی چھٹی تھی' مگر حسب معمول انہیں تیار ہونا پڑا' شاہدہ بیگم کو

جانا تھا۔اماں جان نے وقت پر ناشتا میز پر لگادیا۔فرحان اور تانیہ حسب عادت غائب تھے۔وہ دونوں جلدی جلدی ناشتا کر کے نکل گئے۔

فرحان تیار ہو کر نکلا تو ناجی کو آواز دینے لگا۔

بڑی بیگم نے باور چی خانے سے نکل کر اس سے کہا۔

''ارے! کیوں ناجی ناجی چلا رہے ہو؟''

''گاڑی کی چابی کہاں رکھی ہے؟''

''ہمیں کیا معلوم...؟''

''میں ناجی سے پوچھنا چاہتا ہوں آپ سے نہیں۔'' وہ جھنجلا سا گیا۔

''تو زحمت کرو وہ زرتاشیہ کے ساتھ گئی ہے۔''

''زرتاشیہ کے ساتھ کہاں؟'' وہ چونکا۔

''کہاں سے کیا مطلب؟ اپنے گھر اور کہاں۔''

www.pdfbooksfree.pk

زرتاشیہ ٹھیک ہوگئی ہے؟'' وہ انجان تھا اس لیے پوچھ رہا تھا۔مگر بڑی بیگم کو تنقید کا موقع مل گیا۔

''ارے میاں! تمہیں کیا دلچسپی' کوئی کیسا بھی ہو؟ تم نہ گھر میں ٹکتے ہو نہ گھر کے معاملات سے تم کو دلچسپی ہے۔تم تو تیا رہوتے ہو اور مٹرگشت کے لیے نکل جاتے ہو۔'' وہ بھنا کے بنا جواب دیے زبیر احمد کی طرف چلا آیا۔

''ناجی! ناجی!'' اس نے کوریڈور میں کھڑے ہو کر آواز لگائی تو ناجی اور زرتاشیہ دونوں کچن سے باہر آگئیں۔

''آپ۔'' زرتاشیہ کے لب انجانی سی خوشی سے پھیل گئے۔گرے شلوار سوٹ میں خوب صورت سراپا اس کی نگاہوں کا مرکز بن گیا۔

''مبارک ہو۔'' بے ساختہ ہی وہ اس کی نگاہوں کی زد سے نکلنے کی کوشش میں بولا۔

''شکریہ!'' وہ حد درجہ خوش ہو کر بولی۔

"ناجی! گاڑی کی چابی کہاں ہے؟" مگر وہ یکسر اسے نظر انداز کر کے دائیں ہاتھ کھڑی ناجی سے بولا۔زرتاشیہ شرمندہ سی ہوگئی۔"وہیں رکھی تھی آپ کے موبائل فون کے پاس۔" ناجی نے بتایا۔

"وہاں نہیں ہے۔"

"ناجی! تم بھاگ کر لے آئو۔اتنی دیر فرحان یہاں ہمارے ساتھ ناشتہ کریں گے۔" زرتاشیہ نے بھی بڑی مہارت سے اسے کچھ دیر روکنے کی بھر پور کوشش کی۔

"آں' نہیں' ناشتہ تو نہیں کرنا۔" وہ گھبرا گیا۔

"کیوں نہیں کرنا فرحان میاں!" پشت سے زبیر احمد کی دھیمی سی آواز آئی تو وہ مزید بو کھلایا۔

"وہ ماموں جان! دراصل دوست ہے نا ایاز' اس نے ناشتے کے لیے بلایا ہے۔"

www.pdfbooksfree.pk

"اس سے معذرت کرلو' ہماری بیٹی کی صحت یابی کی خوشی میں آج ناشتہ ہمارے ساتھ کرو' دیکھو' ہماری بیٹی بہت خوش ہے۔اس نے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔" زبیر احمد کو بیٹی کی آنکھوں میں دلِ بیتاب کے مچلتے اشارے دکھائی دے رہے تھے۔

"جی' وہ..." اس کی زبان ساتھ نہ دے پائی۔دراصل اسے سامعہ کا خیال تھا۔ وہ رات خاص طور پر وعدہ کر کے آیا تھا کہ صبح ناشتا اس کے ساتھ کرے گا۔مگر وہ بے بس ہوگیا۔ہتھیار پھینک کر ٹی وی لائونج میں جا کر بیٹھ گیا۔ تنہائی پا کر سامعہ کا نمبر ملایا اور آہستہ سے کچھ دیر بعد آنے کی اطلاع دی۔ ساتھ ہی ناشتا کر لینے کی تاکید بھی کردی۔وہ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد خوش دلی سے او کے کہہ کر فون بند کرگئی۔اس کو کچھ اطمینان سا ملا۔

زبیر احمد ناشتے کے لیے میز کی طرف گئے۔زرتاشیہ دھیرے دھیرے چل کر اسے بلانے گئی۔

"تم... تمھیں ابھی اتنا نہیں چلنا۔چاہیے" بے اختیار ہی وہ کہہ گیا تو زرتاشیہ جھوم اٹھی۔

"شکریہ۔"

"کس بات کا؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"آپ کو میری فکر ہوئی اس کا۔" وہ شوخی نگاہوں میں بھر کے بولی۔

"اوکے! اب اگر تم راستہ چھوڑو تو میں باہر جائوں۔" اس نے اسے احساس دِلایا کہ وہ راستے میں کھڑی تھی۔ایک دم شرمندہ سی ہو کر ایک طرف ہوگئی۔وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہو ڈائننگ روم کی جانب بڑھ گیا۔

...☆☆☆...

شالیمار کالونی سے واپس آتے ہوئے میاں افتخار نے ایک دم گاڑی علی ٹائون کی طرف موڑی تو شاہدہ بیگم نے ان کی طرف استفہامیہ نگاہوں سے دیکھا۔

www.pdfbooksfree.pk

"جاننا چاہ رہی ہوں گی کہ یہ ہم کس طرف جا رہے ہیں؟" انہوں نے مسکرا کر پوچھا تو میاں افتخار نے مختصر!"ہنہ!" کہا۔

"ظاہر ہے تین چار ماہ اگر کسی راستے پر نہ جائیں تو بھول ہی جاتے ہیں' وہ ہے نا چینی کہاوت کہ کسی جگہ سے اگر لوگ گزرنا چھوڑدیں تو وہاں گھاس اُگ آتی ہے۔"

"افتخار!" وہ دانت بھینچ کر چلا پڑیں۔

"چھوٹی سی ہنہ کے بدلے میں اتنا لمبا جواب۔" میاں افتخار قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔

"مجھے معلوم ہے تم اتنی دیر کسی کی بات سننے کی عادی نہیں۔بس وہ اماں جان ہی خوش قسمت ہیں جن کی آپ اچھی خاصی تقریریں بھی ہضم کر لیتی ہیں۔"

"پھر وہی بات۔" وہ مزید زور دار انداز میں چلائیں۔

”ارے بس بس بیگم صاحبہ! یہاں سے ایک رستا بھائی میاں کے گھر کی طرف جاتا ہے۔بھائی میاں یعنی ہمارے بڑے بڑے اکلوتے میاں ستار کا گھر جو کہ مستقبل میں آپ کا اور ہمارا سمدھانہ بن جائے گا۔“

”او گاڈ! یہ آپ کے دماغ کی بیٹری کچھ زیادہ چارج نہیں ہوگئی۔“ وہ مسکراہٹ دبا کر بولیں۔

”ہاں شاید‘ تازہ ہوا لگی ہے۔آزاد ماحول میں آئے ہیں تو کچھ تو اثر ہوگا۔“ وہ آنکھ دبا کر بولے۔

”مطلب؟“ انہوں نے گھور کے دیکھا۔

”مطلب یہ کہ‘ یہ آگئی فروٹ شاپ‘ میں فروٹ لے کر آتا ہوں۔“ میاں افتخار نے ایک بڑی سی فروٹ شاپ کے سامنے گاڑی روکی اور تیزی سے باہر نکل گئے۔جب کہ شاہدہ بیگم کسی گہری سوچ میں ڈوب گئیں۔

www.pdfbooksfree.pk

میاں جی نے فروٹ کے بڑے بڑے شاپر پچھلی سیٹ پر رکھے تو وہ چونکیں چند منٹ بعد وہ اور میاں افتخار ”ستار ہائوس“ کے سامنے تھے۔گلی میں گاڑی کھڑی کر کے دروازے پر دستک دی تو عادل نے دروازہ کھولا۔

”السّلام علیکم!“ دونوں نے کمرے میں داخل ہو کر کہا تو رفیعہ نے اٹھ کر شاہدہ بیگم کو گلے لگایا۔میاں افتخار نے بھائی میاں سے ہاتھ ملانے کے لیے پہلے ان کے پلنگ کے قریب رکھی میز پر فروٹ کے شاپر رکھے پھر ہاتھ ملایا تو میاں ستار نے اپنی گونج دارآواز میں پوچھا۔

”یہ کیا ہے سیٹھ صاحب؟“

”بھائی میاں ! کیوں شرمندہ کرتے ہیں‘ بس تھوڑا سا آپ کے لیے فروٹ خریدا ہے۔“ میاں افتخار نے سعادت مندی سے ان کے قریب بیٹھ کر کہا تو وہ اچھل پڑے۔

”ہنہ! فروٹ‘ نہیں چاہیے فروٹ وروٹ۔یہ بھی سنبھال کے رکھو‘ ہم نے تو سینے پر صبر کی سل رکھ کے سوچ لیا ہے کہ بھائی کی جگہ بہن تھی۔جسے بیاہ کر سسرال بھیج دیا۔“

”کیسی باتیں کرتے ہیں آپ۔“ رفیعہ نے مداخلت کی۔

”تم چپ رہو عادل کی ماں‘ ہمیں ان کا فروٹ نہیں چاہیے۔بس صاف صاف بتا دیں کہ جو زبان انہوں نے دی تھی اس پر قائم ہیں یا سسرال میں رہتے ہوئے زبان بھی بھول گئے۔“ میاں ستار نے بیوی کو مخاطب کر کے ایک بار پھر میاں افتخار اور شاہدہ بیگم کو لتاڑا۔

”آپ ایسا کیوں سوچتے ہیں بھائی میاں؟“ میاں افتخار نے کافی نرمی سے کہا۔

”جو آدمی چار چھے مہینے بھول کر بھی کبھی سلام دعا کے لیے نہ آئے تو اس کے بارے میں ایسا ہی سوچتے ہیں۔کیوں شاہدہ؟“ اب کی بار انہوں نے براہ راست شادہ کو مخاطب کیا۔

www.pdfbooksfree.pk

”بھائی میاں! آپ شاید یہ محسوس کرتے ہیں کہ میں افتخار کو یہاں آنے نہیں دیتی۔“ شاہدہ نے شرمندگی سے کہا۔

”ارے نہیں‘ تمہارے بھائی میاں کا یہ مطلب نہیں ہے۔“ رفیعہ نے جلدی سے شاہدہ کو تسلی دی۔

”میرا بالکل یہی مطلب ہے۔چاہیے تو یہ تھا کہ تم شادی کے بعد اس گھر میں آتیں مگر تم نے اسے سسرال میں بسالیا۔“ بھائی میاں نے بے باکی سے اعتراض کیا۔ شاہدہ بیگم بری طرح جھینپ گئیں اور شاکی نظروں سے شوہر کی طرف دیکھا وہ نظریں چرا گئے۔

”آپ کون سے شکوے لے بیٹھے ہیں؟ کچھ چائے پانی کا پوچھیں۔“ رفیعہ نے ایک مرتبہ پھر میاں افتخار کو روکنے کی کوشش کی۔

”ارے بھابی! یہ بڑے بھائی ہیں۔ان کے سب شکوے بجا ہیں‘ مجھ سے کوتاہی ہوئی ہے۔مگر اتنا یقین آپ رکھیں کہ میں آپ کو بھولتا نہیں ہوں۔“ میاں افتخار نے مسکرا کر یقین دہانی کرائی۔

''اچھا پھر آپ لوگ باتیں کرو' میں چائے بناتی ہوں۔'' رفیعہ یہ کہہ کر باہر گئیں۔

''اب تانیہ کو رخصت کرنے کا سوچو' میں بیمار رہتا ہوں تمہاری بھابی میری خدمت میں لگی رہتی ہے۔گھر میں کوئی تو ہو اس کا مدد گار۔'' میاں ستار نے دل کی بات کہہ دی۔شاہدہ بیگم تو پہلو بدل کے رہ گئیں جب کہ میاں افتخار نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

''تانیہ آپ کی امانت ہے۔مگر ابھی اس کے فائنل ایگزامز ہو رہے ہیں۔عادل کی ملازمت کا مسئلہ بھی لٹکا ہوا ہے۔''

''تو کرائو اسے ملازم' اس کی خواہش ملازمت ہی ہے۔''میاں افتخار نے گھن گرج کے ساتھ کہا۔

''وہ میرے پاس آئے تو، کبھی آتا ہی نہیں۔'' میاں افتخار نے کہا۔

''نہیں چاچو مجھے ملازمت نہیں کرنی۔'' پیچھے سے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے عادل نے ان کی بات سن کر کہا۔

www.pdfbooksfree.pk

''ہیں! اب ملازمت بھی نہیں کرنی۔'' میاں ستّار نے اکھڑتی سانس کو ہموار کرتے ہوئے چلا کر کہا۔

''میں اسٹور چلا ئوں گا۔'' عادل نے ایک دم کہا تو میاں ستار کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور شاہدہ بیگم کے ماتھے پر چند شکنیں پیدا ہوئیں۔ جنہیں میاں افتخار نے بغور دیکھا اور پھر تحمل سے بولے۔

''یہ تو اچھی بات ہے آج کل کاروبار میں ہی فائدہ ہے۔ملازمت میں تو گھر چلانا مشکل ہوگیا ہے۔''

''وہ بڑے پیمانے کے کاروبار ہوتے ہیں۔چھوٹے سے اسٹور سے گھر چلتے ہیں کیا؟'' شاہدہ بیگم نے اپنے مخصوص لہجے میں الفاظ چبا چبا کر ادا کیے۔

''چھوٹا اسٹور ہی میں بڑے اسٹور میں تبدیل کروں گا۔'' عادل شاہدہ بیگم کے لفظوں میں طنز محسوس کرکے کچھ تند لہجے میں کہہ کر باہر نکل گیا۔

''شکر ہے عادل کو عقل آگئی۔'' میاں ستار باہر آکر مسکرانے لگے۔

”نہیں انشاء اللہ عادل میں صلاحیت ہے‘ تعلیم ہے‘ کچھ روپے کی کمی میں پوری کردوں گا۔اسٹور ہر طرح کے نئے سامان سے بھرا ہو تو اچھا نتیجہ نکلتا ہے۔“ میاں افتخار نے بھائی کے حوصلے اور خوشی میں اضافہ کیا۔جب کہ شاہدہ بیگم نے تیکھی نظروں سے میاں افتخار کو دیکھا۔

رفیعہ چائے کی ٹرے لے کر آئیں‌تو میاں ستار نے خوش ہو کر عادل کے فیصلے کے متعلق انہیں بتایا۔وہ بھی خوشی سے مسکرا دیں۔

...☆☆☆...

دن کے ٹھیک بارہ بج رہے تھے۔

سامعہ کچن سے آکر کپڑوں کا انتخاب کر کے سیدھی واش روم میں گھُس گئی۔ سخت گرمی اور حبس کا موسم تھا۔صائمہ کے منع کرنے کے باوجود وہ کچن میں گھس جاتی تھی۔کچھ نہ کچھ اسپیشل چیز پکانی اسے پسند تھی۔آج بھی ہٹ اینڈ اسپائسی چکن ونگز بنائے تھے۔کچھ فرحان کے خیال سے کہ صبح وہ ناشتے کے

www.pdfbooksfree.pk

لیے نہیں آسکا تھا۔حالاں کہ صبح ناشتے پر بھی صائمہ نے خاصا پر تکلف اہتمام کیا ہوا تھا۔

اب اسے یقین سا تھا کہ فرحان کو ضرور آنا ہے۔

اس کا یقین سچ میں چند منٹ بعد ہی بدل گیا۔

میری شکل دیکھ کر میرا خیال آتا ہے۔اس نے اسے دیکھ کر شکوہ کیا۔

”شکایت! سامعہ ڈارلنگ!“ اس نے محبت پاش نگاہوں سے سوال کیا۔

”اوں ہنہ! آپ سے شکایت اور میں کروں یہ کیوں کر ممکن ہے؟“ وہ ایک دم سادگی سے بولی۔

”کوئی بات نہیں جان! یہ تمہارا حق ہے۔تمہیں پوچھنا چاہیے کہ میں صبح کیوں نہیں آیا؟“ فرحان نے بہت مضبوط لہجے میں اسے یقین دلانے کی کوشش کی۔

”یقیناً کوئی مجبوری ہوگی۔“

”ہاں مجبوری بھی بہت اہم تھی۔چاہنے کے باوجود جان نہیں چھڑا سکا۔“

”کوئی بات نہیں۔“ وہ بہت نرمی سے بولی۔

”تھینک یو سامعہ! بس اسی طرح میرا ساتھ نبھانا۔“

”جو آپ نے کہہ دیا وہ میرا ایمان ہے۔“

”صبح میں تمہارے پاس آرہا تھا۔بس زرتاشیہ کے پائوں کا پلستر اترا تو وہ اپنے گھر چلی گئی۔ساتھ میں محترمہ ناجی بھی چلی گئیں۔گاڑی کی چابی نہیں ملی تو اس سے پوچھنے چلا گیا۔بس پھر کیا تھا۔وہاں زرتاشیہ اور ماموں‌جان نے گھیر لیا۔ناشتے کے لیے اس قدر اصرار کیا کہ مجھے بیٹھنا پڑا۔“ اس نے صاف صاف سچ سچ بتایا۔

”اچھا! کیا زرتاشیہ اب بالکل ٹھیک ہے۔“ اس نے پوچھا۔

www.pdfbooksfree.pk

”جی ہاں! بس ویسے ہی معصوم اور بے ضرر سی ہے‘ اس سے کبھی کبھی شرمندگی سی محسوس ہوتی ہے۔“ فرحان نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔سامعہ کو صاف گوئی اچھی لگی۔

”مجھے تو یہ شرمندگی اکثر ستانے لگی ہے۔“

”کیسی شرمندگی؟“

”میری وجہ سے آپ اس سے دور ہوگئے۔“

”یہی وہ مسئلہ ہے جسے ہمارے بزرگ سمجھتے نہیں ہیں۔خاص کر ہماری نانو۔بچپن میں ایک دوسرے کے ساتھ باندھ دینا کہاں کی عقلمندی ہے آنے والے دنوں میں کیا ہوجائے کس کو خبر؟ تم میری قسمت کا فیصلہ ہو‘ اس میں نہ تمہارا کوئی قصور ہے اور نہ میری کوئی خطا۔“

وہ بہت رسان سے بولتا چلا گیا۔سامعہ کا لرزتا کانپتا دل دھیرے دھیرے سنبھلتا گیا۔فرحان کی باتوں میں محبت کا خالص سچ موجود تھا۔وہ اس پر مکمل

بھروسہ رکھتی تھی۔مگر کچھ نہ کچھ ہمدردی زرتاشیہ کے لیے اس کے دل کے نہاں خانوں میں چھپی ہوئی تھی۔

...☆☆☆...

کافی عرصے بعد زبیر احمد نے لان کا رخ کیا تھا۔

شاید اس کی وجہ زرتاشیہ کا ٹھیک ہو کر گھر کے کاموں میں دلچسپی لینا تھا۔وہ کھل اٹھے تھے۔ایک دم ہی بور بے رنگ زندگی میں سرور سا آگیا تھا۔عدم توجہی اور بیزاری کے باعث انسان ہی نہیں پھول پودے بھی اپنا اصل حسن رنگ کھو بیٹھے ہیں۔رحیم مالی کو بڑی توجہ سے کانٹ چھانٹ تراش خراش کرتا دیکھ کر خود بھی خوشی محسوس کر رہے تھے۔

"صاحب! یہ پھول پودے بہت پیار اور دیکھ بھال مانگتے ہیں۔میں تو خوش ہوں کہ اتنے دنوں بعد آپ نے مجھے یاد کیا۔" رحیم بابا نے تیز تیز قینچی کے ذریعے فالتو خشک شاخیں کاٹتے ہوئے کہا۔

www.pdfbooksfree.pk

"بس اب تم کو باقاعدگی سے دونوں ٹائم آنا ہے۔چھوٹی بی بی کو تمہارے کام کا شوق ہے۔اسے مصروف رکھنا۔لان پھر سے سر سبز' خوب صورت بنا دو۔" زبیر احمد نے ہدایت کی تو پچپن سالہ رحیم بابا نے پھر سے روزی بحال ہونے کی خوشی میں مسکرا کر شکریہ ادا کیا۔

زرتاشیہ کو اس طرف آتا دیکھ کر وہ اس کے اٹھتے قدموں کی طرف متوجہ ہوگئے۔

"بیٹا! ابھی اتنا نہیں چلنا چاہیے۔" وہ پاس آکر بیٹھی تو وہ بولے۔

"اب ہیں بالکل ٹھیک ہوں میڈیسن لے رہی ہوں۔"

"او کے بس خیال رکھنا۔"

"اچھا اب اندر چلیے چائے تیار ہے میں نے کٹلٹس بنائے ہیں۔رحیم بابا آپ بھی آئیں۔"

"ارے نہیں چھوٹی بی بی! یہ میرے کام کا وقت ہے۔کام ختم کر کے خود چائے مانگ لوں گا اور یہ کٹلٹس تو مجھے اچھے نہیں لگتے۔" انہوں نے بھرپور سادگی سے کہا تو زرتاشیہ اور زبیر احمد قہقہے لگانے پر مجبور ہوگئے۔

"چلیں پپا! چائے ٹھنڈی ہوجائے گی۔"

"ہاں! چلو میں پہلے ہاتھ منہ دھو لوں پھر آتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" زرتاشیہ آگے آگے چل دی۔

کچن میں رکھا اس کا موبائل بج رہا تھا۔اس نے لپک کر فون رسیو کیا دوسری طرف گلریز ماموں تھے۔

"ہیلو ماموں جانی۔" وہ خوشی سے غیر متوقع کال پر چلا پڑی۔

"ہیلو! کیسی ہو؟" انہوں نے شدید محبت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"آئی ایم فائن۔"ایک دم ہی اس کی آواز بھرا گئی۔

www.pdfbooksfree.pk

"بیٹا مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ کے پاؤں پر چوٹ آئی۔یہ کس دن کی بات ہے؟"

"جس دن مما گھر سے گئی تھیں۔" وہ رو دی۔

"نہیں بیٹا! روتے نہیں آپ کی مما آپ کے پاس آئیں گی۔بس سمجھانے میں وقت لگے گا۔گلریز صاحب کافی دکھ سے بولے۔

"ماموں جانی! مما کو ہمارا بالکل خیال نہیں آیا۔"

"ارے نہیں' وہ چھپ چھپ کے آپ کو یاد کرتی' روتی ہیں۔" گلریز صاحب کے پاس جھوٹ کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

"بس میں ان سے سخت ناراض ہوں۔میرے پپا اچھے ہیں۔" وہ روتے روتے بولی۔

"یو آر رائٹ' یور پپا از گریٹ۔"

"تھینک یو! انجم مامی کیسی ہیں۔"

''ایک دم ٹھیک ہم سب آئیں گے آپ کی مما کو ساتھ لائیں گے۔''

''اوکے۔'' اس نے خوشی کا اظہار کیا۔

''اپنا خیال رکھنا اور پپا کو میرا سلام دینا۔اس شریف آدمی سے تو بات کرنے کا مجھ میں حوصلہ نہیں ہے۔'' گلریز صاحب خاصی ندامت سے بولے۔

''اللہ حافظ۔''

''اللہ حافظ بیٹا۔''

فون بند کر کے پلٹی تو زبیر احمد پشت پر ہی کھڑے تھے۔

''پپا! ماموں جانی کا فون تھا' آپ کو سلام کہا ہے اور کہا ہے کہ وہ سب آئیں گے۔ مما کو ساتھ لائیں گے۔''

''اچھا! اچھا چلو بیٹھو چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔'' زبیر احمد نرمی سے ٹال گئے۔

''پپا! آپ کو اچھا نہیں لگا؟'' ان کے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

www.pdfbooksfree.pk

''کبھی کبھی اچھا برا لگنے کی گرفت سے انسان آزاد ہو جاتے ہیں۔'' کٹلٹس پلیٹ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

''پپا! آپ اگر مما آجائیں تو معاف کردیں گے نا۔''

''زرتاشیہ! میں اب صرف آپ کے لیے زندہ ہوں' غیر ضروری باتوں سے میرا سکون خراب نہ کرو۔'' انہوں نے بظاہر مسکرا کر اسے منع کیالیکن زرتاشیہ جان گئی کہ پپا کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔

بس پھر بڑے خاموش ماحول میں چائے پی گئی۔زبیر احمد کو احساس تھا کہ زرتاشیہ ماں کے لیے اداس ہے۔مگر وہ جانتے تھے کہ نرگس کو سمجھانا بہت مشکل کام ہے۔وہ اگر بھائی کے کہنے پر آبھی گئی تو پھر وہی تلخیاں شروع ہوجائیں گی۔ویسے انہیں گلریز بھائی سے بھی کچھ شکایت تھی کہ انہیں نرگس کے ساتھ سختی کے ساتھ پیش آنا چاہیے تھا۔اتنے دنوں بعد انہوں نے رابطہ کیا' مگر یہ شکایت انہوں نے دل میں رکھی۔

...☆☆☆...

ناجی کے لیے آج پھر کڑی مشقّت کاوقت تھا۔

اسٹور کے سب برتن اس کے ارد گرد جمع تھے اور وہ سخت ناگوار نظروں سے سامنے موڑھے پر بیٹھی بڑی بیگم کو گھورتے ہوئے انہیں املی کے پانی سے چمکا رہی تھی۔

''میاں جی کی تنخواہ میں سے جتنے پیسے املی خریدنے پر خرچ ہوتے ہیں اتنے میں ہر سال نئے برتن خریدے جاسکتے ہیں۔'' وہ چپ نہ رہ سکی۔بڑی بیگم تسبیح پڑھتے پڑھتے تڑک کر بولیں۔

''تجھے بھی پَر لگ گئے ہیں، نئے برتن۔'' انہوں نے باقاعدہ اس کی نقل اتاری تو وہ ناک چڑھا کر بولی۔

''زمانہ بدل گیا ہے۔آپ ان برتنوں کا کیا کریں گی۔تانیہ بی بی کو دیں گی یا زرتاشیہ بی بی کو۔''

www.pdfbooksfree.pk

''اے ہے! تجھے کیوں فکر لاحق ہے۔'' انہوں نے ڈپٹ کر کہا۔

''مجھے تو اس فضول خرچی کی فکر ہے جو نالی میں بہہ جاتی ہے۔''

''بس' بس اپنے کام سے کام رکھ۔'' وہ زور سے گرجیں تو تیز تیز قدموں سے آتی تانیہ کے قدم رک گئے۔

''ناجی ماما کہاں ہیں؟''

''وہ اپنے کمرے میں آرام کر رہی ہیں کچھ طبیعت خراب ہے۔''

''کیا ہوا؟'' اس نے پوچھا۔

''پوچھو' لاڈلی بیٹی' ماما کی خیر خبر ہی رکھ لیا کرو۔'' بڑی بیگم چپ نہ رہ سکیں جینز اور ٹی شرت کو تنقیدی نظروں سے گھورتے ہوئے بولیں۔

''نانو! میرے فائنل ایگزام ہو رہے ہیں۔'' اس نے کافی سنجیدگی سے اپنی بے خبری کی وجہ بتائی۔

''جی ہاں!'' وہ مختصراً کہہ کر اندر چلی گئیں تو وہ ناجی سے بولی۔

''ماما کو بتا دینا کہ میں یونیورسٹی جا رہی ہوں وہاں ہوسٹل میں کلاس فیلوز کے ساتھ تیاری کرنی ہے۔دیر سے آئوں گی۔''

''آپ جائیں گی کیسے؟''

''خرم آنے والا ہے۔بتا دینا ماما کو۔'' اس نے کلائی پر بندھی گھڑی پر نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔

''ویسے تانیہ بی بی' بیگم صاحبہ جب سے آئی ہیں کچھ پریشان پریشان اور چپ چپ ہیں۔'' ناجی نے متفکرانہ انداز میں کہا۔

''کہاں سے آئی ہیں؟''

''یہ تو نہیں پتا' میاں جی کے ساتھ گئی تھیں۔'' ناجی نے آخری بڑی سی تانبے کی پرات دھو کر اٹھتے ہوئے جواب دیا۔

www.pdfbooksfree.pk

''نانو نے ہی کچھ کہا ہوگا۔ماما جتنا چاہیں ان کا خیال رکھیں' وہ ان کو بھی معاف نہیں کرتیں۔'' تانیہ کے لب و لہجے میں شک و بدگمانی کی تلخی تھی۔ جو واپس آتی بڑی بیگم کو پسند نہ آئی۔

''ارے لڑکی! ہم پوچھتے ہیں یہ ہر وقت تم ہم سے بدگمان کیوں رہتی ہو؟ تمہاری ماں نے تمہارے جیسی اولاد کی شکل میں بہترے دکھڑے پال رکھے ہیں۔دیکھو اپنے طور طریقے مغرب کا وقت اور تم یہ فرنگیوں کے کپڑے پہن کر گھر سے باہر جانے کے لیے پر تول رہی ہو۔''

''میں سیر کرنے نہیں جا رہی پڑھنے کے لیے جا رہی ہوں۔''

''یہ پڑھنے کا کون سا طریقہ ہے؟ گھر سے باہر۔'' انہوں نے بارعب آواز میں کہا۔تو تانیہ کو کسی نے ماچس کی تیلی دکھای دی۔

''جسے آپ گھر کہتی ہے یہ کھنڈر ہے میں یہاں اپنی کلاس فیلوز کو نہیں بلا سکتی۔''

"واہ گھر کھنڈر دکھتا ہے۔باوا سے کہہ کر محل بنوالو۔" وہ بھی تائو کھا گئیں۔ ناجی سے یہ سچویشن دیکھی نہ گئی تو باورچی خانے میں گھس گئی۔

باہر گاڑی کا ہارن بجا تو بڑی بیگم نے طنز کیا۔

"جائو' باہر کلاس فیلو آگئی۔خوب دھول جھونکو' ماں باپ کی آنکھوں میں۔"

وہ چند قدم ہی بڑھی تھی کہ موٹر سائیکل گیٹ سے اندر داخل ہوا۔

وہ اپنے قدموں پر جم گئی۔جب کہ عادل موٹر سائیکل کھڑی کر کے سیدھا اسی طرف آگیا۔

"السّلام علیکم! اماں جان!" اس نے گردن اکڑاتی تانیہ پر اچٹتی سی نظر ڈال کر بڑی بیگم کو ادب سے سلام کیا۔

"جیتے رہو' آئو عادل میاں بیٹھو۔" بڑی بیگم نہال ہوگئیں۔انہیں عادل بہت پسند تھا۔

"شکریہ!" وہ ان کے تخت پر بیٹھ گیا۔

www.pdfbooksfree.pk

تانیہ جانے لگی تو خاصی جرأت کے ساتھ بولا۔

"اس وقت اس لڑکے کے ساتھ کہاں جا رہی ہو؟"

تانیہ کو پتنگے لگ گئے۔

" ہو آر یو؟"

"کیا تم نہیں جانتیں؟" وہ خاصے تحمل سے بولا۔

"تم نہیں' آپ کہو۔" وہ پلٹ کر غرائی۔

"چلو' آپ ہی سہی۔" وہ سادگی سے بولا۔

"میں جس رشتے کو مانتی ہی نہیں اس کی پروا کیوں کروں؟"

وہ شانے اچکا کر' ٹک ٹک کرتی چلی گئی۔عادل کے چہرے کا رنگ متغیر ہوا۔ مگر پھر نارمل ہوگیا۔اماں جان نے ناجی کو اچھی سی چائے کے ساتھ شامی کباب تلنے کو کہا۔وہ نہ نہ کرتا رہا مگر انہوں نے ایک نہ سنی۔

"بہت اچھا کیا جو چلے آئے۔"

"وہ چاچی اپنا موبائل فون گھر بھول آئی تھیں۔وہی دینے آیا ہوں۔" اس نے جیب سے موبائل سیٹ نکال کے ان کو پکڑایا۔

"اچھا! شاہدہ اورافتخار میاں تمہاری طرف گئے تھے۔بھئی تمہاری ماں تو کبھی بھول کر بھی نہیں آتیں۔ہمارا خیال ہے پچھلی عید پر آئی تھیں۔"

"جی بس ابا کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔امی کو فرصت نہیں ملتی۔"

ناجی نے میز پر چائے کے برتن رکھے اور منٹوں میں پہلے شامی کباب دہی کی چٹنی اور کیچپ لے آئی پھر چائے لینے چلی گئی۔

"لو بیٹا' کھاؤ۔" انہوں نے پلیٹ اس کی طرف بڑھائی عادل نے شکریہ کہہ کر پلیٹ میں ایک کباب رکھ لیا۔

"ارے اسی لیے تو کہتی ہوں کہ شادی کرلو' تمہاری ماں کو بھی آسرا ہوجائے گا۔مگر..." بولتے بولتے وہ ایک دم "مگر" پر رک گئیں۔

"مگر کیا اماں جان۔" وہ بولا۔تو انہیں مہارت سے ٹالنا پڑا۔

www.pdfbooksfree.pk

"تانیہ کے فائنل ایگزام ہو رہے ہیں۔فرحان صاحب کے ارادے کیا ہیں؟ کچھ خبر نہیں بس انتظار ہو رہا ہے۔"

"چلیں یہ تو اب دور کی بات نہیں ہے۔" وہ کچھ سوچ کر مسکرایا۔بڑی بیگم مطمئن ہوگئیں۔دراصل وہ تو تانیہ کے حوالے سے سچ سچ بولنے لگی تھیں۔جو عادل کو بتانا اسے متنفر کرنے کے برابر تھا۔وہ خلوص دل سے چاہتی تھیں کہ تانیہ اچھی خوش گوار ازدواجی زندگی بسر کرے۔ان کے خیال میں عادل ہیرا تھا۔کچھ بھی تھا۔تانیہ ان کی نواسی تھی۔اس کے لیے روک ٹوک' نصیحت تاکید بہتری کے لیے استعمال کرتی تھیں۔وہ نادان ان کے پیار کو سمجھتی ہی نہیں تھی۔

پھر کچھ دیر وہ ان سے گپ شپ کر کے رخصت ہو گیا۔جاتے ہوئے یہ وعدہ کر کے گیا کہ آیا کرے گا۔امی کو بھی کسی روز لائے گا۔بڑی بیگم نے ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ اسے رخصت کیا۔

...☆☆☆...

جب سے بھائی میاں کی طرف سے آئے تھے۔میاں افتخار مسلسل نوٹ کر رہے تھے کہ شاہد بیگم بہت خاموش اور کھوئی کھوئی سی ہیں۔نہ شام کی چائے پینے باہر گئیں اورنہ اب ناجی کھانا لگنے کی اطلاع دینے آئی تو کھانے کے لیے گئیں۔انہوں نے اصرار کیا توبھوک نہ ہونے کا بہانہ بنا دیا۔وہ اکیلے کھانا کھا کر واپس کمرے میں آئے تو اماں جان کے بہت سے سوالات ہمراہ تھے۔

''شاہدہ کو کیا ہوا ہے؟''

''تانیہ کو کھلی آزادی دے رکھی ہے؟''

''فرحان کیا کرتا پھر رہا ہے؟''

''عادل آیا تھا؟''

''میاں ستار کی طرف خیریت سے گئے تھے؟'' وغیرہ وغیرہ۔

انہوں نے ایک ایک کر کے تمام جواب اپنے مخصوص شرارت آمیز انداز میں شاہدہ بیگم کے گوش گزار کر دیے۔

www.pdfbooksfree.pk

''عادل کیوں آیا تھا؟'' ان سب سوالوں میں ایک پر انہوں نے استفسار کیا۔

یہ کیا آپ کا موبائل فون وہاں رہ گیا تھا۔'' میاں جی نے موبائل ان کے سامنے رکھ دیا۔

''اوہ! یہ وہاں رہ گیا تھا مجھے تو یاد بھی نہیں تھا۔'' وہ بولیں۔

''ہاں! آپ جب سے آئی ہیں آپ کو کچھ یاد نہیں۔خیریت تو ہے۔'' وہ مسکرائے۔

''کچھ نہیں' بس ویسے ہی بیزاری سی ہے۔''

''ارے بیگم! ایسے نہ ٹالیے صاف صاف بتائیں کیا بات ہے؟'' وہ مصر ہوگئے۔

''کچھ نہیں' آپ آرام کریں۔'' انہوں نے کروٹ لے لی۔

''میڈیسن بھی کھالی ہے' کچھ تو کھالو۔''

''ناجی دودھ لے آئیں گی بس۔''

"وہ بات کیا ہے جو خاموشی کے پیچھے ہے؟"

"فرحان کی شادی کرنی ہے۔اماں جان روز یہی بات کرتی ہیں۔زرتاشیہ اکیلی ہے۔زبیر کو اس کی ٹینشن ہے۔پہلے ہی دل کا مریض ہے۔" وہ ایک ہی سانس میں بولتی چلی گئیں۔

"یہ فرحان کی شادی اس وقت کہاں سے درمیان میں آگئی؟"

"کیوں؟ شادی کرنی نہیں ہے کیا؟"

"نہ' نہیں میرا مطلب یہ نہیں ہے' تانیہ کے ایگزام ہو رہے ہیں۔پھر بیٹھ کر فیصلہ کریں گے۔

"تانیہ کی شادی بعد میں کروں گی۔" ایک دم ہی وہ بولیں۔

"کیوں؟" وہ چونکے۔

"بس ویسے ہی۔"

www.pdfbooksfree.pk

"فرحان سے بات کرنی ہوگی۔وہ تو باہر جانا چاہتا ہے۔ہائر اسٹڈیز کے لیے۔" انہوں نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

"شادی کے بعد چلا جائے گا۔ویسے میں چاہتی ہوں آپ اسے کاروبار کرادیں۔"

"کاروبار کرانا اتنا آسان ہے کیا؟" وہ ہنسے۔

"افتخار! پلیز بی سیریس' جو کچھ بھی کرنا ہے کرو' مگر فرحان کی شادی پہلے ہوگی۔"

"پہلے ہونا اور بات ہے مگر جلدی کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اماں جان کا فیصلہ ہے مزید دیر نہیں کی جاسکتی۔" وہ دو ٹوک لہجے میں کہہ کر اٹھیں اور واش روم میں چلی گئیں۔

میاں افتخار کے ذہن میں ہلچل شروع ہوگئی۔ان کی سمجھ میں آج کی مسٹری نہیں آرہی تھی۔یہ ایک دم اچانک فرحان کی شادی کا فیصلہ کرنا کچھ حیرت

انگیز تھا۔انہوں نے تو ٹھیک سے اب تک سامعہ کے لے کوئی پلان بنایا بھی نہیں تھا۔فرحان ان پر بھروسہ کیے بیٹھا تھا۔

"یا خدا! کیا کروں میں ؟" وہ بڑ بڑائے۔

"ان کی نظروں میں پیاری سی' معصوم سی سامعہ کا چہرہ گھومنے لگا۔شاہدہ بیگم کی ضد سے وہ اچھی طرح واقف تھے۔اس اچانک فیصلے پر ان کی کیا منطق تھی یہ سمجھنے سے وہ قاصر تھے۔حالانکہ بات تو بڑی واضح تھی۔آج عادل کا اسٹور چلانے کا فیصلہ اس چھوٹے سے گھر میں تانیہ کو لانے کی باتیں کافی تھیں۔شاہدہ بیگم کے چہرے کا رنگ اور ذہنی حالت تو وہیں بدل گئی تھی۔ دوسری طرف تانیہ کا مزاج اور عادات نے بھی انہیں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔وہ اس چھوٹے سے گھر میں زندگی بسر کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتی اور عادل کو اگر اسٹور ہی چلانا تھا تو اتنا پڑھنے لکھنے کی ضرورت کیا تھی؟ کل سے پہلے ان کا اپنا ووٹ عادل کے لیے تھا۔مگر اب وہ خوفزدہ سی ہوگئی تھیں۔اس لیے اس فیصلے پر نظر ثانی کی غرض سے انہوں نے پہلے

www.pdfbooksfree.pk

فرحان کی شادی کا فیصلہ کیا۔یہ جانے بغیر کہ فرحان کا اس فیصلے پر کیا رد عمل ہوگا؟"

میاں افتخار اس رد عمل کے حوالے سے ہی ذہنی کشمکش میں مبتلا ہوگئے تھے۔ شاہدہ بیگم کو ناجی نے دودھ لا کر دیا۔وہ پی کر سو بھی گئیں جب کہ ان کے سامنے رکھا دودھ کا گلاس رکھا رکھا ٹھنڈا ہوگیا وہ تقریباً رات بھر جاگتے رہے۔

...☆☆☆...

"مام! رئیلی آئی ایم ویری بزی۔"

"او کے! بس اب آخری پیپر والے دن کی سیٹ کنفرم کرائو۔دوسری طرف خرم کی مام مسز ہمدانی نے کچھ نرمی' کچھ تاکیدی انداز اختیار کیا۔

"میں گاڑی پر آئوں گا۔"

گاڑی وہاں سے آپ کے ڈیڈ منیجر سے کہہ کر خود بک کرالیں گے۔"

"اوکے۔" وہ رضا مند ہوگیا۔

"بیٹا! صرف آپ وہاں ہو ہم سب مس کرتے ہیں بہتر تو یہی تھا کہ آپ ہمارے ساتھ اسلام آباد آجاتے۔اب تو پڑھائی مکمل ہوگئی۔بس آنے کی کرو آپ کے ڈیڈ کا امریکہ بزنس ٹور ہے۔ہم سب تفریح کر آئیں گے۔" مسز ہمدانی نے سمجھانے کی خاطر خاصی تفصیل سے بات کی۔

"ہرے! ہم سب امریکہ جائیں گے۔" وہ نعرہ مارتے ہوئے تقریباً دو فٹ اچھلا۔

"اوکے بائے۔" فون بند ہوگیا۔

تانیہ ہونق بنی اس کا منہ دیکھ رہی تھی۔

ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟"" اس نے اس کی طرف توجہ کی۔

"یہ سب کیا ہے؟" وہ خاصی برہمی سے بولی۔

"کیا؟"

www.pdfbooksfree.pk

"یہی جو پروگرام بن رہا تھا۔"

"او! یس تم جانتی ہو مجھے ہوسٹل سے جانا ہے پہلے ہی مام اور ڈیڈ نہیں چاہتے تھے کہ میں یہاں ہوسٹل میں رہوں۔اب امریکہ کا ٹور ہے تو میں ضرور جائوں گا۔" خرم نے خوش ہو کر بتایا۔

"اس کا مطلب ہے۔" اس کی آنکھیں بھر آئیں۔

"تانیہ کم آن' اس میں رونے کی کیا بات ہے؟" وہ حیرت سے ہنسا۔

"تم مجھے عادل کے رحم وکرم پر چھوڑ جانا چاہتے ہو۔"

"ہا' ہا' ہا۔" وہ زور زور سے ہنستا چلا گیا۔

"او سوئیٹ ہارٹ! وہ آل ریڈی تمہارے سات چپکا ہوا ہے' بالکل ایسے جیسے میجک اسٹون سے چپکا یا گیا ہو۔" ہنسنے سے آنکھو میں آئے پانی کو صاف کرتے ہوئے بولا۔تو وہ جل کر سامنے آگئی۔بالکل اس کی آنکھوں کے سامنے۔

"مگر میں اسے خود سے دور کرنا چاہتی ہوں۔"

"تو کرو، میں اس میں کیا کرسکتا ہوں۔میرے جانے سے اس بات کا کیا تعلق ہے؟"

"تعلق ہے، اگر تم مجھے پرپوز کرو تو۔" بے دھڑک ہی اس نے دل کی بات کہہ دی۔خرم کو کوئی حیرت نہیں ہوئی۔

"پھر اس سے کیا ہوگا؟"

"میں عادل کے لیے انکار کردوں گی۔"

"تانیہ! ہم اس موضوع پر پہلے بھی کئی بار بات کرچکے ہیں۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔

"تو۔"

"تو، پہلے پیپرز دو، پھر اس پر سوچنا۔" وہ بولا۔

"اور تم امریکہ چلے جاؤ۔" وہ جھلائی۔

www.pdfbooksfree.pk

"اوہ، یہ تو سچ ہے۔تمہیں پتا ہے۔اگر ڈیڈ کے اسلام آباد شفٹ ہونے سے پہلے میرا یہاں ایڈمیشن نہ ہوتا تو وہ مجھے کبھی یہاں داخلہ نہ لینے دیتے۔" وہ بولا۔

"اوکے! تم جاؤ، مجھے چھوڑ جاؤ۔"وہ غصے میں پرس اٹھا کر یونیورسٹی کے داخلی دروازے کی سیڑھیاں اتر گئی۔

"تانیہ، تانیہ!" وہ پیچھے پیچھے آیا۔"یار اگر تم عادل سے نجات حاصل کرلو تو مجھے فوراً ایک ای میل کردینا یہ میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں۔

"اور تمہارے مام ڈیڈ۔" خوشی کے ساتھ ایک خوف سا بھی اس کی آنکھوں میں سمٹ آیا۔

"او یار وہ میرا مسئلہ ہے۔مام، ڈیڈ کو میرے معاملات میں انٹر فیئر کی عادت نہیں ہے۔وہ چاہتے ضرور ہیں کہ جلد میری شادی ہو، پر کہاں کس سے؟ یہ مجھ پر چھوڑا ہوا ہے۔تم اگر دوستی کو رشتے میں بدلنا چاہتی ہو تو، فائن۔"

خرم نے ایک دم اس کے نازک کندھوں پر اپنے یقین کے پر باندھ دیے وہ ہوائوں میں اڑنے لگی۔مگر وہ پھر زمین پر لے آیا۔

''بٹ! سوئیٹ ہارٹ دل والا قصہ اپنے ذہن میں رکھو' میں کسی صورت اس معاملے میں الجھنا نہیں چاہتا۔''

''ٹھیک ہے' مگر وعدہ کرو' کہ عادل سے نجات کے بعد تم میرا ساتھ دو گے۔''آئی لو یو ویری مچ۔'' وہ بہت رسان سے اس کے ہاتھ تھام کر بولی۔

''وائے ناٹ! لیکن سلی گرل۔وہ بہت تیکھی چیز ہے۔تمہیں چھوڑنے والا نہیں۔''

''دیکھا جائے گا۔''

''چلو چلیں کل کے پیپر کی تیاری بھی کرنی ہے۔'' وہ اسے چھوڑنے کے لیے جیب سے گاڑی کی چابی نکالتے ہوئے بولا۔

www.pdfbooksfree.pk

چلتے چلتے تقریباً کار پارکنگ کے قریب پہنچ چکے تھے۔گاڑی میں بیٹھتے ہی خرم نے شوخ سی دھن سیٹی کی صورت میں بجانی شروع کردی۔کچھ ہی دیر میں گاڑی یونیورسٹی کی حدود سے باہر نکل کر کشادہ سڑک پر فراٹے بھرنے لگی۔

...☆☆☆...

دوپہر سے آسمان پر سیاہ گھٹا چھائی تھی۔

شدید گرمی کے باعث کمروں میں گھسے لوگ باہر صحنوں میں نکل آئے ہلکی ہوا' جانے کہاں کہاں سے بادلوں کی ٹکڑیاں اکٹھی کر کے لاتی رہی اور دیکھتے ہی دیکھتے ان بادلوں کی ٹکڑیوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ مضبوطی سے تھام کر خود کو گھٹا میں بدل دیا۔بجلی بھی بھر پور انگڑائی لے کر بیدار ہوئی اور ایک دم زور دار بارش ہونے لگی۔

بڑی بیگم ہڑ بڑا کر سوتی سوتی کمرے سے باہر نکلیں۔

صحن میں اچار کے مرتبان رکھے تھے۔تار پر کپڑے سوکھ رہے تھے۔چار پائی پر گندم دھو کر پھیلائی ہوئی تھی۔

''ارے ناجی! ناجی جانے کہاں مر جاتی ہے' موسم کے تیور دیکھ کر بھی ہوش کے ناخن نہیں لیتی۔'' وہ بولتی جا رہی تھیں ساتھ ساتھ جلدی جلدی مرتبان اٹھا اٹھا کر برآمدے میں رکھ رہی تھیں۔ان کی آواز سن کر شاہدہ بیگم اپنے کمرے سے نکل آئیں۔

''ارے یہ ناجی کہاں ہے؟'' انہیں دیکھتے ہی بولیں۔

''شاید زرتاشیہ نے بلایا تھا۔'' شاہدہ بیگم نے ان کا ہاتھ بٹاتے ہوئے اطلاع دی۔

''اچھا' لیکن اسے موسم کی خرابی کے ساتھ کچھ یاد نہیں رہا۔'' وہ کچھ نرمی سے بولیں۔

www.pdfbooksfree.pk

''چلیں چار پائی سر ہانے سے آپ پکڑیں۔'' شاہدہ بیگم نے انہیں کہا اور دونوں نے بڑی مشکل سے چار پائی گندم سمیت برآمدے میں کی۔تیز بارش کے سبب دونوں ہی بھیگ چکی تھیں۔

فرحان نے کھڑکی سے سر نکالا تو اماں جان نے فوراً ناجی کو بلا کر لانے کو کہہ دیا۔

''ہزار مرتبہ کہا ہے کہ انٹر کام لگوالیں۔'' فرحان بڑ بڑاتا ہوا سلیپر پہنے باہر نکلاتو بڑی بیگم کو غصہ آگیا۔

''اوہو! بھئی کیا چونچلے ہی اس گھر کے بچوں کے۔''

فرحان نے سنا نہیں بھیگنے کے ڈر سے تیز قدموں سے نکلا تھا۔سفید لان کے کرتے اور سفید لٹھے کی شلوار میں جب زبیر احمد کے کوریڈور میں پہنچا تو اچھا خاصا بھیگ چکا تھا۔

زرتاشیہ اور ناجی گھر کے پچھلے والے لان میں تھیں۔وہ اس طرف گیا تو وہ دونوں بارش کا لطف لیتے ہوئے چونکیں ہلکے آسمانی لباس میں دوپٹے سے بے

نیاز بھیگی ہوئی زرتاشیہ کے لانبے گھنے بال کمر کو گھیرے ہوئے تھے۔جب کہ دونوں ہاتھ سمیٹ کر اس نے سینے پر پھیلا لیے۔ناجی نے دوڑ کر اس کا دوپٹہ اٹھا کے دیا اور خود وہاں سے رفو چکر ہوگئی اور وہ سر تا پیر گلرنگ سی ہوئی دوپٹہ سینے پر پھیلا کر اس کے پاس گئی۔

''ابھی پیر پوری طرح ٹھیک نہیں ہوا اور تم کو پھسلنے کو شوق پیدا ہوگیا۔''

''بارش میں نہانا مجھے اچھا جو لگتا ہے۔'' وہ ادا سے لہرائی۔

''ٹھیک ہے شوق سے نہائو۔ناجی کو نانو بلا رہی ہیں اسے بھیج دو۔'' وہ سپاٹ لہجے میں کہہ کر پلٹا تو اس نے دھیرے سے پکارا۔

''بیٹھ جائو' کچھ دیر۔'' لہجے میں منت' التجا' پیار جانے کیا کچھ تھا کہ وہ پلٹ کے دیکھے بنا نہ رہ سکا۔مگر نرمی سے یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا۔

''پھر سہی' مجھے کام ہے۔''

www.pdfbooksfree.pk

اور وہ ملول سی اس کے قدموں کے نشانوں پر چل کر باہر تک آئی بر آمدے کے ستون سے لگ کر آنکھیں موند لیں۔

...☆☆☆...

چپراسی نے اسے دیکھ کر پہلے تو سلام کیا اور پھر آفس کا دروازہ کھول کر اندر جانے کا اشارہ کیا۔

میاں افتخار نے سامنے رکھی فائلوں سے نظریں اٹھا کرا سے دیکھا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا۔وہ ا ن کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔میاں افتخار فائلیں کھول کھول کر مخصوص جگہ پر دستخط کرتے رہے۔تقریباً پانچ سات منٹ کے بعد گھنٹی بجا کر چپراسی کو بلایا۔فائلیں اسے دے کر اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

''بابا! خیریت آپ نے مجھے آفس بلایا۔''

''ہاں! گھر میں بات ہو نہیں سکتی تھی۔اس لیے یہاں بات کر سکتے ہیں۔''

"خیریت تو ہے۔" فرحان کو تشویش سی ہوئی۔

"یار! آپ کی ماما نے چند روز سے غیر معمولی سنجیدگی طاری کی ہوئی ہے۔ سبب نہیں معلوم' پوچھنے پر آپ کی شادی کا فیصلہ سنا دیا۔فیصلے میں سختی اور حتمی انداز اختیار کیا۔میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ اس سنجیدگی کی وجہ کیا ہے اور اس کا تعلق آپ کی شادی سے کیا ہے؟ مگر کچھ نہ کچھ ہے۔" میاں افتخار نے ٹھہر ٹھہر کر بتایا۔

"میری شادی؟" وہ حیرت سے بولا۔

"جی اور کیا میری شادی۔" میاں افتخار نے اس کی نقل اتاری۔

"مگر بابا آپ جانتے ہیں۔"

"وہ صرف میں جانتا ہوں۔آپ کی ماما اور اختیار کل رکھنے والی ہستی اماں جان نہیں جانتیں۔" وہ شرارت آمیز لہجے میں بولے۔

"تو آپ انہیں بتا دیں۔"

www.pdfbooksfree.pk

"گھامڑ! اس سے کیا ہوگا؟ ہمارا گھر جنگ پلاسی کا منظر پیش کرے گا۔"

"ماما! میری خواہش رد نہیں کرسکتی۔"

"اس صورت میں جو اُن کی ذات تک محدود ہو' یہ بات ان سے زیادہ اماں جان' زرتاشیہ اور آپ کے ماموں جان تک پھیلی ہوئی ہے اور طویل عرصے سے پھیلی ہوئی ہے۔"

"کچھ بھی سہی میں شادی تو کرچکا ہوں۔" وہ اڑگیا۔

"جی ہاں! اب اس شادی کو نبھانا اور اُس سے جان چھڑانا ہے اس کی ترکیب سوچو۔" وہ پریشانی کے باوجود مسکرائے تو فرحان کی ہمت بندھی۔

"آپ نے وعدہ کیا تھا۔"

"وہ تو مجھے یاد ہے' مگر کریں کیا آپ کا باہر جانے کا پروگرام تھا وہ بھی چوپٹ کردیا۔آپ کی ماما فرماتی ہیں کہ کاروبار کرادو۔"

"آپ مجھے اور سامعہ کو باہر بھیج دیں۔"

”اس سے تو سامعہ گھر میں داخل نہیں ہوسکتی اور پھر آپ کی ماما آپ کو شادی سے پہلے بھیجنا نہیں چاہتیں۔اب تو تانیہ کی شادی بھی بعد میں کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔“

”بابا! کچھ کریں ورنہ میں صاف صاف سب کو بتا دیتا ہوں۔“ وہ خود سری دکھاتے ہوئے بولا۔

”بیٹا جی! جوش نہیں ہوش۔میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے۔“ میاں افتخار بولے۔

”کیا؟“

”سامعہ کینیڈا سے آئی ہے میرے دوست کی بیٹی ہے دوست نے مرتے ہوئے میرا پتا اسے دیا تھا اور اب یہ یہاں رہے گی۔“

”واہ! سامعہ یہاں کالج میں پڑھاتی ہے۔کیا پتا ماما نے اُسے دیکھا ہوا ہو اور آپ کے دوست اچانک کہاں سے آگئے۔کچھ وزن نہیں ہے۔“ فرحان نے مذاق اڑایا۔

www.pdfbooksfree.pk

”اویار! چھری تلے سانس تو لو‘ سوچتے ہیں۔“ وہ گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ پھر ایک دم چٹکی بجا کر بولے۔

”آج کل‘ سوات سے لوگ نقل مکانی کر کے آرہے ہیں‘ سامعہ سواتی لگتی ہے‘ اس کی پوری فیملی دہشت گردی کا نشانہ بن چکی ہے۔بے یارو مدد گار تھی میرے باس کے کہنے پر میں نے پناہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔“

”ہنہ! لیکن سامعہ تو پڑھی لکھی ہے۔وہاں کی خواتین تو...“ فرحان سوچ میں پڑ گیا۔

”وہاں پڑھے لکھے گھرانے بھی آباد تھے۔بڑے بڑے افسران رہائش پذیر تھے۔سامعہ بھی سرکاری افسر کی بیٹی ہے۔پچھلے پانچ سال سے سوات میں اس کی فیملی رہائش پذیر تھی۔بس اس سے بہتر کوئی آئیڈیا نہیں۔اس پر آپ کی نانو کا دل پسیج جائے گا۔وہ کل ہی سوات کے متاثرین کے لیے پرانے کپڑے نکلوا رہی تھیں۔

”اور ماما؟“

''یار! ان کو تم سمجھا لینا۔ویسے شاہدہ بیگم نرم دل ہیں انہیں بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔'' میاں افتخار نے غائبانہ بھی بیگم کی تعریف کی۔

''ہاں! بس ماما' نانو کی مرضی پر چلتی ہیں۔''

''یار چلنا پڑتا ہے۔نانو ان کی ماں ہیں ماں بھی ایسی جنہوں نے سارا گھر سنبھال رکھا ہے۔پرانے وقتوں کے لوگ اپنی روایات سے بہت محبت کرتے ہیں۔شاہدہ کو معلوم ہے کہ ان کی بہت سے باتوں سے وہ خوش نہیں' پھر بھی ماں کی خدمت ان پر فرض ہے۔'' میاں افتخار نے کافی حد تک سمجھانے کی کوشش کی۔

''اور پھر اس کے بعد کیا ہوگا؟''

''پہلے گائوں بسنے تو دو' بعد کی بعد میں سوچیں گے۔بس تم اڑ جائو کہ باہر جانا ہے۔واپس پر شادی کروں گا۔باہر جانے میں دیر ہوتی رہے گی پھر کاروبار شروع کرانے کا پروگرام یوں کچھ وقت مل جائے گا۔'' میاں افتخار نے دائیں آنکھ دبا کر کہا۔تو وہ مسکرادیا۔

www.pdfbooksfree.pk

☆☆☆☆☆

''ماما! آپ نے مجھے بلایا ہے۔'' تانیہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔

''ہنہ' آئو۔'' شاہدہ بیگم نے تکیے کے سہارے بیٹھتے ہوئے کہا۔

''آپ ٹھیک تو ہیں۔'' خلاف توقع تانیہ نے ان کی پیشانی چھو کر فکر مندی ظاہر کی۔

''میں ٹھیک ہوں کتنے پیپر رہ گئے ہیں؟''

''پانچ' آپ کیوں پوچھ رہی ہیں؟''

''یہ خرم کے ساتھ دیر تک رہنا میں کیا سمجھوں؟'' انہوں نے کافی متانت سے پوچھا تو وہ بے باکی سے بولی۔

''ہی از مائی بیسٹ فرینڈ اور اس کے ساتھ رہنے کو آپ نانو کی طرح نا پسند کریں یا پسند کریں۔مجھے خرم کے لیے کوئی کمپرو مائز نہیں کرنا۔''

'خرم کو صرف فرینڈ رکھنا چاہتی ہو یا...؟'' انہوں نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا

''ماما! خرم سے شادی ہوجائے تو رشتہ بن جائے مگر...'' وہ ایک دم کڑوا سا منہ بنا کر چپ ہوگئی۔

''مگر کیا؟''

''عادل کا پھندا میرے گلے میں ڈال رکھا ہے۔''

''کچھ دیر کو سمجھ لو' عادل کا پھندا گلے سے نکال لیا ہے۔''

''ماما! آپ مجھے ٹیسٹ کر رہی ہیں۔'' وہ حیرت سے بولی۔

''چلو یونہی سمجھ لو' بس کسی طرف تو کشتی لگے۔''

''عادل کا پھندا اتنی آسانی سے آپ لوگ اترنے دیں گے؟''

''تانیہ! میں نے کہا نا کہ عادل کو کچھ دیر کے لیے بھول کے خرم کے لیے بتائو۔''

www.pdfbooksfree.pk

''خرم میں اچھے لائف پارٹنر والی سب خوبیاں ہیں۔''

''تو معاملہ آگے بڑھائو۔میرا مطلب ہے اس سے بات کرو' رشتہ مانگنے گھر والوں کو بھیجے۔''

''بڑی ڈی ٹیل بات ہوئی ہے پر...''

''پر کیا۔''

''1930ء کے اس پرانے کھنڈر میں جسے آپ سب حویلی کہتے ہیں خرم کی فیملی کو تو نہیں بلا سکتی۔معلوم ہے وہ کتنے بڑے بزنس مین کا بیٹا ہے۔''

''آپ خرم سے مرعوب ہو یا اس کی دولت سے۔یہ کھنڈر حویلی پہلے کہاں سے آگئے اسے آپ سے لگائو ہے تو گھر والوں کو بھیجے۔''

''ماما! یہ نا ممکن ہے اس گھرمیں بلانے سے بہتر ہے میں خرم سے شادی کا ارادہ بدل لوں۔'' وہ تڑک کر بولی۔

"تانیہ! خرم کو آپ سے شادی کرنی ہے تو یہ پرانی حویلی' پرانا فرنیچر میٹر نہیں کرتا۔"

"کرتا ہے ماما! یہ ماڈرن دور ہے آپ جس ماحول میں زندہ ہیں وہ آپ کے علاوہ کسی کو سوٹ نہیں کرتا۔میں ایک اعلیٰ افسر باپ اور بینک آفیسر ماں کی بے بسی پر شرمندہ ہونا نہیں چاہتی۔" وہ طنزیہ ہنسی۔

"ہم میاں بیوی نے کبھی اس طرح نہیں سوچا۔" شاہدہ بیگم کو اس کا انداز ناگوار گزرا۔

"آپ نے تو نانو کی فرمانبرداری کی' بابا نے آپ کو فرمانبرداری کے لیے خاموش قوت عطا کی۔مگر سوری ماما! ہم کیوں بے بسی کی زندگی جئیں۔یہ حویلی آپ کے نام ہے مگر نانو نے اس میں آپ کو اپنی مرضی سے جینے کا حق نہیں دیا۔کوئی چھوٹی سی چیز آج تک آپ اپنی مرضی سے نہیں بدل سکیں۔یہاں تک کہ کھانے' پینے' سونے' جاگنے کے اوقات بھی نانو کی مرضی کے ہیں۔" وہ شدید احتجاجی انداز میں بولتی چلی گئی۔

www.pdfbooksfree.pk

"تانیہ! کبھی پوزیٹو بھی سوچا کرو۔" وہ خفگی سے بولیں۔

"یہ آپ سوچا کریں۔انہیں اپنی سوچ بدلنی ہوگی۔اس کھنڈر میں رہنا ہم سب کے لیے باعث شرمندگی ہے دو گاڑیاں' بابا اور فرحان بھیا کی۔آپ کی میری گاڑیاں کیوں نہیں آنے دیتیں نانو؟"

"کہاں کھڑی کریں گے۔بلا وجہ کی بحث؟"

"تو ٹھیک ہے آپ کو اب فیصلہ کرنا ہے میں شادی صرف خرم سے کروں گی پلیز یہاں سے نکلیں یہاں اس کی فیملی نہیں آسکتی۔" وہ فیصلہ کن انداز میں بولی۔

"تانیہ! ہر بات کو مسئلہ بنانا آپ کی عادت ہے۔جائو جا کر سو جائو۔مجھے کیا کرنا ہے اب یہ میرا مسئلہ ہے۔" شاہدہ بیگم زچ آگئیں۔سلجھانے بیٹھی تھیں۔ وہ گتھی جو چند دن سے ذہن میں الجھی ہوئی تھی۔تانیہ مزید الجھا گئی۔

"او کے گد نائٹ۔وہ یہ کہہ کر باہر نکل گئی۔

"گڈ نائٹ۔" وہ دھیرے سے بڑ بڑا کر رہ گئیں۔

...☆☆☆...

"اگر مجھ سے ماں کو چھین لیا جائے تو میں پاگل ہوجائوں۔"

"آسمان کا بہترین تحفہ ماں ہے۔"

"بچے کے لیے سب سے اچھی جگہ ماں کا دل ہے۔خواہ بچے کی عمر کتنی ہو۔"

"ماں کے اختیار میں ہوتا تو وہ موت کو رد کردیتی زندہ رہتی ہمیشہ اپنے بچوں کے لیے۔"

اخبار کے صفحے پر ماں سے متعلق اقوال پڑھتے پڑھتے اسے اپنی مما کا خیال تڑپا گیا اور وہ ٹپا ٹپ رونے لگی۔دل شدت غم سے بھر آیا۔پورے گھر میں روتی ہوئی گھومنے لگی۔مما کے کمرے کا دروازہ کھول کے دیوانوں کی طرح ماں کے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھی تصویر اٹھا کر چومنے لگی۔

www.pdfbooksfree.pk

آفس کے لیے زبیر احمد واش روم سے تیار ہوکر باہر نکلے تو اسے اس حالت میں دیکھ کر بے کل ہوگئے۔

"زرتاشیہ میری جان!" انہوں نے تصویر لے کر بیڈ پر پٹخی اور اسے سینے سے لگا کر خوب سارا پیار کیا۔

"پپا! کتنے بڑے بڑے لوگوں نے ماں کے لیے کتنی بڑی بڑی باتیں لکھی ہیں۔میری مما تو سب سے الگ ہیں انہیں میرا ذرا سا بھی خیال نہیں۔" وہ سسکیاں لینے لگی۔

"بیٹا ہم خوش رہنا چاہتے ہیں تو دوسروں کو خوش رکھنا چاہیے۔میں آپ کی خوشی میں خوش رہتا ہوں مگر آپ اپنی مما کو یاد کرتی ہو' یہ جان کر بھی کہ وہ ضدی' خود سر ماں ہے۔اس نے کبھی آپ کو ممتا کی آنکھ سے نہیں دیکھا اپنی فطرت کی آنکھ سے دیکھا۔" زبیر احمد نے سینے سے لگائے لگائے پیار سے سمجھایا۔

"مگر پپا یہ تو غلط ہے۔"

"اگر کوئی غلطی تسلیم کرے تو۔نرگس ٹوٹ جائے گی مگر غلطی تسلیم نہیں کرے گی۔لہٰذا اب بھول جائو۔" زبیر احمد نے اس کی پیٹھ تھپتھپائی۔

زبیر احمد تو اسے سمجھا بجھا کر آفس کے لیے نکل گئے۔لیکن بعد میں وہ اور دکھی ہوگئی کہ بلا وجہ پپا کو دکھ دیا اور وہ بنانا شتا کیے چلے گئے۔جب کہ اس نے خود ناشتا بنایا تھا۔انتظار کرتے ہوئے اخبار پر نظر پڑی تو اٹھا کے پڑھنے لگی تھی۔

"سوری پپا آپ کو دکھ دیتی ہوں۔" وہ ان کے تصور سے معافی مانگنے لگی اور خود نے بھی ناشتا نہیں کیا۔وہیں پپا کے بیڈ پر لیٹ گئی ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی تو اس نے رسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔

"زبیر احمد! مجھے فیصلہ چاہیے۔" نرگس کی آواز بجلی کی طرح اس کے کانوں میں کڑکی۔

"مما!" حیرت سے فقط "مما" ہی اس کے منہ سے نکلا۔

www.pdfbooksfree.pk

"زرتاشیہ!" نرگس کی آواز ندامت اور حیرت میں ڈوب کر ابھری۔اسے تو یقین تھا کہ ابھی زبیر احمد کمرے میں ہوں گے اس لیے اس نے بیڈ روم والا نمبر ملایا تھا۔

"مما! آپ کو کیا چاہیے؟" اس نے دکھ سے پوچھا۔

"آپ کیسی ہو؟ پیر ٹھیک ہوگیا؟" وہ بوکھلا کر بولی۔

"آپ کو جلدی خیال آگیا، شکریہ۔" گلے میں پھنسے آنسو ضبط کر کے بولی۔

"آپ میرے پاس آجائو، میں گلریز بھیا سے کہہ کر جہاز کی سیٹ کنفرم کرا دیتی ہوں۔" وہ خفّت مٹانے کو بولی۔

"نہیں، مجھے اپنے پپا کے پاس رہنا ہے۔"

"کچھ دن کے لیے آجائو۔"

"نہیں۔"

"تو ٹھیک ہے رہو' مجھے معلوم ہے کہ سب نے مل کر ذہن میں میرے خلاف زہر بھر دیا ہوگا۔" وہ اپنی مخصوص ٹون میں آگئی۔"

"آپ غلط سوچتی ہیں۔"

"آگئی نہ وہی بات' زبیر احمد ان کی ماں بہن یہی کہتی ہیں' بیٹی سے بھی کہلوا دیا۔"

"مما! پلیز آپ ایسا سوچنا چھوڑ دیں۔" وہ منّت آمیز لہجے میں بولی۔

"کیوں چھوڑدوں' آپ کے پپا نے مجھے دیا کیاہے۔قید میں زندگی بسر کی ہے میں نے..."

"پپا نے آپ کو کبھی کچھ کرنے کو منع نہیں کیا آپ روز ہی اقشین آنٹی سے ملنے جاتی تھیں۔پارٹیز' شاپنگ' کب پپا نے روکا؟" زرتاشیہ میں جانے کہاں سے اتنی ہمت آگئی کہ وہ سب باتیں کہہ ڈالیں جو کبھی ماں کی موجودگی میں نہیں کہی تھیں۔یہی حیرت نرگس کو تھی۔

www.pdfbooksfree.pk

"یہ زبان دادو' پھوپھی نے دی ہے' رہو ان کے ساتھ ماں سے تمہیں محبت نہیں ہیل"

"مما! پلیز ماں بن کر کبھی تو دیکھا کریں۔آپ کو میری کیا فکر تھی؟ میری تکلیف میری تنہائی کچھ بھی تو جاتے وقت آپ کے ذہن میں نہیں رہا۔"

"اسی لیے تو چھوڑ کر آئی تھی کہ تم باپ بیٹی کو احساس ہو۔"

"مما! آپ بہت مس کریں گی' رئیلی یو مس می۔" زرتاشیہ کو رونا آگیا۔فون بند کر کے تکیے میں منہ دے کر رونے لگی۔کچھ دیر بعد اس کے ذہن میں وہ پہلا جملہ گردش کرنے لگا۔

"زبیر احمد مجھے فیصلہ چاہیے۔" وہ کپکپا کے رہ گئی دل شدت غم سے بری طرح دھڑکنے لگا۔اپنی سماعت پر یقین نہیں آرہا تھا۔

"مما! یہ آپ نے کیا کہہ دیا؟ کیا سب کچھ ختم ہونے جا رہا ہے۔نہیں مما' نہیں میرے پپا کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کر رہی ہیں آپ... میرے پپا ٹوٹ جائیں گے... بکھر جائیں گے... اگر آپ نے ایسا کیا تو میں آپ کو کبھی

معاف نہیں کروں گی... کبھی نہیں سنا مما آپ نے۔" وہ چیخ چیخ کر روتے ہوئے بولی۔کمرے میں آواز کا تعاقب آواز نے ہی کیا۔باقی وہاں کوئی نہیں تھا۔

...☆☆☆...

کئی روز کی رات دن کی کڑی محنت کے بعد اسٹور کی نمایاں اور منفرد سی شکل نکلی تھی۔اپنی ذہانت اور پی آر سے کافی معیاری اور بڑی کمپنیوں کا سامان اسٹور میں بھر اتھا۔کسی محلے کی داخلی گلی میں چھوٹی جگہ پر بڑے اسٹور کی کمی پوری کرنے والا ہر سامان تھا۔رفیعہ کی سونے کی چوڑیاں ان کی ضد اور اصرار پر اس نے فروخت کر کے کام چلایا میاں ستار کی خوشی دیدنی تھی۔زردے کی دیگ پکوا کر تقسیم کی اپنے سب دوستوں کے گھروں میں دے کر آئے۔

رفیعہ نے میاں افتخار کی طرف لے جانے کے لیے زردہ ایک دیگچی میں ڈال کر رکھا۔عادل کو تاکید کی کہ وہ فارغ ہو کر آئے انہیں لے کر چلے۔

www.pdfbooksfree.pk

"امی! آج پہلا دن ہے میں جلدی فارغ ہو کر کیسے آجاؤں؟" عادل نے جوب دیا۔

"بھئی کچھ دیر اپنے ابا کو چھوڑ آنا اور تمہارے دوست گوگی کو کہہ دو بس جلدی آجائیں گے۔" رفیعہ نے زور دے کر کہا تو وہ اثبات میں گردن ہلا کر نکل گیا۔

رفیعہ نے اپنے اور عادل کے کپڑے استری کیے۔نہا کر غسل خانے نے باہر نکلیں تو میاں ستار آگئے پھولی ہوئی سانس اور کھانسی کے باعث صحن میں ہی بیٹھ گئے۔رفیعہ نے سہارا دے کر کمرے میں پہنچایا جلدی سے پانی پلایا۔

"آپ گرمی میں کیوں باہر بیٹھے تھے؟"

"بس رونق میں... میلہ تھا۔اللہ کی رح... رحمت ہوگئی۔خوب بوتلیں چل رہی ہیں اور وہ مسالے جو غریب محلے والوں کو کہیں نہیں ملتے تھے وہ عادل نے اسٹور میں رکھے ہیں۔" وہ خوشی سے اٹک اٹک کر بولے۔رفیعہ مسکرا دیں۔

"اللہ کا شکر ہے۔تم ہی صبر کا دامن چھوڑ دیتے تھے۔"

”ارے کم عقل! اگر میں بار بار نہ ٹوکتا تو عادل کبھی جوش میں نہ آتا۔“ میاں ستار اپنی دانش مندی کا رعب ڈالتے ہوئے ہنسے۔

”چلو یونہی سمجھ لو‘ مگر میرے عادل پر خفا نہ ہوا کرو۔“ رفیعہ کے دل میں ممتا کا احساس جاگا۔

”ارے تم کہو تو میں منہ پر ٹیپ لگا لیتا ہوں۔“ ذرا سی شوخی سے وہ بولے تو رفیعہ کو ہنسی آگئی۔

”آج ہم افتخار کی طرف جا رہے ہیں زردہ بھی دے آئیں گے اور خوش خبری بھی سنا آئیں گے۔“ رفیعہ نے اطلاع دی۔

”اچھی بات ہے‘ افتخار کو صاف صاف کہہ دینا کہ شادی کی تاریخ سوچ لے۔“ انہوں نے جذباتی انداز میں کہا۔

”میرا خیال ہے اب تو یہ کہنے کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی۔اصل مسئلہ تو عادل کی ملازمت بنی ہوئی تھی۔“ رفیعہ نے یقین دہانی اپنے سادہ طرز زبان سے کرائی۔

www.pdfbooksfree.pk

”ارے تم نہیں سمجھتیں شاہدہ کو یہ اسی کا کمال ہے کہ میرا اکلوتا بھائی گھر داماد بنا ہوا ہے۔اس کے میٹھے لہجے میں کوئی جادو ہے۔افتخار سر نہیں اٹھاتا اس کے سامنے۔“

”افتخار تو سدا کا ایسا ہے۔ہنس مکھ‘ صلح پسند۔“ رفیعہ نے دیور کی تعریف کی۔

”چلو‘ ایسا ہی ہو۔میں کون سا اس کا دشمن ہوں۔تانیہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟“

”اب وہ باتیں کرنے کا فائدہ؟ کیوں وہم کر رہے ہیں یہ پہلے سوچنے والی باتیں تھیں۔“ رفیعہ نے کہا۔میاں ستار خاموش ہوگئے۔

”میں تانیہ کے لیے کچھ لے جانا چاہ رہی ہوں سمجھ میں نہیں آرہا کیا لے کر جاؤں؟“ رفیعہ نے سوچتے ہوئے بتایا۔

”تو لے جاؤ۔عادل آئے تو اسے کہہ دینا اپنے اسٹور سے ہی لے آئے گا۔“

”ہیں! اسٹور سے کیا بوتل‘ آئس کریم لے جائوں۔میں راستے سے سوٹ لے جائوں گی۔“

”جیسی تمہاری مرضی۔“

میاں ستار سوگئے اور رفعیہ تیار ہو کر کچھ دیر تو عادل کی راہ دیکھتی رہیں۔پھر خود بھی لیٹ گئیں۔نیند نے آلیا اور سو گئیں۔عادل مغرب کی اذانوں کے بعد آیا تو وہ بگڑ کر بولیں۔

”اب آنے کی کیا ضرورت تھی۔سارا دن گزار کے۔“

”امی! پہلا دن تھا‘ رش تھا۔دوست یار مبارک باد دینے آرہے تھے۔اب بھی گوگی کو کچھ دیر کے لیے بٹھا کر آیا ہوں۔“

”اب کون سا وقت رہ گیا ہے جانے کا۔“

”بہت وقت ہے۔آپ نماز پڑھ لیں میں نہا کر ابھی آیا۔“ عادل یہ کہہ کر اپنے کمرے میں گیا۔وہ وضو کر کے نماز پڑھنے میں مشغول ہوگئیں۔

www.pdfbooksfree.pk

ٹھیک بیس منٹ بعد موٹر سائیکل فراٹے بھرتی ہوئی۔مین مارکیٹ کے قریب پہنچ گئی۔رفیعہ نے ایک دکان سے اپنی پسند کے مطابق ہلکے گلابی اور آسمانی رنگ کا پھول دار لان کا سوٹ پیک کرایا اور باہر آگئیں۔عادل نے موٹر سائیکل اسٹارٹ کرتے ہوئے طنزیہ کہا۔

”آپ نے زحمت ہی کی ہے۔آپ کی پسند کا سوٹ تانیہ بی بی کی ناک کے نیچے نہیں آئے گا اور ویسے بھی وہ ایسے کپڑے نہیں پہنتی۔

”تم دونوں باپ بیٹا کو غیر ضروری شک کی عادت ہے‘ پہلے ہی سے کہانی بنا لیتے ہو۔“ انہوں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کے بہت احتیاط سے موٹر سائیکل پر بیٹھے ہوئے کہا۔عادل ماں کی سادگی پر مسکرا دیا۔

ایک بار پھر وہ بڑی مہارت سے موٹر سائیکل دوڑانے لگا۔

ژژژ

بڑی بیگم‘ رفیعہ کو دیکھ کر کھل اٹھیں۔بڑی گرم جوشی سے گلے لگایا۔محبت سے اپنے قریب صحن میں تخت پر بٹھایا عادل کرسی پر بیٹھ گیا۔

”رفیعہ! بہت خوش ہو رہی ہے تمہیں دیکھ کر۔“

”مجھے بھی بہت خوشی ہور ہی ہے‘ بس چاہتے ہوئے بھی فرصت نہیں ملتی۔“

”ٹھیک کہہ رہی ہو رفیعہ‘ گھر کے ہزار بکھیڑے ہوتے ہیں۔“ بڑی بیگم نے تائید کی۔

”کام تو اتنے نہیں ہوتے عادل کے ابا کی بیماری نے بالکل پیر باندھ دیے ہیں۔“

بڑی بیگم نے اثبات میں گردن ہلائی۔

”آج تو بہت خوشی کا دن تھا۔عادل نے اپنے ابا کے اسٹور کو کھولا ہے زردے کی دیگ بنوائی تھی۔آپ سب کے لیے لے کر آئی ہوں۔“

”ماشاء اللہ، اللہ مبارک کرے۔“ بڑی بیگم نے بڑے سے شاپر میں بندھی دیگچی پکڑتے ہوئے کہا۔

www.pdfbooksfree.pk

”بس دعا کیا کریں۔“ رفیعہ نے ان سے کہا۔

”رفیعہ! اللہ خوش رکھے‘ آباد رکھے یہ بچے پھلیں پھولیں۔یہی رات دن دعا کرتی ہوں۔“

”یہ شاہدہ‘ افتخار نظر نہیں آرہے۔“ رفیعہ نے چاروں طرف نظر دوڑانے کے بعد پوچھا۔

”وہ گھر میں ہیں ہی نہیں‘ تانیہ کو کچھ خریدنا تھا شاہدہ اور میاں افتخار بھلا کیسے ٹال سکتے تھے۔“

”ابھی گئے ہیں کیا؟“

”نہیں آنے والے ہوں گے۔انہیں پتا ہے کھانا لگنے کا وقت ہوگیا ہے۔“ بڑی بیگم نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

”کھانا لگا دوں۔“ اسی اثنا میں ناجی نے باورچی خانے سے آکر پوچھا۔

"ہاں! اور سنو پہلے شامی کباب فرائی کرو اور مسالا لگے ہوئے چکن کو ڈیپ فریزر سے نکال کر کڑاہی میں ڈال کے چولہے پر رکھو جب گوشت کھل جائے تو ٹماٹر' ہری مرچ اور گرم مسالا ڈال کر بھون لینا۔" انہوں نے رفیعہ اور عادل کی وجہ سے ناجی کو ہدایت کی۔

"جی اچھا۔"

"اور سنو! سلاد' رائتہ بھی ڈھنگ سے بنانا دال خشکا بن گئے؟" انہوں نے اسے روک کر مزید ہدایت کی اور پوچھا۔

"جی سب تیار ہے' میٹھا بھی بنا دیا ہے۔" ناجی نے بتایا۔

" ٹھیک ہے۔"

"ہمیں تو پھر اجازت دیں۔عادل کے ابا کو کھانا دینا ہے اور ان کی دوا کا وقت ہوگیا ہے۔"

"ہیں! ارے بائولی ہوئی ہو' نہ کچھ کھایا نہ پیا' ایسے کیسے بھیج دیں۔"

www.pdfbooksfree.pk

"اماں جان! کوئی ضروری تو نہیں ہے۔" اتنی دیر میں عادل نے پہلی بار زبان کھولی۔

"ارے عادل میاں! آپ چپ رہو' یہ ناجی کو ہدایت ہم نے اپنے لیے دی ہے۔ہمارے رات کے کھانے میں دال اور خشکا ہی بنتا ہے۔" انہوں نے کہا۔

"مگر" عادل نے کچھ کہنا چاہا۔

"ارے بیٹا! بھول کے آ گئے ہو تو سب سے مل کر جانا۔"

"دیر ہوجائے گی۔" رفیعہ نے کہا۔

"نہیں ہوتی ہم خود جا کر دیکھتے ہیں۔بس دس منٹ بیٹھو۔" بڑی بیگم نے اصرار کیا اور خود کچن کی طرف چلی گئیں۔

"آپ کو بہت شوق تھا یہاں آنے کا۔" عادل بور ہو رہا تھا۔

”بیٹا! رشتے داری ہے اور نبھانی ہے‘ نہیں معلوم کہ کیوں یہاں آنے کا شوق ہے۔“ رفیعہ نے مسکرا کر دھیرے سے پوچھا۔تو وہ تانیہ کے خیال سے چپ ہوگیا۔

سچ مچ دس بارہ منٹ میں کھانا میز پر لگ چکا تھا‘ مگر رفیعہ نے ان کے بلانے پر سب کا انتظار کرنے کو کہا۔تو وہ بولیں۔

”رفیعہ! یہ اس گھر کا دستور نہیں‘ کھانے کا وقت ہوگیا کھانا تیار ہو تو کوئی ہو یا نہ ہو‘ جو موجود ہوتے ہیں کھالیتے ہیں۔بعد ہیں کسی کے لیے کھانا نہیں لگتا۔

”مگر...“ عادل نے کچھ کہنا چاہا۔

”اگر مگر چھوڑو عادل میاں‘ کھانا کھائو۔“ انہوں نے بڑی صاف گوئی سے اسے کھانے پر مجبور کردیا۔

”ناجی! ٹرے زرتاشیہ کو دے کر آئو‘ زبیر بھی آگیا ہے۔“ بیٹھتے ہوئے ناجی کو آواز دے کر کہا۔

www.pdfbooksfree.pk

”فرحان! کہاں ہوتا ہے؟“ عادل نے پلیٹ میں سالن ڈالتے ہوئے پوچھا۔

”فرحان بھی ہوگا دوستوں کے ساتھ‘ آج کل اس کے پاس کرنے کو کوئی کام نہیں ہے۔“ بڑی بیگم نے سرسری انداز اختیار کیا۔

”زرتاشیہ کیسی ہے؟ نرگس کو ملے بھی زمانہ ہوگیا۔“ رفیعہ نے قطعاً انجان ہونے کے باعث کہہ دیا۔بڑی بیگم کے چہرے پر بہت سی شکنیں بنیں اور اپنا تاثر رفیعہ پر واضح کرگئیں۔

”رفیعہ تم تو اپنی ہو‘ تم سے کیا پردہ؟ نرگس تو میرے زبیر کی زندگی کا ناسور ہے‘ پھول سی بچی ماں کی عدم دلچسپی کی وجہ سے کملا کے رہ گئی ہے اور وہ بھائی کے پاس عیش کر رہی ہیں۔“

”کیا مطلب؟“ رفیعہ چونکیں۔

”مطلب یہی کہ گھر سے گئی ہیں نہ خیر نہ خبر زرتاشیہ کا ٹخنہ اترا‘ پلستر چڑھا رہا اس نے پلٹ کر نہیں پوچھا جانے کیا چاہتی ہے؟“ بڑی بیگم افسردہ سی

ہو گئیں۔نوالہ پلیٹ میں ہی رہ گیا۔رفیعہ کو بھی حیرت کے ساتھ ساتھ دکھ ہو رہا تھا۔

''زرتاشیہ اکیلی رہ رہی ہے؟''

''ہاں زبیر آجاتا ہے کچھ وقت یہاں آجاتی ہے تھوڑا بہت وقت نکال کے ہم چلے جاتے ہیں۔تم جانتی ہو اس گھر کے الجھائوں سے ویسے ہی فرصت نہیں ملتی۔بس بچی اتنی صابر شاکر ہے کہ کیا بتائوں۔'' بڑی اماں کی آنکھیں نم آلود ہو گئیں۔

''یہ تو نرگس نے بر اکیا۔'' رفیعہ نے کہا

''ارے برے سے برائی ہی کی توقع رکھنی چاہیے۔'' وہ چلا پڑیں۔اندر کا غصہ باہر نکال دیا۔

''ظاہر ہے آپ کے لیے تو نئی پریشانی کھڑی ہو گئی۔''

www.pdfbooksfree.pk

''اسی لیے تو رفیعہ بی اس سے زرتاشیہ کی شادی کی ہزار بار بات کر چکی ہوں۔وہ اس گھر میں آجائے تو چلو مجھے سکون مل جائے۔ہاں بھئی تم کو عادل کی شادی کی جلدی نہیں ہے کیا؟'' انہیں بولتے بولتے ایک دم یاد آگیا تو خاصا دبائو ڈال کے بولیں۔

''اب بس شادی ہی کرنی ہے۔پہلے عادل کی ملازمت کا مسئلہ تھا۔اب ماشاء اللہ اپنا کام شروع کر دیا ہے۔تو میں یہ بات ہی کر کے جائوں گی۔'' رفیعہ نے ان کی بھرپور تائید کی۔

''بس جلدی کا کہو' ورنہ تانیہ بی بی بہت اونچی ہوائوں میں ہیں۔''

''امی! اب چلیے دیر ہو گئی ہے اسٹور مجھے جا کر خود لاک کرنا ہے۔'' عادل نے کلائی پر بندھی گھڑی پر نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔

''ہاں' اماں جان! اب اجازت دیجیے۔بس شاہدہ کو آپ پیغام دے دیجیے گا اور میں تانیہ کے لیے سوٹ لائی ہوں وہ دے دیجیے گا۔'' رفیعہ نے کھانے کی میز سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”چلو ٹھیک ہے۔“ بڑی بیگم نے محبت سے رفیعہ کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔ عادل نے موٹر سائیکل اسٹارٹ کی۔بڑی بیگم گیٹ تک انہیں رخصت کرنے آئیں۔

☆☆...☆☆...☆☆

رات کو ان لوگوں کی واپسی خاصی دیر سے ہوئی۔بڑی بیگم' ناجی دونوں سو گئی تھیں۔کافی دیر ہارن دینے پر ناجی کی آنکھ کھلی۔بڑی بیگم دن میں تو بہت محتاط نیند سوتی تھیں لیکن رات کی دوائیں ایسی تھیں کہ جن کی وجہ سے خاصی گہری نیند آتی تھی۔ناجی نے گیٹ کھولا۔میاں افتخار نے گاڑی اندر کھڑی کی۔فرحان کی گاڑی نہیں تھی۔وہ تو کچھ سوچ کر ٹال گئے۔البتہ شاہدہ بیگم نے پوچھ لیا۔

”فرحان نہیں آیا ابھی۔“

”وہ' اس نے فون کر کے بتادیا تھا کہ رات دوست کی طرف رہے گا۔“ میاں افتخار نے جلدی سے کہا۔شاہدہ بیگم خاموشی سے مطمیئن انداز میں تانیہ

www.pdfbooksfree.pk

کے ہمراہ اندر چلی گئیں۔میاں افتخار بھی سیدھے کمرے کی طرف چلے گئے۔ کسی کو کسی کے آنے جانے کی خبر نہ ہوئی۔

صبح سویرے بڑی بیگم نے نماز پڑھ کر کمرے سے باہر آتے ہی۔واشنگ مشین لگا کر کپڑے دھونے میں مصروف ناجی سے پڑتال کی۔

”یہ لوگ کتنے بجے آئے تھے؟“

”رات کو آگئے تھے۔“ ناجی نے سادگی سے جواب دیا۔

”رات کو کتنے بجے آئے تھے یہ بتائو۔“

”میں نے گھڑی نہیں دیکھی تھی۔“ وہ دانستہ ٹال گئی۔حالانکہ اس کی نگاہ وال کلاک پر پڑی تھی۔رات کا ایک بج رہا تھا۔

”تجھے سب پتا ہوتا ہے چشم پوشی کرتی ہے۔“ وہ خود گھاگ تھیں۔

”آپ کو تو بس تھانے دار ہونا چاہیے تھا۔“ ناجی نے جل کر جواب دیا۔

''ارے تو پگلی' ہماری اماں جان تھانے دار ہی تو ہیں گھر کی تھانے دار۔'' اس لمحے میاں افتخار اخبار لیے صحن میں آتے ہوئے بولے تو ناجی ہنس پڑی۔اماں جان بھی خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ تخت پر ان کے قریب ہی بیٹھ گئیں۔

کچھ دیر تسبیح پڑھنے میں مصروف ہوئیں۔فارغ ہوتے ہی باورچی خانے میں جانے سے پہلے ان سے پوچھا۔

''میاں کہاں گئے تھے جو گھر یاد نہ رہا۔''

''بس تانیہ اور شاہدہ نے شاپنگ کی اور اس میں دیر ہوگئی تھی' گھر کے کھانے کا وقت ختم ہوگیا تھا۔اس لیے باہر کھانا کھلانا پڑا۔''

''ارے رہنے دو میاں' تم بیٹی' بیوی کے سامنے دم نہیں مار سکتے انہوں نے فرمائش کی ہوگی اور تم سر جھکا کر چل دیئے۔'' وہ خاصی کڑک آواز میں بولیں۔

www.pdfbooksfree.pk

''اماں جان! کیا کریں ابھی اس گھر میں رہنا جو ہے' آپ کو تو پتا ہے ہم آپ کی بیٹی کے سامنے پہلی دفعہ ہی سر جھکا بیٹھے تھے۔'' وہ شرارت سے بولے تو ناجی کھی' کھی کر کے ہنسنے لگی۔

''تو کیوں دانت نکال رہی ہے۔'' وہ ناجی پر برس پڑیں۔

''ہاں! تمہاری یہ جرأت کہ تم ہماری فرمانبرداری کا یوں مذاق اڑائو۔'' میاں افتخار نے آنکھ دبا کر ناجی کو ڈانٹا۔

''کتنے عرصے بعد رفیعہ بے چاری آئی تھی اور بیٹھ بیٹھ کر چلی گئی۔'' وہ نارمل سے انداز میں بولیں۔

''کیا بھابی آئی تھیں، کب؟'' میاں افتخار چونکے۔

''تم لوگوں کے جاتے ہی آئی تھیں۔انہیں کیا معلوم تھا کہ اب ہم نے اونچے لوگوں کے ڈھنگ اپنالیے ہیں۔'' اتنا کہہ کر وہ ناجی کو باورچی خانے میں آنے کا کہہ کر خود بھی چلی گئیں۔بات درمیان میں رہ گئی۔

اور دوبارہ جب ناشتا میز پر لگ گیا۔میاں افتخار' شاہدہ آکر بیٹھ گئے ناجی نے تانیہ کی طرف سے ابھی نہ آنے کا اعلان کردیا تو اماں جان نے ناشتا شروع کر دیا۔میز پر زردے کی پلیٹ دیکھ کر شاہدہ چونکیں۔

''خیریت! اماں جان یہ ناشتے پر ہماری پسند کا اہتمام۔'' میاں جی کی باچھیں کھل اٹھیں زردہ انہیں بہت پسند تھا۔بلکہ میٹھا کھانے کے ساتھ روزآنہ ہی ان کی وجہ سے بنتا تھا۔

''آپ نے رات زردہ بنایا تھا۔'' شاہدہ نے پوچھا۔

''ارے نہیں بھئی' رات رفیعہ اور عادل آئے تھے۔عادل کے کام شروع کرنے کی خوشی میں زردے کی دیگ بنوائی تھی۔ہاں یاد آیا۔تانیہ کے لیے ایک سوٹ بھی دے گئی ہیں۔'' انہوں نے تفصیل سے بتایا شاہدہ بیگم کے چہرے پر سنّاٹا سا چھا گیا۔جب کہ میاں افتخار خوش ہو کر بولے۔

''پھر تو سب سے پہلے زردہ ہی کھائیں گے۔''

www.pdfbooksfree.pk

''جی' آپ کے بھتیجے نے تیر مار اہے' ضرور کھایئے۔'' شاہدہ بیگم نے دبی دبی نرمی اور دبا دبا طنز یک جا کردیے۔تو میاں جی کے ساتھ اماں جان بھی ٹھٹکیں۔

''کیا مطلب؟'' اماں جان نے پوچھا۔

''کچھ نہیں' اب زردہ باٹنا وہ بھی اسٹور کھولنے کی خوشی میں مجھے تو کچھ پسند نہیں آیا' بھئی آپ لوگوں کے لیے خوشی کی خبر ہے۔'' شاہدہ بیگم نے آملیٹ پلیٹ میں ڈالتے ہوئے دھیرے سے جواب دیا۔

''بھئی آج کے دور میں اپنا کام ہی وارے میں آتا ہے۔نوکریوں میں کچھ نہیں پڑا۔پہلی بات تو یہ کہ نوکریاں ملنا آسان نہیں' دوسری بات یہ کہ مارکیٹنگ اور سیل میں خون نچوڑنے کے بعد بھی کوئی مستقبل نہیں سمجھا جا رہا۔'' میاں افتخار نے حسب پسند زردے پر دہی ڈال کے کھاتے ہوئے کہا۔

''ارے لڑکا ہیر اہے ہیرا' ایسی اولاد اللہ سب کو دے۔رفیعہ کو شاباش ہے ایسی تربیت کی ہے کہ دل خوش ہوا ہے۔'' اماں جان نے توصیفی کلمات کے

ذریعے شاہدہ کو پہلو بدلنے پر مجبور کردیا۔وہ سمجھ گئیں کہ اماں جان ان کی تربیت پر تنقید کر رہی ہیں، مگر وہ خاموش رہیں۔

''ہم نے تو کہہ دیا رفیعہ سے کہ اب بیٹے کی شادی جلدی کرو۔'' اماں جان نے ایک اور ایسی بات کہہ دی جو شاہدہ بیگم کے لیے برداشت کرنی مشکل ہوگئی وہ معذرت کر کے اٹھ کھڑی ہوئیں۔میاں جی کو کچھ تشویش سی ہوئی۔ مگر خاموش رہے۔

واش روم سے باہر نکلی تو ناجی نے بیڈ پر رکھے شاپر کی طرف اشارہ کیا اور صفائی میں مصروف ہوگئی۔

''یہ کیا ہے؟'' اس نے تولیہ ایک طرف رکھ کر بال جھٹکتے ہوئے پوچھا۔

''خود ہی دیکھ لیں' آپ کے لیے تحفہ آیا ہے۔'' ناجی نے شریر انداز میں بتایا۔

www.pdfbooksfree.pk

''تحفہ کون لایا ہے اور ہے کیا؟'' بڑبڑاتے ہوئے اس نے شاپنگ بیگ سے پیکٹ نکالا پھر اسے کھولا تو لان کا سوٹ نکلا اس نے ابرو چڑھا کر ایک بار پھر ناجی کی طرف دیکھا۔

''تم ٹھیک سے بتاتی کیوں نہیں کون لایا ہے یہ چیتھڑے؟''

''توبہ' توبہ تانیہ بی بی' ان کپڑوں کو آپ چیتھڑے کہہ رہی ہیں۔یہ آپ کے سسرال سے آئے ہیں۔رفیعہ بیگم صاحبہ اور عادل صاحب لائے تھے۔'' ناجی نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے بتایا تو اس کو پتنگے لگ گئے۔

''کیوں' کیوں لائے تھے؟ اور تم نے کیوں لیے؟'' اس نے پیکٹ اس کے منہ پر دے مارا۔

''میں نے تو نہیں لیے بڑی بیگم صاحبہ کو دے کر گئے ہیں اور اس میں حرج کیا ہے۔وہ اتنی خوشی سے لائی ہیں۔'' ناجی نے تنک کر کہا۔

''ہنہہ! خوشی سے' لے جائو یہ فوراً ، کسی نوکر کو دے دو' یا خود رکھ لو' میں تو ایسے کپڑے پہنتی ہی نہیں۔''

ناجی نے بالکل ایسا ہی کیا اٹھا کر بڑی بیگم کے حوالے کر آئی۔وہ اس وقت زرتاشیہ کو گلے سے لگائے دھیرے دھیرے باتیں کر رہی تھیں۔اس لیے کوئی نوٹس نہ لیا۔مگر جیسے ہی زرتاشیہ اٹھ کر گئی۔تو وہ فوراً اس کی طرف متوجہ ہوئیں اور کھلے پیکٹ سے سب کچھ سمجھ گئیں۔اس وقت میاں افتخار اور شاہدہ گھر پر نہیں تھے۔اس لیے وہ چپ ہوئیں کہ شام کو بات کروں گی۔حالانکہ تانی نے تو جنگ کا اعلان کردیا تھا۔وہ نہیں چاہتی تھیں کہ بلاوجہ بات بڑھے مگر ناجی نے باورچی خانے میں قصہ چھیڑ دیا۔

''بڑی بیگم صاحبہ! تانیہ بی بی کو یہ رشتہ پسند نہیں ہے۔'' ہنڈیا بھونتے بھونتے ان کا ہاتھ رک گیا۔

''اس نے کچھ کہا ہے؟'' پر تفتیش نظروں سے اسے گھورا۔

''نہیں مگر آپ کو ان کی حرکتوں سے اندازہ نہیں ہے کیا؟''

''اندازہ تو ہے' شاہدہ نے ہی آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔اچھی ماں بن کر تربیت نہیں کی۔'' وہ تاسف بھرے لہجے میں بولیں۔

www.pdfbooksfree.pk

''آپ شاہدہ بیگم صاحبہ کو برا نہ کہا کریں۔وہ تو بہت اچھی ہیں۔''

''ہاں بہت اچھی ہیں' خاموشی سے سب فرمائشیں پوری کرتی ہیں۔نہ بیٹی پر توجہ اور نہ بیٹے کی فکر ، رات سے برخوردار غائب ہیں۔کسی نے پوچھا۔ہمیں تو ویسے ہی دقیانوسی کہتے ہیں۔'' بڑی بیگم نے کہا۔

''اچھا میں تانیہ بی بی کے کپڑے استری کرنے جا رہی ہوں۔'' ناجی نے سلاد تیار کر کے ہاتھ دھوئے اور جانے کو مڑی۔

''انہیں اب کہاں جانا ہے؟''

''کیا پتا۔''

''پہلے زرتاشیہ کے پاس جائو اور کہو کہ ہم نے پسندے بنائے ہیں' کھانا یہاں ہمارے ساتھ آکر کھائے' زبیر کے لیے بھی کھانا رکھ دیں گے۔'' انہوں نے اسے کہہ کر بھیجا اور خود ابلتے ہوئے پانی میں چاول ڈالنے لگیں۔دراصل پسندے زبیر احمد کو بہت پسند تھے' نرگس تو کبھی ان کی پسند کا خیال رکھتی نہیں تھی اس لیے وہی بیٹے کی پسند کی اکثر ڈشز بناتی تھیں۔آج کل تو انہیں

ویسے بھی اندر ہی اندر غم کھائے جا رہا تھا اور زرتاشیہ کی فکر ستا رہی تھی۔ماں کی غیر موجود گی میں وہ بالکل کمہلاکے رہ گئی تھی۔کیا کریں اور کیا نہ کریں یہ سرا ان کے ہاتھ میں نہیں آرہا تھا۔

☆☆...☆☆...☆☆

پچھلے دو گھنٹے سے میاں افتخار اکیلے اسے سمجھا رہے تھے۔فرحان بالکل خاموش تھا۔ایاز اور صائمہ بھی چپ تھے۔سامعہ خود ساکت سی بیٹھی تھی۔میاں جی نے اپنی بات مکمل کر کے ان تینوں کی طرف دیکھا۔یہ جاننے کے لیے کہ وہ ٹھیک سوچ رہے ہیں یا غلط۔

''میرا خیال ہے کہ آپ کی پلاننگ ٹھیک ہے۔'' ایاز نے کہا۔

''لیکن کیا یہ راز رہ سکے گا۔کہیں کوئی جان پہچان والا مل گیا تو؟'' صائمہ نے پوچھا۔

www.pdfbooksfree.pk

''مل تو سکتا ہے۔اس کے لیے کچھ عرصہ سامعہ کو بالکل لوگوں سے کٹ کے رہنا ہوگا۔میری کوشش ہوگی کہ جلد از جلد اس کو اصل جگہ قائم کرا سکوں۔'' میاں افتخار نے جواب دیا۔

''اور وہ فرحان کی شادی والا معاملہ؟'' ایاز بولا۔

''بیٹا! وہ بہت زور شور سے جاری ہے۔دراصل بچپن کے فیصلے اتنی آسانی سے بدلے نہیں جاتے۔وہ بھی ایسے گھر میں جس میں چیف آف آرمی اسٹاف ہماری ساس جیسی ہو۔'' میاں جی ہنس کر بولے۔

''اور آنٹی؟'' صائمہ کی زبان پر یہ لفظ اٹکا۔

''وہ بہت فرمانبردار بیٹی او رممتا سے بھر پور ماں ہیں۔ہماری حیثیت ان دونوں کے درمیان کیا ہوگی۔یہ خود سوچ لیں۔''

''پھر سامعہ کا کیا ہوگا؟'' ایاز اور صائمہ پریشان ہو کر ایک ساتھ بولے۔

"صرف سامعہ کا نہیں' فرحان اور فرحان کے ابا بھی رگڑے میں آئیں گے۔ لیکن پوزیٹو سوچو' سامعہ کے جانے سے کوئی نئی بہتری بھی تو آسکتی ہے۔بات سے بات نکل سکتی ہے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے' سامعہ کو حسب پروگرام لے جایئے۔آگے دیکھا جائے گا کیوں سامعہ؟" فرحان نے پہلی مرتبہ اس سے کہا۔

"جیسے آپ کہیں' ہیں تو آپ کے فیصلے کے احترام کی پابند ہوں۔جو ہوگا وہ میرا مقدر مگر میں آپ کے لیے اور میاں جی کے لیے کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہونے دوں گی۔" سامعہ نے بڑے رسان سے جواب دیا۔

"جیتی رہو بیٹا! ہم پوری کوشش کریں گے کہ آپ کو' آپ کا حق ملے خوشیاں ملیں۔" میاں جی نے اٹھ کر سامعہ کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"اب تم استعفیٰ لکھ دو۔مختصر سا سامان پیک کرو اور بابا کے ساتھ آجائو۔" فرحان نے ایک دم کہا۔

"ابھی۔" وہ چونکی۔

www.pdfbooksfree.pk

"ہاں! جو کرنا ہے اس میں تاخیر کیوں کی جائے۔"

"چلو ایسا ہی کرلیتے ہیں۔فرحان پہلے چلا جائے۔آج اس کی ماما اور بہن سب گھر میں ہیں۔ہم آکر دھماکہ کرتے ہیں۔" میاں جی نے بھی فرحان کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"چلیں سامعہ بھابی آپ وہم نہ کریں۔اللہ کا نام لے کر جائیں۔" ایاز نے سامعہ کے چہرے پر پھیلی فکر کی پرچھائیاں دیکھ کر کہا۔

"میں فکر مند نہیں ہوں ایاز بھائی اس تذبذب میں ہوں کہ کیا میں فرحان کے لیے کچھ کرسکوں گی؟"

"اللہ سے اچھائی کی امید رکھو۔" فرحان نے سامعہ کو براہ راست مخاطب کیا۔

☆☆...☆☆...☆☆

کھانا ختم کر کے زبیر احمد ہاتھ دھونے کے لیے واش روم کی طرف گئے زرتاشیہ نے میز سے سب برتن سمیٹ کر کچن کا رخ کیا۔زبیر احمد ہاتھ

صاف کرتے ہوئے اپنے بیڈ روم میں جانے سے پہلے زرتاشیہ کو بھی اپنے پاس آنے کا کہہ کر گئے اس نے کچن سے ہی جی اچھا کہا زبیر احمد نے کمرے کا اے سی آن کیا۔ایزی چیئر پر بیٹھے تو فون کی گھنٹی بجنے لگی۔بادل نخواستہ انہیں وہ فون اٹینڈ کرنا پڑا۔

''ہیلو۔''

''زبیر! فون بند نہیں کرنا۔میری بات سنو۔'' دوسری طرف نرگس تھی۔وہ جزبز سے ہو کر بولے۔

''راستے بند کرنا' فون بند کرنا میری عادت نہیں ہے۔''

''چلو یہ برائی بھی مجھ میں ہی ہے۔'' وہ تڑخی۔

''بے کار بحث کا کیا فائدہ؟ مطلب کی بات کرو۔''

''دیکھو! میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ مجھے اب واپس نہیں آنا۔لہٰذا آپ مجھے آزاد کردو۔نہ آپ کو شکایت نہ مجھے شکایت۔'' وہ بڑی صاف گوئی سے بولی۔

www.pdfbooksfree.pk

''ٹھیک ہے کاغذات بھیج دو۔میں دستخط کردوں گا۔'' بڑی ہمت سے انہوں نے بھی کہہ دیا۔

''زبیر میری بیٹی تم مجھے دے دو۔'' وہ اٹکتے اٹکتے بولی۔

''وہ خود مختار ہے۔اپنا فیصلہ میں اس پر مسلط نہیں کرسکتا۔''

''مجھے معلوم ہے' اسی کو تو میرے خلاف استعمال کرو گے۔'' وہ غصے سے بولی۔

''بیٹی کو بھی بدگمانی کی نگاہ سے دیکھتی ہو۔'' وہ طنزیہ ہنسے۔

''مجھے کچھ نہیں چاہیے۔سنبھال کر رکھو بیٹی کو بھی۔''

''نہیں جو کچھ چاہیے آکر لے جائو زرتاشیہ اگر جانا چاہے تو اسے بھی لے جائو مگر اب مجھ سے کبھی تقاضا نہیں کرنا۔'' انہوں نے یہ کہہ کر فون کھٹ سے بند کردیا۔کرسی کی پشت سے سر ٹکایا تو زرتاشیہ نے گلے میں بازو حمائل کردیے۔

”پپا! پلیز آپ اپ سیٹ نہ ہوں۔“

”جان عزیز! میں کہاں اپ سیٹ ہوں۔“ انہوں نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے سامنے بٹھاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

”مما نے اس دن بھی فون پر ایسا ہی کہا تھا۔“

”اور وہ ایسا ہی کہتی رہیں گی۔میں بخوبی جانتا ہوں۔“ وہ ہنسے دکھ کے ساتھ۔

”تو پھر؟“

”پھر کیا بیٹا آپ کی دادو کہتی ہیں کہ ہوا کو زنجیر نہیں پہنائی جاتی ضدی گھوڑی کو لگام ڈالی نہیں جاتی۔“

”پپا! ایک بار آپ ان سے مل کر بات کریں۔“

”نہیں بیٹا! یہ چیپٹر اب کلوز ہوچکا ہے۔آپ سوچ لو کہ آپ کو کس کے پاس رہنا ہے۔“ وہ خاصے افسردہ سے لہجے میں بول کے خاموش ہوگئے۔

www.pdfbooksfree.pk

”پپا! مما اگر غلط ہیں تو آپ انہیں سمجھانے کی کوشش بھی نہیں کریں گے؟“

”زرتاشیہ! آپ سمجھ دار ہو‘ خود بتائو جو وہ ارادہ کرتی ہیں۔کبھی اس سے واپس آئیں اور سمجھانے کی کمی تو گلریز بھائی نے بھی نہیں چھوڑی ہوگی۔ نرگس آپ کی مما بعد میں ہیں اور میری بیوی پہلے‘ میں رگ رگ سے واقف ہوں۔اس نے اس شادی کو کبھی دل سے قبول ہی نہیں کیا۔اب تو وہ منہ سے فیصلہ مانگ رہی ہے۔آپ چاہتی ہو کہ آپ کے پپا اس کے پیروں پر سر رکھ کے منائیں۔تو آپ کی خوشی کے لیے میں شاید ایسا کردوں۔“ وہ بولتے بولتے ذرا دیر کو رکے تو زرتاشیہ کی آنکھیں چھلک پڑیں۔

”نہیں پپا میں ایسا کبھی نہیں چاہوں گی۔میں تو بس آپ دونو ں کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔“ وہ رو دی۔

"بیٹا! ہر بچہ یہی چاہتا ہے۔مگر ضروری نہیں کہ سب مائیں ایسا چاہیں یا سب باپ ایسا کریں۔اب تک سمجھوتے کی جو چادر اس گھر پر تنی رہی وہ صرف آپ کی وجہ سے تھی۔خود سوچو کتنی معمولی سی بات کا بہانہ بنا کر وہ ہمیشہ کے لیے چلی گئیں۔" انہوں نے اسے گلے سے لگا کے دھیرے دھیرے کہا۔

"یہی تو دکھ ہے انہوں نے میرا بھی خیال نہیں کیا۔"

"بس اب آپ بھی کچھ نہ سوچو' آپ کو کون سا ہمیشہ یہاں رہنا ہے اور میں ٹھہرا بیمار آدمی' جانے کب دل جواب دے جائے۔" انہوں نے اس انداز سے کہا کہ وہ شدت غم سے تڑپ اٹھی۔اپنا ہاتھ ان کے لبوں پر رکھ دیا۔

"پپا! اللہ آپ کو میری عمر بھی لگا دے۔آپ کے سوا میرا کون ہے؟"

"وہ ہے نا فرحان وہ ہماری بیٹی کا بہت خیال رکھے گا۔" فضا خوش گوار بنانے کے لیے زبیر احمد نے شرارت کا سہارا لیا۔تو وہ روتے روتے مسکرا دی اور شرما گئی۔بظاہر زبیر احمد مطمئن ہوگئے اور اسے مطمئن بھی کردیا لیکن حقیقت

www.pdfbooksfree.pk

میں ان کی آنکھوں کے کونے نم تھے۔رفاقت تلخ تھی مگر اس عمر میں یہ فیصلہ کڑا اور تکلیف دہ تھا، مگر نرگس کو یہ سمجھانا بہت مشکل تھا۔اسے رفاقت کے کسی ایک لمحے کا بھی احساس نہیں تھا۔لاکھ کم گو" سنجیدہ سے زبیر احمد اس کی نظر میں تھے۔مگر انہوں نے جب جب اس کی آنکھوں میں قربت کے احساس کی چمک دیکھی تھی اسے احساس سے بڑھ کر پیار دیا تھا۔

بہت عرصے تک زبیر احمد یہ سوچتے رہتے تھے کہ اسے کس طرح خوش رکھا جا سکتا ہے۔کئی مرتبہ تو انہوں نے اس سے یہ پوچھ بھی لیا تھا مگر ہر بار وہ تڑخ کر یہی کہتی تھی کہ

"زبیر احمد! تم وہ بن ہی نہیں سکتے جو مجھے خوش رکھ سکے۔" اور زبیر احمد سر تا پیر سلگ اٹھتے۔

☆☆...☆☆...☆☆

بڑی بیگم کی نگاہیں مسلسل فرحان پر جمی ہوئی تھیں۔

اضطراب میں وہ ہاتھوں کے ناخن دانتوں سے کاٹتا تھا۔اس وقت بھی صحن میں ٹہلتے ہوئے وہ ایسا ہی کررہا تھا۔چھالیہ کترتے ہوئے وہ بغور اس کو گھور رہی تھیں' مگر وہ اپنی ہی سوچ میں کھویا ہوا تھا۔ایک ہی وقت میں خوش' پریشان' بے چین دکھائی دے رہا تھا۔

''فرحان کیا بات ہے۔'' آخر کار وہ پوچھ ہی بیٹھیں۔

''جی... ک... کچھ نہیں۔''

''میاں! کچھ تو ہے' پالا پوسا ہے خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ ناخن کب اور کیوں کترتے ہو؟'' وہ گہری مسکراہٹ کے ساتھ بولیں۔

''کچھ نہیں دوست کا انتظار کر رہا ہوں۔'' وہ صاف ٹال گیا۔

''تو پھر ہمارے پاس بیٹھ کر انتظار کرلو۔''

وہ ان کی کھوجتی نگاہوں اور تیکھے سوالوں سے بچنے کے لیے کمرے کی طرف بڑھنے کو تھا کہ زرتاشیہ کی آواز پر ٹھٹکا۔

www.pdfbooksfree.pk

''فرحان!''

''جی فرمایئے۔'' لہجے کی بے زاری دبا کر بولا۔

''یہ کچھ چیزیں لانی ہیں مجھے مارکیٹ لے چلیے۔پپا نے کہا ہے۔'' وہ ہاتھ میں پکڑی فہرست دکھاتے ہوئے بولی۔

''آئی ایم سوری۔میں اس وقت مصروف ہوں۔''

''ہیں! خوامخواہ کے مصروف ٹہلنے میں جو وقت برباد کررہے ہو وہ کام میں لگالو' لے جائو۔'' بڑی بیگم نے لتاڑا تو وہ سیخ پا ہوگیا۔

''میں نوکر نہیں ہوں۔''

''ارے واہ بھئی! اچھے تیور ہیں' صاحب زادے بنا سوچے سمجھے اتنی بڑی بات کہہ دی۔'' بڑی بیگم کو بھی شدید غصہ آگیا۔

''رہنے دیں دادو میں کل پپا کے ساتھ لے آئوں گی۔'' زرتاشیہ سہم گئی۔

"کیسے رہنے دیں۔اتنی بڑی بات کردی یہ جانتے ہوئے بھی کہ تم اس کی ذمہ داری ہو۔"

"کیسی ذمہ داری۔" وہ بھی غرایا۔

"فرحان! کیا ہوگیا ہے آپ کو۔" شاہدہ بیگم وہیں قریب آکر بولیں۔

"مما آپ نانو کو سمجھادیں بس۔" وہ بگڑا۔

"ارے یہ کیا سمجھائیں گی ان کے ہی تو سر چڑھائے ہو۔"

"فرحان! جائو زرتاشیہ کے ساتھ میں نے سب سن لیا ہے۔" حسب معمول انہوں نے دھیرے سے کہا۔

"ماما۔"

"پلیز!" انہوں نے منت کی مگر وہ پیر پٹختا ہو اپنے کمرے کی طرف چلا گیا شاہدہ بیگم شرمسار سی بیٹھ گئیں۔

www.pdfbooksfree.pk

"ابھی آپ کے انکل آتے ہوں گے۔ان کے ساتھ چلی جانا۔" زرتاشیہ کی نم آنکھیں دیکھ کر انہوں نے دلاسا دیا۔

"سچ پوچھو تو شاہدہ میں فرحان کی طرف سے خوف زدہ ہوں۔" بڑی بیگم نے کہا۔

"کیوں آپ بلاوجہ پریشان ہوتی ہیں۔اس کا مزاج ہی ایسا ہے سب ٹھیک ہوجائے گا۔" انہوں نے محبت کی چاشنی میں الفاظ ڈبو کر تسلی دی۔تو اماں جان کو خاموش ہونا پڑا۔

"ناجی! یہ چھالیہ ڈبے میں رکھو۔" کچھ فاصلے پر دال صاف کرتی ناجی کو مخاطب کیا۔

"جی اچھا۔" وہ اٹھ کر قریب آئی عین اسی لمحے میاں افتخار کی گاڑی کا ہارن بجا۔وہ پہلے گیٹ کی طرف بھاگی۔عصر کی نماز پڑھنے کی غرض سے شاہدہ اٹھیں اور پھر حیرت زدہ سی رک گئیں۔اماں جان نے بھی غور سے اسی طرف دیکھنا شروع کردیا۔جس طرف شاہدہ کی نظریں جمی تھیں۔میاں افتخار

گاڑی لاک کر کے ایک بیگ اٹھائے ان کی طرف آئے ان کے بالکل برابر ڈرے ڈرے قدموں سے چل کر آنے والی لڑکی قطعاً اجنبی تھی۔قریب پہنچنے پر میاں جی چہکے۔

''سامعہ بیٹا! ان سے ملو یہ ہماری اکلوتی ساس صاحبہ ہیں اور یہ اکلوتی بیگم ہیں۔ہمارے فرحان کی پیاری سی ماما۔''

''صرف فرحان کی۔'' شاہدہ بیگم نے دھیرے سے مسکرا کر میاں جی کو چونکایا۔

او ہاں ہماری پیاری سی بیٹی تانیہ بھی ہے۔ابھی بلواتے ہیں اسے۔'' میاں جی نے جلدی سے کہا اور فوراً ناجی کی طرف دیکھا۔وہ سمجھ گئی اور فوراً تانیہ کو بلانے چلی گئی۔

''افتخار! تعارف پورا کراتے ہیں۔اور بٹھائو تو سہی۔'' شاہدہ بیگم نے اتنی دیرے پریشان نظروں سے دیکھتی سامعہ کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

www.pdfbooksfree.pk

''بیگم صاحبہ! یہ ہمارے باس کے عزیز دوست کی بیٹی ہیں ہمارے گھر میں رہیں گی نام ان کا سامعہ ہے۔میاں جی نے بیگم سے اور اماں جان سے نظریں چراتے ہوئے مختصراً روانی سے کہا اور دھم سے کرسی پر بیٹھ گئے۔

''بیٹھو بیٹا!'' شاہدہ نے کہا تو وہ بیٹھ گئی۔

''کہاں سے آئی ہو بیٹا؟'' اماں جان نے پوچھا۔

''جی' وہ سوات سے۔'' پہلی مرتبہ اس نے زبان کھولی۔

''ارے واہ سوات سے۔'' پہلی بار اماں جان کے برابر بیٹھی زرتاشیہ خوشی سے بولی تو اماں جان کو جلدی سے خیال آیا۔

''بیٹا! یہ ہماری پوتی زرتاشیہ ہے فرحان کی منگیتر۔''

''جی' آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔'' دھڑکتے دل، سہمی سہمی نگاہوں کے ساتھ زرتاشیہ کو دیکھتے ہوئے اس نے جواب دیا۔میاں جی اس سے نظریں چراتے ہوئے جلدی سے بولے۔

”ارے ہمارے گھر کا خاص آدمی تو سامنے آیا ہی نہیں۔“

”کون؟“ شاہدہ بیگم نے عجیب سے انداز میں پوچھا۔

”فرحان‘ ہمارا بیٹا‘ ناجی ذرا فرحان کو تو بلائو۔وہ تانیہ بھی نہیں آئی۔“ وہ براہ راست ناجی سے مخاطب ہوئے۔سامعہ کا دل زور سے دھڑکا۔

”ناجی ! پہلے باورچی خانے میں چلو۔رات کے کھانے کی تیاری کرو۔بچی اتنی دور سے آئی ہے۔کھانا پہلے ہونا چاہیے۔اماں جان نے اپنی کڑک آواز میں ناجی کو مخاطب کیا۔وہ تو فوراً سیدھی ہوئی۔جب کہ میاں جی کو اندازہ ہوگیا کہ ایسا کیوں کہا گیا ہے۔مگر وہ ٹال گئے۔

”اماں جان سامعہ بیٹی ہفتہ دس دن ہوئے یہاں ہمارے شہر میں رہ رہی تھی آپ کھانے کی فکر نہ کریں۔اس کو میں کمرہ دکھاتا ہوں۔“

”میاں جی! آپ زحمت نہ فرمائیں۔میں یہ کام کرلیتی ہوں۔“ شاہدہ بیگم نے خوش دلی کا مظاہرہ کیا۔

www.pdfbooksfree.pk

”کون سا کمرہ کھلوانا ہے ہمیں صفائی ستھرائی کرنی ہوگی۔“

”واہ جی! روز ہر کمرہ صاف کرتی ہوں۔ابھی صفائی کرانی ہے کیا؟“ ہاتھ میں چھری اور پیاز لیے ناجی کسی کام سے وہاں آئی تو جھٹ بولی۔

”ارے ڈسٹنگ کرنی ہے کوئی املی کے پانی سے مانجھنا تھوڑ اہے۔“ میاں افتخار نے پھلجڑی جلائی۔تو ماسوائے اماں جان کے سب ہنس دیے۔

”آئیں سامعہ میں آپ کو اندر لے کر چلتی ہوں‘ تانیہ اور فرحان سے بھی ملواتی ہوں۔“ زرتاشیہ نے خود محبت بھرا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔اس نے فوراً میاں افتخار کی طرف دیکھا۔انہوں نے آنکھوں آنکھوں میں رضا مندی دے دی۔تو وہ زرتاشیہ کے ساتھ ہولی۔نازک سی سامعہ کو ساتھ لیے زرتاشیہ تانیہ کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔میاں افتخار نے یہاں تک پہنچنے پر دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

...☆☆☆...

ساکت نظروں اور بے دم خاموشی کے ساتھ زرتاشیہ کے ہمراہ وہ فرحان کے روبرو تھی۔فرحان کی نگاہوں میں طمانیت کے تمام سامان موجود تھے مگر جانے اسے ایسا کیوں لگ رہا تھا کہ فرحان اس سے دور ہوگیا ہے۔حالانکہ دور رہ کر اسے قریب محسوس کرتی تھی۔اب جب کہ وہ اس کے گھر میں اس کے بالکل سامنے کھڑی تھی۔تو جانے کیوں وہ دور بہت دور محسوس ہو رہا تھا۔شاید اسے یقین آگیا تھا کہ فرحان کے قریب آکر اسے پانا مشکل کام ہے۔اس کام کے لیے دشوار اور کٹھن مرحلوں سے گزرنا ہوگا۔

''ارے آپ کیا سوچنے لگیں۔'' کچھ دیر کی خاموشی کے بعد زرتاشیہ کو ہی بولنا پڑا۔

''وہ... میں کچھ خاص نہیں۔'' وہ چونکی۔فرحان اس کی ہکلاہٹ کو بھی خوشی کی کیفیت سمجھ کر مسکرادیا۔اب باری زرتاشیہ کے چونکنے کی تھی۔

''گڈ سائن۔'' آپ کے آنے سے اتنا فرق تو پڑا کہ فرحان مسکرانے لگے۔''

''ورنہ۔'' پہلی بار سامعہ کے لب ہلے۔

www.pdfbooksfree.pk

''خیر چھوڑیے۔ان سے ملیے یہ ہیں فرحان اور یہ ہیں۔''

''سامعہ۔'' کھوئے کھوئے سے فرحان کے لبوں سے اس کا نام پھسلا تو زرتاشیہ کو اور زیادہ حیرت ہوئی۔

''فرحان آپ کو سامعہ کا نام کیسے پتا چلا؟''

''اوہ! وہ بابا نے ذکر کیا تھا۔'' وہ سٹپٹا گیا۔سامعہ ہولے سے مسکرادی۔

''پھر تو آپ سامعہ کے بارے میں سب کچھ جانتے ہوں گے۔'' زرتاشیہ نے پوچھا۔

''ہاں! سب کچھ کچھ بھی تو چھپا ہوا نہیں ہے۔'' فرحان نے ذومعنی انداز میں کہا۔سامعہ کا دل زور سے دھڑکا زرتاشیہ کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تو وہ یہ کہہ کر کچھ دیر کو باہر چلی گئی۔

''میں دیکھ کر آتی ہوں کہ پپا آتو نہیں گئے۔'' جونہی وہ باہر نکلی۔وہ دروازے سے لگ کر کھڑ ہوگیا۔دونوں بازو پھیلائے۔

"کم آن' ہری اپ۔" وہ اسے جزبز دیکھ کر بولا۔تو وہ جلدی سے اس کی بانہوں میں سما گئی۔

"اپنے گھر میں پیار کے گھروندے میں محبت کا پہلا لمس ہمیشہ یاد رکھنا۔ویلکم ٹو ہوم سوئیٹ ہارٹ۔" سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔دور سے زرتاشیہ کے قدموں کی آہٹ سن کر جلدی سے الگ ہوگئے۔

"پلیز! احتیاط کی ضرورت ہے۔" خود کو نارمل کرتے ہوئے وہ دھیرے سے بولی۔

"کوشش کریں گے حضور' مگر کبھی کبھی تو ایسا کرنے کی اجازت ہے ہمیں۔" وہ شوخی سے بولا۔

"آیئے آیئے سامعہ جی فرحان صاحب آپ کو باہر بلا رہے ہیں۔اسی لمحے زرتاشیہ نے آکر کہا۔

"آپ لوگ چلیں میں ابھی آتا ہوں۔" وہ ایک دم سنجیدہ ہوگیا۔

www.pdfbooksfree.pk

کمرے سے نکلتے ہوئے سامعہ کی نگاہیں اس سے ٹکرائیں اور پھر وہ خاموشی سے زرتاشیہ کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گئی۔ان کے جاتے ہی فرحان کی خاموشی میں ارتعاش سا پیدا ہوگیا خود بخود عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی۔اسے بھی بالکل سامعہ کی طرح آج اس گھڑی ایسا لگ رہا تھا کہ وہ ایک نئے انوکھے سے فاصلے پر آگئے ہیں۔سامعہ سے شادی کرنا اس سے آسان تھا۔اب تو وہ پرائی سی بن کر آئی اور آکر کمرے سے نکل گئی۔

"یا خدا! یہ کس قدر صبر آزما امتحان ہے کیا میں اپنی سامعہ سے دور رہ سکوں گا۔" بے اختیار ہی وہ بڑبڑایا۔

"فرحان صاحب! کھانا لگ گیا ہے۔" باہر سے ناجی کی آواز آئی تو وہ نارمل ہو کر باہر نکل آیا۔دروازے پر کھڑی ناجی کے لیے یہ پہلا موقع تھا کہ فرحان صاحب ایک مرتبہ کے بلانے پر چلے آئے۔اس نے حیرت سے اسے دیکھا وہ گھور کے تیز قدموں سے آگے بڑھ گیا۔

☆☆...☆☆...☆☆

بڑی بیگم نے فی الحال تو سامعہ کو رات گزارنے کے لیے اپنے کمرے میں رکھا کیوں کہ انہیں افتخار میاں کی یہ تجویز پسند نہیں آئی تھی کہ سامعہ کو فرحان کے ساتھ والا کمرہ دیا جائے۔یہ سن کر انہوں نے خوب صورت سامعہ کو سر سے پیر تک دیکھا اور پھر کچھ سوچ کر اس وقت خاموش ہوگئیں شاہدہ بیگم ماں کی خاموشی بھانپ کر چپ رہیں، مگر کمرے میں پہنچ کر وہ خاصی بگڑیں۔

''آپ نے حد کردی۔''

''خیریت۔'' وہ دھیمے لہجے میں بولے۔

''جوان جہان لڑکی گھر لے آئے۔''

''تو سڑک پر چھوڑ آتا کیا؟''

''افتخار! بات کی نزاکت کو سمجھا کریں۔اماں جان کی خاموشی کو سمجھیں۔'' شاہدہ بیگم خاصے غصے میں آگئیں۔

www.pdfbooksfree.pk

''اس گھر میں بیگم صاحبہ ہمارے سوا خاموش کوئی نہیں آپ کا بس بھی ہم پر چلتا ہے۔'' وہ معصومیت سے بولے۔

''یہ کتنے دن یہاں رہے گی؟''

''جب تک اس کا گمشدہ شوہر نہ مل جائے۔''

''کیا یہ شادی شدہ ہے؟'' اس سوال میں بھی خاصا اطمینان موجود تھا۔

''ہاں!'' وہ مختصراً بولے۔

''کون ہے وہ؟''

''یہی تو انٹیلی جنس والے معلوم کر رہے ہیں۔''

''اوہ!'' شاہدہ بیگم کے لبوں سے بے اختیار تاسف بھری آواز نکلی تو میاں افتخار جلدی سے بولے۔

''اب تو وہ یہاں رہ سکتی ہے۔''

''یہ تو اماں جان پر منحصر ہے۔آپ کو ان کی عادت کا تو پتا ہی ہے۔''

"جی ہاں! کچھ دن آپ اور آپ کی اماں جان مہربانی فرمادیں۔" میاں افتخار نے منت بھرے انداز میں کہا۔تو شاہدہ بیگم کو ان کے اس انداز پر ہنسی آگئی۔

میاں جی کو کچھ سکون ملا۔ایک دم غیر ارادی طور پر ایک نیا جھوٹ بول کے وہ پھنس گئے تھے۔مگر بات آئی گئی ہوگئی۔

"فرحان! میرے باپ، مجھے پھنسا دیا ہے۔دو صاحب اقتدار خواتین کے درمیان۔" وہ بڑبڑائے تو شاہدہ بیگم نے پوچھا۔

"کیا کہہ رہے ہیں۔"

"وہ' کچھ نہیں' کل چلو بھائی میاں کی طرف مبارک باد دے آئیں۔"

"کس بات کی مبارک باد؟" شاہد بیگم نے دبا دبا سا طنز کیا۔

"بھئی عادل کے کاروبار کی۔"

"بس آپ ہی جائیں کوئی تیر نہیں چلایا۔وہ سوٹ تانیہ کو پسند نہیں آیا۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔" وہ حیرت سے بولے۔

www.pdfbooksfree.pk

"فی الحال میرا تھکن سے برا حال ہے' مجھے آرام کرنے دیں۔" وہ بیزاری سے کہہ کر' لیٹ گئیں۔میاں افتخار اپنی بے بسی کے باعث' رائٹنگ ٹیبل کی طرف بڑھ گئے۔کیوں کہ انہیں معلوم تھا کہ شاہدہ اپنی فطرت کے مطابق جو بات نہ سننا چاہیں تو اس کے لیے نیند کا سہارا لیتی ہیں اور ایسے میں ان سے کوئی بات کرنا بہت مشکل کام ہے۔ویسے بھی وہ بہت صلح پسند آدمی تھے۔کسی قسم کی بدمزگی اور اضطراب کو پسند نہیں کرتے تھے۔سامعہ کو اس گھر میں لا کر جو مشکل کام وہ کر بیٹھے تھے اس کے نتیجے سے بے فکر ہو کر اب رہنا ان کے لیے بھی بہت دشوار تھا۔جھوٹ کو نبھانے کے لیے جھوٹ بولا۔

"اے اللہ! میری عزت رکھنا' میں جھوٹا نہیں ہوں۔مگر کسی کی خوشی کے لیے میں کچھ دیر کو جھوٹا بن گیا ہوں۔" انہوں نے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کو مخاطب کیا۔ذہنی و قلبی اطمینان کے حصول کے لیے وہ اللہ کے دامن میں پناہ لیتے تھے۔

☆☆...☆☆...☆☆

آخری پیپر دے کر وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کینٹین کے سامنے جا کر رک گئے۔

"کیا خیال ہے بیٹھیں؟" خرم نے تانیہ سے پوچھا۔

"وہاں سامنے بیٹھتے ہیں۔" تانیہ نے کینٹین سے ذرا دور انگلی سے اشارہ کیا۔

"اوکے لیٹس گو۔"

"آج تو فریڈم ڈے منانا چاہیے۔اوہ مائی گاڈ! یہ امتحان بھی تھکا ڈالتے ہیں۔" خرم کا ہاتھ مضبوطی سے تھامتے ہوئے وہ بولی۔

"تو چلو مناتے ہیں ڈیئر۔" خرم نے کہا۔

"یار! آزادی تو تمہارے لیے ہے ہماری آزادی کا تو آج آخری دن ہے۔" وہ نرم نرم سبز گھاس پر آلتی پالتی مارتے ہوئے بیٹھا۔

"کیا مطلب؟" وہ بھی برابر میں بیٹھ گئی۔

www.pdfbooksfree.pk

"کل صبح نو بجے کی فلائٹ سے اسلام آباد جانا ہے اور بس۔" وہ انتہائی اطمینان سے بولا تو وہ اچھل پڑی۔

"یومین' تم جا رہے ہو۔"

"یہ تو پرانی بات ہے۔" وہ ہنسا۔

"اور پھر۔" وہ پریشان ہوگئی۔

"اور پھر کیا' اسلام آباد سے امریکا۔"

"اس کا مطلب۔" وہ تلخی سے بولی۔

"تانی ڈیئر! مطلب وہی ہے جو کئی بار یں بتا چکا ہوں۔باقی تمہارا پروگرام امریکا جانے کا بنے تو جلدی بتانا۔"

"بہت خوب امریکا جانا اتنا ہی آسان ہے۔" وہ طنزیہ ہنسی۔

"چلو' جب تم آنا چاہو تو فوراً بتا دینا۔"

"ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا اور تم واپس نہیں آئو گے کیا؟"

"موڈ کی بات ہے ڈیڈ جیسا کہیں گے۔" وہ بے پروائی سے بولا۔

"بات اتنی سی ہے کہ تم جا رہے ہو۔"

"یس' اب میرا دن خراب نہ کرو' ہنسو مسکرائو۔"

"بس چلو۔"

"ہیں! کیا ہوگیا؟" وہ چونکا۔

"بس جانا ہے' صبح ناشتا کیے بنا آئی تھی۔ویسے بھی رات سے گھر ایک مہمان آئی ہوئی ہے۔اب تک ملاقات نہیں ہوئی۔"

"واہ! تمہارا گھر اتنا بڑا ہے کہ ایک دوسرے سے ملاقات نہیں ہوتی۔"

"میرا مذاق کا موڈ نہیں۔" وہ بیزار تھی۔

"تمہارا مسئلہ عادل ہے جو ہڈی بن کر تمہارے حلق میں اٹکا ہوا ہے۔" وہ خود ہی بولا۔

"اسی لیے تم جا رہے ہو۔" وہ منہ بنا کر بولی۔

www.pdfbooksfree.pk

"دیکھو! میں نے اپنا فیصلہ سنا دیا ہے۔"

'جب میں کہوں گی تو اپنے مام' ڈیڈ کو بھیجو گے۔" اس نے پوچھا۔

"اوکے۔"

"اور وعدہ کرو کہ تم..."

"سنو میں وعدے نہیں کرتا' تم کو سوٹ کرے تو بتا دینا ورنہ ہم ہمیشہ اچھے دوست رہیں گے۔" وہ شوخی سے بولا۔

اوکے بس رابطے میں رہنا۔" وہ مطمئن ہوگئی۔

"فائن' چلو تمہیں ناشتہ کرائوں۔"

"ہنہ ٹائم تو کھانے کا ہی ہونے والا ہے۔"

"اوکے چلو' مجھے بھی پیکنگ کرنی ہے۔"

تانیہ نے پر امید نگاہوں سے یونیورسٹی میں گزرے آخری دن کو یاد رکھنے کے لیے اس کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔

☆☆...☆☆...☆☆

ناشتے کے بعد سے وہ اب تک بڑی بیگم کے کمرے میں بند تھی۔

فرحان کو' میاں جی اور شاہدہ بیگم کو ناشتے کی میز ہی پر دیکھا تھا۔اس کے بعد میاں جی اور شاہدہ بیگم تو ڈیوٹی پر گئے اور اسے اماں جان نے آرام کرنے کا کہہ کر کمرے میں بھیج دیا۔فرحان کی طرف دیکھتی ہوئی وہ کمرے کی طرف چلی آئی تھی۔دل کو یقین تھا کہ فرحان موقع پاکر ضرور اس کے پاس آئے گا مگر دن کے بارہ بج رہے تھے اس کی دور دور تک کوئی خیر خبر نہیں تھی۔دل میں بہت سے اندیشے

بہت سی الجھنیں بے دار ہو کر اسے بے چین کر رہی تھیں۔کبھی بیٹھتی اور کبھی ٹہلنے لگتی۔ناجی کمرے میں آئی تو اسے اس طرح ٹہلتا دیکھ کر ہنسنے لگی۔

''کیا ہوا؟'' وہ پریشان ہو کر بولی۔

''آپ کو ایسے ٹہلتے دیکھ کر مجھے ہنسی آگئی۔'' ناجی نے اپنے مخصوص لب و لہجے میں کہا۔

www.pdfbooksfree.pk

''لیکن کیوں؟''

''بڑی بیگم صاحبہ کے کمرے میں ہر کوئی ایسا پریشان ہوجاتا ہے۔'' ناجی نے بڑے رازدرانہ انداز میں کہا۔تو وہ مسکرا دی۔

''مسکرائیں نہیں' جلد از جلد اس کمرے سے کسی دوسرے کمرے میں چلی جائیں۔'' وہ مزید سادگی سے بولی تو سامعہ سنجیدہ ہوگئی۔

''میں یہاں اپنی مرضی کیسے چلا سکتی ہوں۔''

''بات تو ٹھیک ہے یہاں کسی کی مرضی نہیں چلتی۔'' وہ بے بسی سے کندھے اچکا کر بولی۔

''تانیہ سے ملاقات نہیں ہوئی۔'' اس نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

''وہ پرچہ دے کر ابھی آئی نہیں' وہ بھی بہت نخرے والی ہیں' اپنی مرضی سے ملیں گی۔''

''اور فرحان صاحب۔''

"فرحان صاحب تو اپنے کمرے میں ہیں۔"

"ناجی! ناجی کہاں رہ گئیں۔" باہر سے اماں جان کی گرج دار آواز آئی تو ناجی کے ہاتھ پائوں پھول گئے۔

"اوہ! میں تو دنداسا لینے آئی تھی۔" یہ کہہ کر ناجی نے چابی سے لوہے کی بڑی سی الماری کھولی اور دنداسا نکال کر دوبارہ بند کر کے تیزی سے باہر نکل گئی۔

وہ ناجی کے جانے کے بعد غور سے کمرے میں موجود ہر چیز کو دیکھنے لگی۔ پرانی طرز کے پلنگ پر خوب صورت کڑھائی والی سفید چادر' اسی طرز کی بڑی سی ڈریسنگ ٹیبل جس پر اماں جان کا پاندان' سرمے دانی مختلف تیل کی بوتلیں' لکڑی کی کنگھی' پائوڈر کا ڈبہ اور دو پرفیوم رکھے تھے۔اس کے علاوہ ایک سنگل بیڈ تھا جس پر اس نے رات گزاری تھی۔صاف ستھرے کشادہ کمرے میں مکمل صوفہ تھا۔اس کے ساتھ دو الگ سے کرسیاں رکھی تھیں۔وہ سب چیزیں دیکھنے سے اماں جان کے مزاج اور عادت کو کافی حد تک سمجھ

www.pdfbooksfree.pk

گئی۔صحن میں کھلنے والی کھڑکی کا پردہ سرکا کے باہر دیکھنے لگی۔اماں جان اپنے تخت پر بیٹھی ہاتھ میں شیشہ پکڑے دوسرے ہاتھ سے دنداسا مل رہی تھیں۔ ناجی پالک کاٹ رہی تھی۔باقی ہر طرف سناٹا تھا۔فرحان کا کہیں اتا پتا نہیں تھا' کچھ دیر مایوس کن نگاہوں سے اسے تلاش کرنے کی مزید کوشش کی اور پھر چونک اٹھی اس کی کمر کے گرد فرحان کے بازو حائل تھے۔اس کے وجود کی گرم سی مہک اس سے لپٹی تھی۔تو اس کی آنکھیں بھر آئیں۔پلٹ کر شاکی نگاہوں سے فرحان کو دیکھا تو وہ سمجھ گیا اور اسے بانہوں میں لے لیا۔

"اداس تھیں یا بدگمان۔" اس نے دھیرے سے پوچھا۔

"نہ اداس تھی اور نہ بدگمان بس منتظر تھی۔" وہ بھی دھیرے سے اس کی بانہوں سے نکلتے ہوئے بولی۔

"میں موقع کی تلاش میں تھا۔نانو تقریباً آدھا گھنٹہ تو دنداسا ملیں گی اور ناجی پالک کاٹ کر گھنٹہ بھر پالک دھوئے گی اور اس وقت کو ہم اکٹھا بتائیں گے۔"

"فرحان پلیز احتیاط ضروری ہے' ہم مشکل میں پھنس سکتے ہیں۔"

"یار جو وقت ملا ہے اسے تو اچھا گزارو۔"

"دل کو سمجھایئے اور اب جایئے پلیز۔" اس نے ہاتھ جوڑ دیے۔

"آج اس گھر میں تمہارا پہلا دن ہے رات کو ضرور ملنا۔" وہ بولا۔سامعہ کی آنکھیں پوری کی پوری کھل گئیں۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"جو تم نے سنا ہے! تم نے وعدہ کیا تھا کہ جو میں کہوں گا وہ تم کرو گی اور..."

"اور کی ضرورت نہیں۔مجھے آپ کے کہنے سے اختلاف نہیں' آپ کے بابا کی عزت کا خیال ہے۔" وہ اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے بولی۔

www.pdfbooksfree.pk

"اوکے! لیکن رات کو ملنا ضروری ہے۔" وہ یہ کہہ کر باہر نکل گیا اور وہ الجھن میں گرفتار بیڈ پر گر گئی۔پہلے دن ہی وہ اسے کس مشکل میں ڈال گیا تھا۔

☆☆...☆☆...☆☆

"ہنہ یہ آگیا اس بیں ملیمن جوس اب باری ہے اس کو اوون میں رکھنے کی۔" خود سے بڑبڑاتے ہوئے اس نے ڈش اوون میں رکھ کے اس کا ٹمپریچر سیٹ کیا ہاتھ دھوئے اور پھر سلاد بنانے کے لیے مطلوبہ سبزیاں فریج سے نکالنے لگی۔اپنے کام میں اتنی محو تھی کہ زبیر احمد کے آنے کا پتا ہی نہیں چلا۔

"واہ! کیا خوش بو ہے۔" وہ لمبی سانس بھر کے بولے۔تو وہ چونکی۔

"پپا! آپ آگئے۔"

"جی ہاں! ہماری بیٹی مزے دار کھانا بنائے اور پپا نہ آئیں یہ کیسے ممکن ہے؟" زبیر احمد خوش ہو کر بولے۔

"مگر جلدی کیوں؟"

"دراصل میں کچہری سے آرہا ہوں آفس تو آج جاہی نہیں سکا۔" وہ یہ کہہ کر دُھلی ہوئی سرخ گاجر اٹھا کر کھانے لگے مگر زرتاشیہ زرد پڑ گئی۔

"پپا! کچہری۔" مشکل سے وہ بولی۔

"ہاں بیٹا کاغذات تیار کرانے تھے۔" وہ اطمینان سے بولے۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور پوچھتی ان کا موبائل فون بج اٹھا وہ بات کرتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔جب کہ بے اختیار ہی اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔وہ سسکیاں لے کر رونے لگی۔؛

"مما! آپ نے اچھا نہیں کیا میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔"

روتے روتے وہ بڑبڑائی اور بازوئوں میں سر دے کر فرش پر بیٹھ گئی۔کافی دیر گزر گئی۔زبیر احمد بھاگتے ہوئے کچن میں آئے تو اوون سے اٹھتے ہوئے دھویں اور جلے ہوئے مسالوں کی بو سے ان کا دماغ الٹ گیا۔اسے فرش پر بیٹھا دیکھا جلدی سے اوون بند کیا۔ایگزاسٹ فین آن کیا۔پھر اسے کھینچ کر باہر نکالا۔

www.pdfbooksfree.pk

"زرتاشیہ! زرتاشیہ کیا ہوا؟" وہ پریشانی میں اسے روتا دیکھ کر بولے۔

"کچھ نہیں پپا۔" آنکھیں صاف کر کے روسٹ جلنے کی وجہ سے شرمندہ ہو کر بولی۔

"اٹس اوکے مائی چائلڈ! میں اس کی وجہ سے پریشان نہیں ہوں۔آپ کیوں رو رہے تھے؟انہوں نے اسے سینے سے لگا کر وفور محبت سے پوچھا۔

"کچھ بھی تو نہیں۔میں آپ کے لیے کچھ اور بناتی ہوں' آپ تھوڑا سا آرام کرلیں۔" وہ نارمل ہوتے ہوئے کچن کے اندر جانے لگی۔

"نہیں چلو ہم باہر چلتے ہیں آپ فریش ہو کر آئو۔" انہوں نے منع کردیا۔مگر اس وقت اس کا کسی چیز میں دل نہیں تھا۔طبیعت بے چین تھی۔

"پپا! موڈ نہیں ہے۔"

"کوئی موڈ ووڈ نہیں چلے گا۔آپ فوراً تیار ہو کر آئو۔" انہوں نے ایک نہ سنی تو وہ بے دلی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

زبیر احمد کا دل دکھ سے بھر گیا۔انہیں اس وقت زرتاشیہ بہت تنہا اور ڈپریس لگی تھی۔وہ بطور خاص تو کچھ نہیں جانتے تھے۔البتہ معلوم تھا کہ وہ ماں کو مس کرتی ہے۔لیکن کچھ دیر پہلے تو وہ بالکل نارمل تھی۔ایک دم اسے کیا ہوا؟ یہ سوال انہیں مضطرب کیے ہوئے تھا۔اس کا دل بہلانے کے لیے ہی باہر جانے کا پروگرام بنایا۔ورنہ کھانا تو کوئی مسئلہ نہیں تھا۔اماں جان کے پاس جانے کی دیر تھی۔وہ منٹوں میں گرما گرم پھلکے بنا کر دیتیں۔

وہ تیار ہو کر آئی تب بھی چہرہ سوگوار تھا۔آنکھیں سرخ تھیں۔مستقل قسم کی خاموشی تھی، غیر معمولی سنجیدگی اور تیاری میں بھی لا ابالی پن سا تھا۔وہ کچھ نہیں بولے۔بلکہ گاڑی میں بھی کوئی بات نہیں کی۔ریسٹورنٹ میں مینو کارڈ اس کے سامنے کردیا تو اس نے ایک دم ہی اپنے رویے میں تبدیلی پیدا کی۔ اس کے پپا اس کی خاطر اب تک بھوکے تھے، اس نے جلدی جلدی مسکرا کر ان کی پسندیدہ دو ڈشز کا آرڈر کیا اور پھر گپ شپ کرنے لگی۔زبیر احمد کو حیرت تھی۔

www.pdfbooksfree.pk

"بیٹا! ایکٹنگ پہلے تھی یا اب ہو رہی ہے۔" وہ پوچھ ہی بیٹھے۔

"نہ پہلے تھی اور نہ اب ہے۔" اس نے مطمئن کردیا۔

"آپ کچن میں مت جایا کرو، مجھے ڈر لگتا ہے۔" انہوں نے کہا۔

"پپا مجھے کچن میں جانا اور آپ کے لیے کچھ کھانا اچھا لگتا ہے۔"

"تھینک یو بیٹا!" وہ خوش ہوگئے۔

پھر وہ کھانا آنے سے لے کر کھانے کے دوران بھی اِدھر اُدھر کی بے شمار باتیں کرتی رہی جس میں سامعہ کا ذکر بھی شامل تھا۔زبیر ٹھٹکے اور پہلو بدل کے رہ گئے مگر زرتاشیہ سے کچھ پوچھا نہیں۔

☆☆...☆☆...☆☆

شاہدہ بیگم کا آفیشل ڈنر تھا۔تانیہ نے مارکیٹ سے خرم کے لیے گفٹ خریدنا تھا وہ میاں افتخار کے ذمے لگ گئی۔ایسے میں میاں افتخار نے سامعہ کو بھی ساتھ چلنے کو کہا۔

"جی وہ میں نہیں پھر سہی۔" سامعہ ہکلائی۔

"چلیں آپ کو آئس کریم کھلائیں گے۔" تانیہ نے کافی خوش اخلاق ہونے کا مظاہرہ کیا۔

"شکریہ! پھر سہی۔" سامعہ فرحان کی نگاہوں کا اشارہ سمجھ کر صاف انکار کرتی ہوئی کھڑی ہوگئی۔کھانا تو سبھی کھا چکے تھے۔

"ارے میاں! آپ واپسی پر فینائل' ڈی ڈی ٹی پائوڈر اور تارپین کا تیل ضرور لائیے گا۔" اماں جان کھانے کے برتن سمیٹے ہوئے بولیں۔

"نانو! ہم سپر مارکیٹ جا رہے ہیں وہاں یہ چیزیں نہیں ملتیں۔" تانیہ تِنک کر بولی۔

"ارے لڑکی! ہم نے تمہارے باوا کو کہا ہے' تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔" اماں جان نے بھی خاصے سخت لہجے میں جواب دیا۔

www.pdfbooksfree.pk

"اوکے! اماں جان آپ فکر ہی نہ کریں۔بس آپ سامعہ بیٹی کے لیے فرحان کے برابر والا کمرہ کھلوادیں۔آپ تو سارادن اپنے کمرے میں ہوتی نہیں ہیں۔ یہ بے چاری خود کو حراست میں محسوس کر رہی ہوگی۔" آج فرحان نے باپ سے یہ بات کی تھی۔اس لیے میاں افتخار نے موقع دیکھ کر کہہ دیا۔

"بوریت سے بچنے کا تو ایک ہی حل ہے کہ خود کو مصروف کرلو۔" اماں جان بات ٹال گئیں۔

"سامعہ آپ ایسا کرو اپنا کمرہ خود سیٹ کرو' سجائو اس طرح بوریت نہیں ہوگی۔" میاں جی پھر اسی موضوع پر آگئے۔

"ارے واہ! ہر کمرہ سیٹ ہے اور صاف ستھرا ہے۔ہمیں پھوہڑ سمجھا ہے کیا؟" اماں جان بدکیں۔

"نانو! بابا کا مطلب یہ نہیں تھا۔" فرحان نے نرمی سے کہا۔

''اچھا اب سب یہاں سے اٹھو ناجی کو برتن اٹھا کر ٹیبل کی صفائی کرنی ہے۔'' وہ بولیں کمرے والی بات وہیں رہ گئی میاں جی آہ بھر کے تانیہ کو لیے پورچ کی طرف بڑھ گئے اور فرحان کو خود ناجی کو آواز لگانی پڑی۔

''ناجی! سامعہ بی بی کے لیے میرے ساتھ والا کمرہ ابھی کھول دو۔''

''جی اچھا۔'' ناجی نے قریب آکر جواب دیا۔فرحان نے سامعہ کو دیکھا اور خود اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔سامعہ بھی اٹھی اور اندر کی طرف چلی گئی۔

''بڑی بیگم صاحبہ کمرہ کھول دوں۔'' ناجی نے اجازت طلب کی۔

''کھول دو صاحب بہادر حکم جو دے گئے ہیں۔'' اماں جان نے تخت پر بیٹھ کر اپنا پاندان کھولتے ہوئے کہا۔

انہیں صحن میں بیٹھا دیکھ کر زبیر احمد اسی طرف آگئے۔

''آئو بیٹھو ماں صدقے۔'' اماں جان نہال ہوگئیں۔وہ ان کے برابر بیٹھ گئے۔

''کھانا لائوں۔''

www.pdfbooksfree.pk

''نہیں زرتاشیہ نے چائومن اور کسٹرڈ بنایا تھا۔وہ ہم کھا چکے ہیں۔''

''ہماری زرتاشیہ کتنی سگھڑا ور ذمہ دار ہوگئی ہے۔'' اماں جان محبت سے بولیں۔

''جی ہاں اور بہت ڈسٹرب سی بھی ہے۔'' وہ سرد آہ بھر کے بولے۔

''ماں کا ایسا قدم اٹھانا بچی کو ڈسٹرب تو ہونا ہی تھا۔''

''بہر کیف مجھے آپ کو بتانا تھا کہ نرگس فیصلہ چاہتی ہے۔سو میں نے طلاق دینے کا وعدہ کرلیا ہے۔گلریز بھائی ایک دو روز میں آرہے ہیں وہ ایسا نہیں چاہتے مگر نرگس جو چاہتی ہے میں وہی کروں گا۔آپ کو گلریز بھائی کی بات سے اتفاق نہیں کرنا۔'' وہ خاصے دھیمے مگر مضبوط لہجے میں بولتے چلے گئے۔ اماں جان کے دل کو ایک دھچکا سا لگا۔اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے اکلوتے بیٹے کا گھر اجڑتے دیکھنے کے بارے میں کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔

''زبیر اچھی طرح سوچ سمجھ لو یہ چھوٹا فیصلہ نہیں ہے۔''

''اماں جان آپ سے ہی سنا تھا کہ اس طرح کے فیصلوں پر عورتیں زیادہ سوچتی ہیں نرگس آپ کے سامنے ہے۔''

''وہ کم عقل اور نادان ہے۔''

''وہ خود سر اور خود پسند ہے۔''

''چلو کچھ بھی کہہ لو مگر پھر بھی تم سمجھداری سے کام لو۔'' اماں جان بہت دکھی ہو کر بولیں۔

''اماں جان! جس عورت نے ایسا کہہ دیا۔ سمجھ لیجیے اس نے ایسا کرلیا۔'' زبیر احمد خاصے تحمل سے بولے۔

''اس کے بعد زرتاشیہ کے ذہن پر کیا اثر پڑے گا؟''

''اللہ مالک ہے فی الحال آپ افتخار بھائی سے شاہدہ باجی سے کہیے کہ وہ شادی کی تاریخ طے کریں۔''

''ارے تاریخ تو ہم طے کریں گے۔وہ راضی تو ہوں۔'' اماں جان بولیں۔

www.pdfbooksfree.pk

''کیا مطلب؟'' وہ چونکے۔

''میاں صاحبزادے کا کوئی واضح مقصد کام کاج تو سامنے آئے کبھی فرماتے ہیں باہر جانا ہے کبھی کہتے ہیں یہاں بزنس کرنا ہے۔''

''کچھ بھی پروگرام ہے شادی تو ضروری ہے۔''

''چلو میں آج یا کل کھل کر بات کرتی ہوں۔''

''میں نے گھر اور کنال والا پلاٹ زرتاشیہ کے نام کرادیا ہے۔پروسیجر میں ہے ایک دو روز میں زرتاشیہ کے سائن بھی ہوجائیں گے۔''

''اس کی کیا ضرورت تھی۔''

''میں دل کا مریض ہوں جو کچھ زندگی میں کردوں بہتر ہے۔جو بھی ہے زرتاشیہ کا ہی ہے۔'' وہ دکھ سے ہنس کر بولے۔

''اللہ خیر رکھے' ماں کی عمر لگ جائے دل چھوٹا نہیں کرتے زرتاشیہ کون سا دور جائے گی۔'' اماں جان نے وفور محبت سے بیٹے کا سر سینے سے لگا کر پیار

کیا ماں کی گرم محبت کے اثر نے زبیر احمد کے ذہن کا بوجھ کافی حد تک کم کردیا۔وہ کافی دیر ان کے پاس بیٹھے رہے۔اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے سامعہ کے بارے میں بھی انہوں نے پوچھا اور اماں جان نے منصل سامعہ کی حقیقت ان کو بیان کردی۔

☆☆...☆☆...☆☆

اماں جان کا کہنا بالکل سچ تھا۔کمرہ آئینے کی طرح اُجلا اور چمک دار تھا روشن اور ٹھنڈاوہ بیڈ پر دراز ہو کر بغور جائزہ لینے لگی۔ناجی جا چکی تھی اس نے پلکیں موندی ہی تھیں کہ کھٹ سے کمرے کا دروازہ کھلا اس نے آنکھیں کھول دیں اور فوراً اٹھ بیٹھی زرتاشیہ آئی تھی۔

"کیسی ہیں آپ؟" وہ دھیرے سے مسکرا کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"فائن آپ سنائو کہاں غائب تھیں۔" سامعہ کے لہجے میں بے تکلفی تھی۔

"بس یونہی کچھ اپ سیٹ تھی۔" زرتاشیہ نے سچ بولا۔

www.pdfbooksfree.pk

"خیریت۔"

"ہاں! سب کچھ شاید نارمل ہی ہے۔دھواں دھواں سا۔" وہ بے پروائی سے کہہ گئی مگر سامعہ نے جملہ پکڑ لیا۔

"دھواں ہو تو آگ بھی ضرور ہوتی ہے۔"

"ہاں آگ تو برابر لگی ہے سب کچھ جل کر راکھ ہوگیا ہے شاید۔" وہ بجھی بجھی سی بولی۔

"زرتاشیہ! آپ تو اتنی اچھی پیاری ہو' پھر کیا ہوا؟" سامعہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"ہنہ کچھ نہیں آئیں ہیں آپ کو اپنے گریٹ پپا سے ملواتی ہوں۔" وہ ایک دم بولی۔

"اچھا لیکن اب تو کافی وقت ہوگیاہے۔" سامعہ نے وال کلاک پر نگاہ ڈالی۔

"صرف گیارہ بجے ہیں۔"

”اس وقت بے آرام کرنا اچھا نہیں لگتا کل مل لوں گی۔“ سامعہ کے اندر کسی اور وجہ سے بے چینی تھی۔اسے یقین تھا کہ فرحان شدت سے اس کا انتظار کر رہا ہوگا۔ابھی وہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ دروازہ کھلا اور فرحان ہاتھ میں چھوٹی سی ڈبیہ پکڑے ایک دم اندر آگیا اور پھر سامعہ کے پاس زرتاشیہ کو دیکھ کر کچھ جزبز سا ہونے لگا۔

”تم یہاں ہو۔“ نظریں چراتے ہوئے پوچھا۔

”آپ مجھے تلاش کر رہے تھے۔“ زرتاشیہ کی آنکھوں میں چمک آگئی۔

”نہیں بس ویسے ہی۔“

”آئیں بیٹھیں پلیز۔“ سامعہ نے کہا۔

”ہاں! بیٹھیں سامعہ بہت اچھی باتیں کرتی ہیں۔“

”جانتا ہوں۔“

”جی۔“ زرتاشیہ نے حیرت سے کہا۔

www.pdfbooksfree.pk

”ہنہ ہاں چلو آئو ماموں جان انتظار کر رہے ہیں۔“

”یہ کیا ہے؟“ زرتاشیہ نے اس کے دائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کیا جس میں ڈبیہ دبی تھی۔

”یہ سرپرائز ہے۔“ وہ یہ کہہ کر جانے کو تھا کہ زرتاشیہ بولی۔

”کس کے لیے۔“

”یہ بتانا ضروری نہیں۔“ وہ کچھ سختی سے بولا۔

”یہ یقیناً آپ کے لیے ہوگا۔“ سامعہ نے ایک دم ہی بڑی جرأت کا مظاہرہ کردیا۔فرحان نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا... وہ نظریں جھکا کر دوبارہ بولی۔

”دیکھیں تو آپ زرتاشیہ کے لیے کیا لائے ہیں؟“

"یہ لیں جی بھر کے دیکھیں۔" فرحان نے آگے بڑھ کر سختی سے سامعہ کا ہاتھ پکڑ کر ہتھیلی پر ڈبیہ رکھی اور تیز قدموں سے باہر نکل گیا۔سامعہ دروازہ تکتی رہ گئی۔زرتاشیہ نے اس کی ہتھیلی سے ڈبیہ اٹھالی اور کھول کر دیکھا۔

"واہ بیوٹی فل۔" اس کے منہ سے ایک دم نکلا سامعہ نے اداسی ضبط کرتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔سفید جڑائو نازک سی انگوٹھی اس کے ہاتھ میں تھی۔

"واقعی بہت خوب صورت ہے پہن کر دکھائو۔" اس نے مسکرانے کی بھرپور اداکاری کی۔

"حیرت ہے فرحان کوئی تحفہ میرے لیے لائے ہیں۔" زرتاشیہ جھوم اٹھی۔

"اس سے پہلے کبھی نہیں لائے۔"

"اوہ ہنہ! یہ تو آپ کے مبارک قدموں کا کمال ہے۔"

"چلو ایسا ہی سمجھ لو۔" وہ دھیرے سے بولی۔

www.pdfbooksfree.pk

"میں یہ پپا کو دکھاتی ہوں۔آپ اب آرام کریں۔" زرتاشیہ یہ کہہ کر بے قرار سی باہر نکل گئی۔سامعہ دکھ سے مسکرا کر دروازہ بند کر کے بیڈ پر گر گئی۔

"سب کچھ غلط ہوگیا فرحان اس کے لیے کتنے ارمان سے لایا تھا اور سب الٹ ہوگیا یقیناً وہ ناراض ہوگا۔اس نے سوچا اور پہلے موقع پر ہی زرتاشیہ اس کی خوشی اڑا لے گئی تھی۔آگے کیا ہوگا؟ سامعہ دل کڑا رکھو۔" اس نے خود کو دلاسہ دیا اور پھر بھیگی بھیگی پلکوں کے ساتھ وہ سوگئی بالکل فرحان کے کمرے کی دیوار کے دوسری طرف یہ جانتے ہوئے بھی کہ فرحان کو شدید غصے کے باعث نیند نہیں آئے گی۔مگر وہ کر بھی کیا سکتی تھی۔نہ اس کے پاس جا سکتی تھی اور نہ پاس بلا سکتی تھی۔

...☆☆☆...

سارے گھر میں دھوم مچی تھی۔

فرحان کی دی ہوئی انگوٹھی سب نے زرتاشیہ کی انگلی میں دیکھی اور سب ہی خوش تھے۔خاص کر بڑی بیگم اور زبیر احمد۔شاہدہ بیگم تو بڑے قرینے سے خوشی کا اظہار کرتی تھیں۔میاں افتخار کو البتہ انگوٹھی دیکھ کر جھٹکا سا لگا تو وہ فرحان کے ساتھ پیدل ہی گھر سے باہر نکل آئے۔

''یار! یہ کیا ڈرامہ ہے؟'' وہ خاصے بلند لہجے میں بولے۔

''ڈرامہ تھا تو نہیں بنا دیا گیا۔'' وہ پھولے ہوئے منہ کے ساتھ بولا۔

''آپ نے پانچ ہزار کی انگوٹھی سامعہ کے لیے خریدی تھی اور دے دی زرتاشیہ کو یعنی زرتاشیہ والا معاملہ ٹچ ہے۔'' میاں جی خاصے بوکھلائے ہوئے تھے۔

''بابا! سامعہ نے آناً فاناً انگوٹھی زرتاشیہ کو دے دی۔''

''مگر کیوں؟'' وہ چلائے۔

''بس شاید وہ بوکھلا گئی زرتاشیہ اس کے پاس تھی اور...''

www.pdfbooksfree.pk

''گھامڑ! آپ کو اس وقت جانا تھا کیا؟''

''دیکھ بھال کے ڈر ڈر کے جانا تو ایسا ہی ہوتا ہے۔نانو کی کڑی نگاہیں تو تعاقب میں رہتی ہیں۔''

''مجھے ترس آرہا ہے زرتاشیہ پر بے چاری کتنی خوش ہے۔اسے نہیں معلوم اس خوشی کی حقیقت کیا ہے۔عجیب سی بات ہے ایسا لگتا ہے کہ زرتاشیہ کو ہم دھوکا دے رہے ہیں۔اس کے خوابوں کو تعبیر سے محروم کر رہے ہیں۔'' میاں جی نرم دل اور نرم خو ہونے کے باعث دکھی سے ہوگئے۔تب فرحان نے بھی کچھ ندامت محسوس کی مگر وہ تو کسی اور کا ہوچکا تھا۔

''بابا! دل چاہتا ہے زرتاشیہ کو سچ سچ بتادوں۔'' وہ بولا۔

''شاباش تاکہ گھر میدان جنگ بن جائے آپ کی ماما' اپنی اماں جان کی چیخ و پکار تلے دب جائیں اور ہم گھر بدر کر دیے جائیں۔'

''پھر۔''

”پھر یہ کہ میرے بچے آئندہ کچھ دیتے ہوئے دھیان رکھنا زرتاشیہ کو طریقے سے اس گرداب سے نکالنا ہے۔تاکہ اسے صدمہ نہ ہو۔“ میاں جی بولے۔

”پتا نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں۔میری سمجھ ہیں کچھ نہیں آرہا۔زرتاشیہ کی خوش فہمی نے نیا رخ اختیار کرلیا ہے۔“ وہ جھنجلا سا گیا۔

”چلو چھوڑو دیکھا جائے گا‘ آپ نے محسوس نہیں کیا کہ نانو کے لہجے میں کتنی تبدیلی آئی ہے۔“

”ارے بیٹا آپ کی نانو دل کی بری نہیں ہیں۔ان کی محبت کا انوکھا سا انداز ہوتا ہے۔“

”بابا! ایسے کیسے ٹھیک ہوگا۔وہ اپنے کمرے میں بند اور میں اپنے میں۔“ وہ جذباتی سا ہوا تو میاں افتخار نے چلتے چلتے اس کا کان پکڑ کے دبایا۔

”دل قابو میں رکھو صاحبزادے ورنہ سب چوپٹ ہوجائے گا۔تانیہ کے ایگزامز ہوگئے ہیں۔اب گھر ہیں آپ کی اور تانیہ کی شادی کا مسئلہ کھڑا ہوگا۔“

www.pdfbooksfree.pk

”جس دن مسئلہ کھڑا ہوگا اسی دن میں صاف صاف بتادوں گا۔“

”صبر‘ حوصلہ فی الحال یہ بتائو کہ کاروبار کب شروع کرنا ہے۔اپنے پاس پلاٹ ہیں اور ایک عدد دکان۔شاید کچھ رقم اکائونٹ میں بھی ہو۔“

”ماما بھی تو کہتی رہتی ہیں۔ان کے پاس بھی کچھ پیسے ہیں۔“ وہ بولا۔

”بھی ان کے روپے پیسے کا ہمیں کچھ علم نہیں وہ اپنی اماں جان کے سوا کسی کو کچھ نہیں بتاتیں۔“ میاں جی نے واپسی کے لیے مڑتے ہوئے کہا۔

”خیر کچھ تو کرنا ہے۔ورنہ ملازمت کرلیتا ہوں۔“

”ہنہ یہ بھی اچھا آئیڈیا ہے۔اپنا سی وی مختلف ملٹی نیشنل کمپنی کو بھیجتے رہو۔“

”اور بابا اگر شادی کے لیے دائرہ تنگ کیا گیا تو میں سامعہ کو لے کر یہاں سے چلا جائوں گا۔“

”یار! جلد بازی نہیں، ابھی تو فلم شروع ہوئی ہے۔بہت کچھ باقی ہے۔“ وہ بولے۔

''بابا! مسز جیری کا فون آیا تھا۔وہ یہاں سے جا رہی ہیں۔ایک بار سامعہ سے ملنا چاہتی ہیں۔'' اسے یاد آیا۔

''تو ملوادیتے ہیں آپ ایاز کی طرف انہیں بلالیں۔میں خود سامعہ کو لے آئوں گا۔'' میاں بجی نے اس کی مشکل حل کردی۔

''یہ ہوئی نا بات۔'' وہ خوش ہوگیا۔

اور پھر گھر واپس آنے تک وہ سارے راستے کل کے پروگرام ذہن میں ترتیب دیتا رہا۔

بڑی بیگم' رفیعہ کو دیکھ کر کھل اٹھیں۔بڑی گرم جوشی سے گلے لگایا۔محبت سے اپنے قریب صحن میں تخت پر بٹھایا عادل کرسی پر بیٹھ گیا۔

''رفیعہ! بہت خوش ہو رہی ہے تمہیں دیکھ کر۔''

''مجھے بھی بہت خوشی ہور ہی ہے' بس چاہتے ہوئے بھی فرصت نہیں ملتی۔''

www.pdfbooksfree.pk

''ٹھیک کہہ رہی ہو رفیعہ' گھر کے ہزار بکھیڑے ہوتے ہیں۔'' بڑی بیگم نے تائید کی۔

''کام تو اتنے نہیں ہوتے عادل کے ابا کی بیماری نے بالکل پیر باندھ دیے ہیں۔''

بڑی بیگم نے اثبات میں گردن ہلائی۔

''آج تو بہت خوشی کا دن تھا۔عادل نے اپنے ابا کے اسٹور کو کھولا ہے زردے کی دیگ بنوائی تھی۔آپ سب کے لیے لے کر آئی ہوں۔''

''ماشاء اللہ، اللہ مبارک کرے۔'' بڑی بیگم نے بڑے سے شاپر میں بندھی دیگچی پکڑتے ہوئے کہا۔

''بس دعا کیا کریں۔'' رفیعہ نے ان سے کہا۔

''رفیعہ! اللہ خوش رکھے' آباد رکھے یہ بچے پھلیں پھولیں۔یہی رات دن دعا کرتی ہوں۔''

''یہ شاہدہ' افتخار نظر نہیں آرہے۔'' رفیعہ نے چاروں طرف نظر دوڑانے کے بعد پوچھا۔

''وہ گھر میں ہیں ہی نہیں' تانیہ کو کچھ خریدنا تھا شاہدہ اور میاں افتخار بھلا کیسے ٹال سکتے تھے۔''

''ابھی گئے ہیں کیا؟''

''نہیں آنے والے ہوں گے۔انہیں پتا ہے کھانا لگنے کا وقت ہوگیا ہے۔'' بڑی بیگم نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

''کھانا لگا دوں۔'' اسی اثنا میں ناجی نے باورچی خانے سے آکر پوچھا۔

''ہاں! اور سنو پہلے شامی کباب فرائی کرو اور مسالا لگے ہوئے چکن کو ڈیپ فریزر سے نکال کر کڑاہی میں ڈال کے چولہے پر رکھو جب گوشت کھل جائے تو ٹماٹر' ہری مرچ اور گرم مسالا ڈال کر بھون

لینا۔'' انہوں نے رفیعہ اور عادل کی وجہ سے ناجی کو ہدایت کی۔

www.pdfbooksfree.pk

''جی اچھا۔''

''اور سنو! سلاد' رائتہ بھی ڈھنگ سے بنانا دال خشکا بن گئے؟'' انہوں نے اسے روک کر مزید ہدایت کی اور پوچھا۔

''جی سب تیار ہے' میٹھا بھی بنا دیا ہے۔'' ناجی نے بتایا۔

'' ٹھیک ہے۔''

''ہمیں تو پھر اجازت دیں۔عادل کے ابا کو کھانا دینا ہے اور ان کی دوا کا وقت ہوگیا ہے۔''

''ہیں! ارے بائولی ہوئی ہو' نہ کچھ کھایا نہ پیا' ایسے کیسے بھیج دیں۔''

''اماں جان! کوئی ضروری تو نہیں ہے۔'' اتنی دیر میں عادل نے پہلی بار زبان کھولی۔

''ارے عادل میاں! آپ چپ رہو' یہ ناجی کو ہدایت ہم نے اپنے لیے دی ہے۔ہمارے رات کے کھانے میں دال اور خشکا ہی بنتا ہے۔'' انہوں نے کہا۔

"مگر" عادل نے کچھ کہنا چاہا۔

"ارے بیٹا! بھول کے آ گئے ہو تو سب سے مل کر جانا۔"

"دیر ہوجائے گی۔" رفیعہ نے کہا۔

"نہیں ہوتی ہم خود جا کر دیکھتے ہیں۔بس دس منٹ بیٹھو۔" بڑی بیگم نے اصرار کیا اور خود کچن کی طرف چلی گئیں۔

"آپ کو بہت شوق تھا یہاں آنے کا۔" عادل بور ہو رہا تھا۔

"بیٹا! رشتے داری ہے اور نبھانی ہے' نہیں معلوم کہ کیوں یہاں آنے کا شوق ہے۔" رفیعہ نے مسکرا کر دھیرے سے پوچھا۔تو وہ تانیہ کے خیال سے چپ ہوگیا۔

سچ مچ دس بارہ منٹ میں کھانا میز پر لگ چکا تھا' مگر رفیعہ نے ان کے بلانے پر سب کا انتظار کرنے کو کہا۔تو وہ بولیں۔

www.pdfbooksfree.pk

"رفیعہ! یہ اس گھر کا دستور نہیں' کھانے کا وقت ہوگیا کھانا تیار ہو تو کوئی ہو یا نہ ہو' جو موجود ہوتے ہیں کھالیتے ہیں۔بعد میں کسی کے لیے کھانا نہیں لگتا۔

"مگر..." عادل نے کچھ کہنا چاہا۔

"اگر مگر چھوڑو عادل میاں' کھانا کھاؤ۔" انہوں نے بڑی صاف گوئی سے اسے کھانے پر مجبور کردیا۔

"ناجی! ٹرے زرتاشیہ کو دے کر آؤ' زبیر بھی آگیا ہے۔" بیٹھتے ہوئے ناجی کو آواز دے کر کہا۔

"فرحان! کہاں ہوتا ہے؟" عادل نے پلیٹ میں سالن ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"فرحان بھی ہوگا دوستوں کے ساتھ' آج کل اس کے پاس کرنے کو کوئی کام نہیں ہے۔" بڑی بیگم نے سرسری انداز اختیار کیا۔

”زرتاشیہ کیسی ہے؟ نرگس کو ملے بھی زمانہ ہوگیا۔“ رفیعہ نے قطعاً انجان ہونے کے باعث کہہ دیا۔ بڑی بیگم کے چہرے پر بہت سی شکنیں بنیں اور اپنا تاثر رفیعہ پر واضح کر گئیں۔

”رفیعہ تم تو اپنی ہو‘ تم سے کیا پردہ؟ نرگس تو میرے زبیر کی زندگی کا ناسور ہے‘ پھول سی بچی ماں کی عدم دلچسپی کی وجہ سے کمہلا کے رہ گئی ہے اور وہ بھائی کے پاس عیش کر رہی ہیں۔“

”کیا مطلب؟“ رفیعہ چونکیں۔

”مطلب یہی کہ گھر سے گئی ہیں نہ خیر نہ خبر زرتاشیہ کا ٹخنہ اترا‘ پلستر چڑھا رہا اس نے پلٹ کر نہیں پوچھا جانے کیا چاہتی ہے؟“ بڑی بیگم افسردہ سی ہوگئیں۔ نوالہ پلیٹ میں ہی رہ گیا۔ رفیعہ کو بھی حیرت کے ساتھ ساتھ دکھ ہو رہا تھا۔

”زرتاشیہ اکیلی رہ رہی ہے؟“

www.pdfbooksfree.pk

”ہاں زبیر آجاتا ہے کچھ وقت یہاں آجاتی ہے تھوڑا بہت وقت نکال کے ہم چلے جاتے ہیں۔ تم جانتی ہو اس گھر کے الجھاؤں سے ویسے ہی فرصت نہیں ملتی۔ بس بچی اتنی صابر شاکر ہے کہ کیا بتاؤں۔“ بڑی اماں کی آنکھیں نم آلود ہوگئیں۔

”یہ تو نرگس نے بر اکیا۔“ رفیعہ نے کہا

”ارے برے سے برائی ہی کی توقع رکھنی چاہیے۔“ وہ چلا پڑیں۔ اندر کا غصہ باہر نکال دیا۔

”ظاہر ہے آپ کے لیے تو نئی پریشانی کھڑی ہوگئی۔“

”اسی لیے تو رفیعہ بی اس سے زرتاشیہ کی شادی کی ہزار بار بات کرچکی ہوں۔ وہ اس گھر میں آجائے تو چلو مجھے سکون مل جائے۔ ہاں بھئی تم کو عادل کی شادی کی جلدی نہیں ہے کیا؟“ انہیں بولتے بولتے

یک دم یاد آگیا تو خاصا دبائو ڈال کے بولیں۔

”اب بس شادی ہی کرنی ہے۔پہلے عادل کی ملازمت کا مسئلہ تھا۔اب ماشاء اللہ اپنا کام شروع کردیا ہے۔تو میں یہ بات ہی کر کے جائوں گی۔“ رفیعہ نے ان کی بھرپور تائید کی۔

”بس جلدی کا کہو‘ ورنہ تانیہ بی بی بہت اونچی ہوائوں میں ہیں۔“

”امی! اب چلیے دیر ہوگئی ہے اسٹور مجھے جا کر خود لاک کرنا ہے۔“ عادل نے کلائی پر بندھی گھڑی پر نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔

”ہاں‘ اماں جان! اب اجازت دیجیے۔بس شاہدہ کو آپ پیغام دے دیجیے گا اور میں تانیہ کے لیے سوٹ لائی ہوں وہ دے دیجیے گا۔“ رفیعہ نے کھانے کی میز سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”چلو ٹھیک ہے۔“ بڑی بیگم نے محبت سے رفیعہ کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔

عادل نے موٹر سائیکل اسٹارٹ کی۔بڑی بیگم گیٹ تک انہیں رخصت کرنے آئیں۔

www.pdfbooksfree.pk

☆☆...☆☆...☆☆

رات کو ان لوگوں کی واپسی خاصی دیر سے ہوئی۔بڑی بیگم‘ ناجی دونوں سو گئی تھیں۔کافی دیر ہارن دینے پر ناجی کی آنکھ کھلی۔بڑی بیگم دن میں تو بہت محتاط نیند سوتی تھیں‌لیکن رات کی دوائیں ایسی تھیں کہ جن کی وجہ سے خاصی گہری نیند آتی تھی۔ناجی نے گیٹ کھولا۔میاں افتخار نے گاڑی اندر کھڑی کی۔فرحان کی گاڑی نہیں تھی۔وہ تو کچھ سوچ کر ٹال گئے۔البتہ شاہدہ بیگم نے پوچھ لیا۔

”فرحان نہیں آیا ابھی۔“

”وہ‘ اس نے فون کر کے بتادیا تھا کہ رات دوست کی طرف رہے گا۔“ میاں افتخار نے جلدی سے کہا۔شاہدہ بیگم خاموشی سے مطمیئن انداز میں تانیہ کے ہمراہ اندر چلی گئیں۔میاں افتخار بھی سیدھے کمرے کی طرف چلے گئے۔ کسی کو کسی کے آنے جانے کی خبر نہ ہوئی۔

صبح سویرے بڑی بیگم نے نماز پڑھ کر کمرے سے باہر آتے ہی۔واشنگ مشین لگا کر کپڑے دھونے میں مصروف ناجی سے پڑتال کی۔

''یہ لوگ کتنے بجے آئے تھے؟''

''رات کو آگئے تھے۔'' ناجی نے سادگی سے جواب دیا۔

''رات کو کتنے بجے آئے تھے یہ بتائو۔''

''میں نے گھڑی نہیں دیکھی تھی۔'' وہ دانستہ ٹال گئی۔حالانکہ اس کی نگاہ وال کلاک پر پڑی تھی۔رات کا ایک بج رہا تھا۔

''تجھے سب پتا ہوتا ہے چشم پوشی کرتی ہے۔'' وہ خود گھاگ تھیں۔

''آپ کو تو بس تھانے دار ہونا چاہیے تھا۔'' ناجی نے جل کر جواب دیا۔

''ارے تو پگلی' ہماری اماں جان تھانے دار ہی تو ہیں گھر کی تھانے دار۔'' اس لمحے میاں افتخار اخبار لیے صحن میں آتے ہوئے بولے تو ناجی ہنس پڑی۔اماں

www.pdfbooksfree.pk

جان بھی خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ تخت پر ان کے قریب ہی بیٹھ گئیں۔

کچھ دیر تسبیح پڑھنے میں مصروف ہوئیں۔فارغ ہوتے ہی باورچی خانے میں جانے سے پہلے ان سے پوچھا۔

''میاں کہاں گئے تھے جو گھر یاد نہ رہا۔''

''بس تانیہ اور شاہدہ نے شاپنگ کی اور اس میں دیر ہوگئی تھی' گھر کے کھانے کا وقت ختم ہوگیا تھا۔اس لیے باہر کھانا کھلانا پڑا۔''

''ارے رہنے دو میاں' تم بیٹی' بیوی کے سامنے دم نہیں مار سکتے انہوں نے فرمائش کی ہوگی اور تم سر جھکا کر چل دیئے۔'' وہ خاصی کڑک آواز میں بولیں۔

''اماں جان! کیا کریں ابھی اس گھر میں رہنا جو ہے' آپ کو تو پتا ہے ہم آپ کی بیٹی کے سامنے پہلی دفعہ ہی سر جھکا بیٹھے تھے۔'' وہ شرارت سے بولے تو ناجی کھی' کھی کر کے ہنسنے لگی۔

"تو کیوں دانت نکال رہی ہے۔" وہ ناجی پر برس پڑیں۔

"ہاں! تمہاری یہ جرأت کہ تم ہماری فرمانبرداری کا یوں مذاق اڑائو۔" میاں افتخار نے آنکھ دبا کر ناجی کو ڈانٹا۔

"کتنے عرصے بعد رفیعہ بے چاری آئی تھی اور بیٹھ بیٹھ کر چلی گئی۔" وہ نارمل سے انداز میں بولیں۔

"کیا بھابی آئی تھیں، کب؟" میاں افتخار چونکے۔

"تم لوگوں کے جاتے ہی آئی تھیں۔انہیں کیا معلوم تھا کہ اب ہم نے اونچے لوگوں کے ڈھنگ اپنالیے ہیں۔" اتنا کہہ کر وہ ناجی کو باورچی خانے میں آنے کا کہہ کر خود بھی چلی گئیں۔بات درمیان میں رہ گئی۔

اور دوبارہ جب ناشتا میز پر لگ گیا۔میاں افتخار' شاہدہ آکر بیٹھ گئے ناجی نے تانیہ کی طرف سے ابھی نہ آنے کا اعلان کردیا تو اماں جان نے ناشتا شروع کر دیا۔میز پر زردے کی پلیٹ دیکھ کر شاہدہ

www.pdfbooksfree.pk

چونکیں۔

"خیریت! اماں جان یہ ناشتے پر ہماری پسند کا اہتمام۔" میاں جی کی باچھیں کھل اٹھیں زردہ انہیں بہت پسند تھا۔بلکہ میٹھا کھانے کے ساتھ روزآنہ ہی ان کی وجہ سے بنتا تھا۔

"آپ نے رات زردہ بنایا تھا۔" شاہدہ نے پوچھا۔

"ارے نہیں بھئی' رات رفیعہ اور عادل آئے تھے۔عادل کے کام شروع کرنے کی خوشی میں زردے کی دیگ بنوائی تھی۔ہاں یاد آیا۔تانیہ کے لیے ایک سوٹ بھی دے گئی ہیں۔" انہوں نے تفصیل سے بتایا شاہدہ بیگم کے چہرے پر سناٹا سا چھا گیا۔جب کہ میاں افتخار خوش ہو کر بولے۔

"پھر تو سب سے پہلے زردہ ہی کھائیں گے۔"

"جی' آپ کے بھتیجے نے تیر مار اہے' ضرور کھایئے۔" شاہدہ بیگم نے دبی دبی نرمی اور دبا دبا طنز یک جا کردیے۔تو میاں جی کے ساتھ اماں جان بھی ٹھٹکیں۔

"کیا مطلب؟" اماں جان نے پوچھا۔

"کچھ نہیں' اب زردہ باٹنا وہ بھی اسٹور کھولنے کی خوشی میں مجھے تو کچھ پسند نہیں آیا' بھئی آپ لوگوں کے لیے خوشی کی خبر ہے۔" شاہدہ بیگم نے آملیٹ پلیٹ میں ڈالتے ہوئے دھیرے سے جواب دیا۔

"بھئی آج کے دور میں اپنا کام ہی وارے میں آتا ہے۔نوکریوں میں کچھ نہیں پڑا۔پہلی بات تو یہ کہ نوکریاں ملنا آسان نہیں' دوسری بات یہ کہ مارکیٹنگ اور سیل میں خون نچوڑنے کے بعد بھی کوئی مستقبل نہیں سمجھا جا رہا۔" میاں افتخار نے حسب پسند زردے پر دہی ڈال کے کھاتے ہوئے کہا۔

"ارے لڑکا ہیر اہے ہیرا' ایسی اولاد اللہ سب کو دے۔رفیعہ کو شاباش ہے ایسی تربیت کی ہے کہ دل خوش ہوا ہے۔" اماں جان نے توصیفی کلمات کے ذریعے شاہدہ کو پہلو بدلنے پر مجبور کردیا۔وہ سمجھ گئیں کہ اماں جان ان کی تربیت پر تنقید کر رہی ہیں، مگر وہ خاموش رہیں۔

www.pdfbooksfree.pk

"ہم نے تو کہہ دیا رفیعہ سے کہ اب بیٹے کی شادی جلدی کرو۔" اماں جان نے ایک اور ایسی بات کہہ دی جو شاہدہ بیگم کے لیے برداشت کرنی مشکل ہوگئی وہ معذرت کر کے اٹھ کھڑی ہوئیں۔میاں جی کو کچھ تشویش سی ہوئی۔ مگر خاموش رہے۔

واش روم سے باہر نکلی تو ناجی نے بیڈ پر رکھے شاپر کی طرف اشارہ کیا اور صفائی میں مصروف ہوگئی۔

"یہ کیا ہے؟" اس نے تولیہ ایک طرف رکھ کر بال جھٹکتے ہوئے پوچھا۔

"خود ہی دیکھ لیں' آپ کے لیے تحفہ آیا ہے۔" ناجی نے شریر انداز میں بتایا۔

"تحفہ کون لایا ہے اور ہے کیا؟" بڑبڑاتے ہوئے اس نے شاپنگ بیگ سے پیکٹ نکالا پھر اسے کھولا تو لان کا سوٹ نکلا اس نے ابرو چڑھا کر ایک بار پھر ناجی کی طرف دیکھا۔

"تم ٹھیک سے بتاتی کیوں نہیں کون لایا ہے یہ چیتھڑے؟"

''توبہ' توبہ تانیہ بی بی' ان کپڑوں کو آپ چیتھڑے کہہ رہی ہیں۔یہ آپ کے سسرال سے آئے ہیں۔رفیعہ بیگم صاحبہ اور عادل صاحب لائے تھے۔'' ناجی نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے بتایا تو اس کو پتنگے لگ گئے۔

''کیوں' کیوں لائے تھے؟ اور تم نے کیوں لیے؟'' اس نے پیکٹ اس کے منہ پر دے مارا۔

''میں نے تو نہیں لیے بڑی بیگم صاحبہ کو دے کر گئے ہیں اور اس میں حرج کیا ہے۔وہ اتنی خوشی سے لائی ہیں۔'' ناجی نے تنک کر کہا۔

''ہنہہ! خوشی سے' لے جائو یہ فوراً ، کسی نوکر کو دے دو' یا خود رکھ لو' میں تو ایسے کپڑے پہنتی ہی نہیں۔''

ناجی نے بالکل ایسا ہی کیا اٹھا کر بڑی بیگم کے حوالے کر آئی۔وہ اس وقت زرتاشیہ کو گلے سے لگائے دھیرے دھیرے باتیں کر رہی تھیں۔اس لیے کوئی نوٹس نہ لیا۔مگر جیسے ہی زرتاشیہ اٹھ کر گئی۔تو وہ فوراً اس کی طرف متوجہ ہوئیں اور کھلے پیکٹ سے سب کچھ سمجھ گئیں۔اس وقت میاں افتخار اور شاہدہ

www.pdfbooksfree.pk

گھر پر نہیں تھے۔اس لیے وہ چپ ہوئیں کہ شام کو بات کروں گی۔حالانکہ تانی نے تو جنگ کا اعلان کردیا تھا۔وہ نہیں چاہتی تھیں کہ بلاوجہ بات بڑھے مگر ناجی نے باورچی خانے میں قصہ چھیڑ دیا۔

''بڑی بیگم صاحبہ! تانیہ بی بی کو یہ رشتہ پسند نہیں ہے۔'' ہنڈیا بھونتے بھونتے ان کا ہاتھ رک گیا۔

''اس نے کچھ کہا ہے؟'' پر تفتیش نظروں سے اسے گھورا۔

''نہیں مگر آپ کو ان کی حرکتوں سے اندازہ نہیں ہے کیا؟''

''اندازہ تو ہے' شاہدہ نے ہی آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔اچھی ماں بن کر تربیت نہیں کی۔'' وہ تاسف بھرے لہجے میں بولیں۔

''آپ شاہدہ بیگم صاحبہ کو برا نہ کہا کریں۔وہ تو بہت اچھی ہیں۔''

''ہاں بہت اچھی ہیں' خاموشی سے سب فرمائشیں پوری کرتی ہیں۔نہ بیٹی پر توجہ اور نہ بیٹے کی فکر ، رات سے برخوردار غائب ہیں۔کسی نے پوچھا۔ہمیں تو ویسے ہی دقیانوسی کہتے ہیں۔'' بڑی بیگم نے

کہا۔

''اچھا میں تانیہ بی بی کے کپڑے استری کرنے جا رہی ہوں۔'' ناجی نے سلاد تیار کر کے ہاتھ دھوئے اور جانے کو مڑی۔

''انہیں اب کہاں جانا ہے؟''

''کیا پتا۔''

''پہلے زرتاشیہ کے پاس جائو اور کہو کہ ہم نے پسندے بنائے ہیں' کھانا یہاں ہمارے ساتھ آکر کھائے' زبیر کے لیے بھی کھانا رکھ دیں گے۔'' انہوں نے اسے کہہ کر بھیجا اور خود ابلتے ہوئے پانی میں چاول ڈالنے لگیں۔دراصل پسندے زبیر احمد کو بہت پسند تھے' نرگس تو کبھی ان کی پسند کا خیال رکھتی نہیں تھی اس لیے وہی بیٹے کی پسند کی اکثر ڈشز بناتی تھیں۔آج کل تو انہیں

www.pdfbooksfree.pk

ویسے بھی اندر ہی اندر غم کھائے جا رہا تھا اور زرتاشیہ کی فکر ستا رہی تھی۔ماں کی غیر موجود گی میں وہ بالکل کمہلا کے رہ گئی تھی۔کیا کریں اور کیا نہ کریں یہ سرا ان کے ہاتھ میں نہیں آرہا تھا۔

☆☆...☆☆...☆☆

پچھلے دو گھنٹے سے میاں افتخار اکیلے اسے سمجھا رہے تھے۔فرحان بالکل خاموش تھا۔ایاز اور صائمہ بھی چپ تھے۔سامعہ خود ساکت سی بیٹھی تھی۔میاں جی نے اپنی بات مکمل کر کے ان تینوں کی طرف دیکھا۔یہ جاننے کے لیے کہ وہ ٹھیک سوچ رہے ہیں یا غلط۔

''میرا خیال ہے کہ آپ کی پلاننگ ٹھیک ہے۔'' ایاز نے کہا۔

''لیکن کیا یہ راز رہ سکے گا۔کہیں کوئی جان پہچان والا مل گیا تو؟'' صائمہ نے پوچھا۔

"مل تو سکتا ہے۔اس کے لیے کچھ عرصہ سامعہ کو بالکل لوگوں سے کٹ کے رہنا ہوگا۔میری کوشش ہوگی کہ جلد از جلد اس کو اصل جگہ قائم کرا سکوں۔" میاں افتخار نے جواب دیا۔

"اور وہ فرحان کی شادی والا معاملہ؟" ایاز بولا۔

"بیٹا! وہ بہت زور شور سے جاری ہے۔دراصل بچپن کے فیصلے اتنی آسانی سے بدلے نہیں جاتے۔وہ بھی ایسے گھر میں جس میں چیف آف آرمی اسٹاف ہماری ساس جیسی ہو۔" میاں جی ہنس کر بولے۔

"اور آنٹی؟" صائمہ کی زبان پر یہ لفظ اٹکا۔

"وہ بہت فرمانبردار بیٹی او رممتا سے بھر پور ماں ہیں۔ہماری حیثیت ان دونوں کے درمیان کیا ہوگی۔یہ خود سوچ لیں۔"

"پھر سامعہ کا کیا ہوگا؟" ایاز اور صائمہ پریشان ہو کر ایک ساتھ بولے۔

www.pdfbooksfree.pk

"صرف سامعہ کا نہیں' فرحان اور فرحان کے ابا بھی رگڑے میں آئیں گے۔ لیکن پوزیٹو سوچو' سامعہ کے جانے سے کوئی نئی بہتری بھی تو آسکتی ہے۔بات سے بات نکل سکتی ہے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے' سامعہ کو حسب پروگرام لے جایئے۔آگے دیکھا جائے گا کیوں سامعہ؟" فرحان نے پہلی مرتبہ اس سے کہا۔

"جیسے آپ کہیں' ہیں تو آپ کے فیصلے کے احترام کی پابند ہوں۔جو ہوگا وہ میرا مقدر مگر میں آپ کے لیے اور میاں جی کے لیے کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہونے دوں گی۔" سامعہ نے بڑے رسان سے جواب دیا۔

"جیتی رہو بیٹا! ہم پوری کوشش کریں گے کہ آپ کو' آپ کا حق ملے خوشیاں ملیں۔" میاں جی نے اٹھ کر سامعہ کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"اب تم استعفیٰ لکھ دو۔مختصر سا سامان پیک کرو اور بابا کے ساتھ آجائو۔" فرحان نے ایک دم کہا۔

"ابھی۔" وہ چونکی۔

"ہاں! جو کرنا ہے اس میں تاخیر کیوں کی جائے۔"

"چلو ایسا ہی کر لیتے ہیں۔فرحان پہلے چلا جائے۔آج اس کی ماما اور بہن سب گھر میں ہیں۔ہم آکر دھماکہ کرتے ہیں۔" میاں جی نے بھی فرحان کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"چلیں سامعہ بھابی آپ وہم نہ کریں۔اللہ کا نام لے کر جائیں۔" ایاز نے سامعہ کے چہرے پر پھیلی فکر کی پرچھائیاں دیکھ کر کہا۔

"میں فکر مند نہیں ہوں ایاز بھائی اس تذبذب میں ہوں کہ کیا میں فرحان کے لیے کچھ کر سکوں گی؟"

"اللہ سے اچھائی کی امید رکھو۔" فرحان نے سامعہ کو براہ راست مخاطب کیا۔

☆☆...☆☆...☆☆

کھانا ختم کر کے زبیر احمد ہاتھ دھونے کے لیے واش روم کی طرف گئے زرتاشیہ نے میز سے سب برتن سمیٹ کر کچن کا رخ کیا۔زبیر احمد ہاتھ

www.pdfbooksfree.pk

صاف کرتے ہوئے اپنے بیڈ روم میں جانے سے پہلے زرتاشیہ کو بھی اپنے پاس آنے کا کہہ کر گئے اس نے کچن سے ہی جی اچھا کہا زبیر احمد نے کمرے کا اے سی آن کیا۔ایزی چیئر پر بیٹھے تو فون کی گھنٹی بجنے لگی۔بادل نخواستہ انہیں وہ فون اٹینڈ کرنا پڑا۔

"ہیلو۔"

"زبیر! فون بند نہیں کرنا۔میری بات سنو۔" دوسری طرف نرگس تھی۔وہ جزبز سے ہو کر بولے۔

"راستے بند کرنا' فون بند کرنا میری عادت نہیں ہے۔"

"چلو یہ برائی بھی مجھ میں ہی ہے۔" وہ تڑخی۔

"بے کار بحث کا کیا فائدہ؟ مطلب کی بات کرو۔"

"دیکھو! میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ مجھے اب واپس نہیں آنا۔لہٰذا آپ مجھے آزاد کر دو۔نہ آپ کو شکایت نہ مجھے شکایت۔" وہ بڑی صاف گوئی سے بولی۔

''ٹھیک ہے کاغذات بھیج دو۔میں دستخط کردوں گا۔'' بڑی ہمت سے انہوں نے بھی کہہ دیا۔

''زبیر میری بیٹی تم مجھے دے دو۔'' وہ اٹکتے اٹکتے بولی۔

''وہ خود مختار ہے۔اپنا فیصلہ میں اس پر مسلط نہیں کرسکتا۔''

''مجھے معلوم ہے' اسی کو تو میرے خلاف استعمال کرو گے۔'' وہ غصے سے بولی۔

''بیٹی کو بھی بدگمانی کی نگاہ سے دیکھتی ہو۔'' وہ طنزیہ ہنسے۔

''مجھے کچھ نہیں چاہیے۔سنبھال کر رکھو بیٹی کو بھی۔''

''نہیں جو کچھ چاہیے آکر لے جائو زرتاشیہ اگر جانا چاہے تو اسے بھی لے جائو مگر اب مجھ سے کبھی تقاضا نہیں کرنا۔'' انہوں نے یہ کہہ کر فون کھٹ سے بند کردیا۔کرسی کی پشت سے سر ٹکایا تو زرتاشیہ نے گلے میں بازو حمائل کردیے۔

www.pdfbooksfree.pk

''پپا! پلیز آپ اپ سیٹ نہ ہوں۔''

''جان عزیز! میں کہاں اپ سیٹ ہوں۔'' انہوں نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے سامنے بٹھاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''مما نے اس دن بھی فون پر ایسا ہی کہا تھا۔''

''اور وہ ایسا ہی کہتی رہیں گی۔میں بخوبی جانتا ہوں۔'' وہ ہنسے دکھ کے ساتھ۔

''تو پھر؟''

''پھر کیا بیٹا آپ کی دادو کہتی ہیں کہ ہوا کو زنجیر نہیں پہنائی جاتی ضدی گھوڑی کو لگام ڈالی نہیں جاتی۔''

''پپا! ایک بار آپ ان سے مل کر بات کریں۔''

''نہیں بیٹا! یہ چیپٹر اب کلوز ہوچکا ہے۔آپ سوچ لو کہ آپ کو کس کے پاس رہنا ہے۔'' وہ خاصے افسردہ سے لہجے میں بول کے خاموش ہوگئے۔

”پپا! مما اگر غلط ہیں تو آپ انہیں سمجھانے کی کوشش بھی نہیں کریں گے؟“

”زرتاشیہ! آپ سمجھ دار ہو‘ خود بتائو جو وہ ارادہ کرتی ہیں۔ کبھی اس سے واپس آئیں اور سمجھانے کی کی تو گلریز بھائی نے بھی نہیں چھوڑی ہوگی۔ نرگس آپ کی مما بعد میں ہیں اور میری بیوی پہلے‘ میں رگ رگ سے واقف ہوں۔اس نے اس شادی کو کبھی دل سے قبول ہی نہیں کیا۔اب تو وہ منہ سے فیصلہ مانگ رہی ہے۔آپ چاہتی ہو کہ آپ کے پپا اس کے پیروں پر سر رکھ کے منائیں۔تو آپ کی خوشی کے لیے میں شاید ایسا کردوں۔“ وہ بولتے بولتے ذرا دیر کو رکے تو زرتاشیہ کی آنکھیں چھلک پڑیں۔

”نہیں پپا میں ایسا کبھی نہیں چاہوں گی۔میں تو بس آپ دونو ں کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔“ وہ رو دی۔

”بیٹا! ہر بچہ یہی چاہتا ہے۔مگر ضروری نہیں کہ سب مائیں ایسا چاہیں یا سب باپ ایسا کریں۔اب تک سمجھوتے کی جو چادر اس گھر پر تنی رہی وہ صرف

www.pdfbooksfree.pk

آپ کی وجہ سے تھی۔خود سوچو کتنی معمولی سی بات کا بہانہ بنا کر وہ ہمیشہ کے لیے چلی گئیں۔“ انہوں نے اسے گلے سے لگا کے دھیرے دھیرے کہا۔

”یہی تو دکھ ہے انہوں نے میرا بھی خیال نہیں کیا۔“

”بس اب آپ بھی کچھ نہ سوچو‘ آپ کو کون سا ہمیشہ یہاں رہنا ہے اور میں ٹھہرا بیمار آدمی‘ جانے کب دل جواب دے جائے۔“ انہوں نے اس انداز سے کہا کہ وہ شدت غم سے تڑپ اٹھی۔اپنا ہاتھ ان کے لبوں پر رکھ دیا۔

”پپا! اللہ آپ کو میری عمر بھی لگا دے۔آپ کے سوا میرا کون ہے؟“

”وہ ہے نا فرحان وہ ہماری بیٹی کا بہت خیال رکھے گا۔“ فضا خوش گوار بنانے کے لیے زبیر احمد نے شرارت کا سہارا لیا۔تو وہ روتے روتے مسکرا دی اور شرما گئی۔بظاہر زبیر احمد مطمئن ہوگئے اور اسے

مطمئن بھی کردیا لیکن حقیقت میں ان کی آنکھوں کے کونے نم تھے۔رفاقت تلخ تھی مگر اس عمر میں یہ فیصلہ کڑا اور تکلیف دہ تھا، مگر نرگس کو یہ سمجھانا بہت مشکل تھا۔اسے رفاقت کے کسی ایک لمحے کا بھی احساس نہیں تھا۔لاکھ

کم گو'' سنجیدہ سے زبیر احمد اس کی نظر میں تھے۔مگر انہوں نے جب جب اس کی آنکھوں میں قربت کے احساس کی چمک دیکھی تھی اسے احساس سے بڑھ کر پیار دیا تھا۔

بہت عرصے تک زبیر احمد یہ سوچتے رہتے تھے کہ اسے کس طرح خوش رکھا جا سکتا ہے۔کئی مرتبہ تو انہوں نے اس سے یہ پوچھ بھی لیا تھا مگر ہر بار وہ تڑخ کر یہی کہتی تھی کہ

''زبیر احمد! تم وہ بن ہی نہیں سکتے جو مجھے خوش رکھ سکے۔'' اور زبیر احمد سر تا پیر سلگ اٹھتے۔

☆☆...☆☆...☆☆

بڑی بیگم کی نگاہیں مسلسل فرحان پر جمی ہوئی تھیں۔

اضطراب میں وہ ہاتھوں کے ناخن دانتوں سے کاٹتا تھا۔اس وقت بھی صحن میں ٹہلتے ہوئے وہ ایسا ہی کررہا تھا۔چھالیہ کترتے ہوئے وہ بغور اس کو گھور

www.pdfbooksfree.pk

رہی تھیں' مگر وہ اپنی ہی سوچ میں کھویا ہوا تھا۔ایک ہی وقت میں خوش' پریشان' بے چین دکھائی دے رہا تھا۔

''فرحان کیا بات ہے۔'' آخر کار وہ پوچھ ہی بیٹھیں۔

''جی... ک... کچھ نہیں۔''

''میاں! کچھ تو ہے' پالا پوسا ہے خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ ناخن کب اور کیوں کترتے ہو؟'' وہ گہری مسکراہٹ کے ساتھ بولیں۔

''کچھ نہیں دوست کا انتظار کر رہا ہوں۔'' وہ صاف ٹال گیا۔

''تو پھر ہمارے پاس بیٹھ کر انتظار کرلو۔''

وہ ان کی کھوجتی نگاہوں اور تیکھے سوالوں سے بچنے کے لیے کمرے کی طرف بڑھنے کو تھا کہ زرتاشیہ کی آواز پر ٹھٹکا۔

''فرحان!''

''جی فرمایئے۔'' لہجے کی بے زاری دبا کر بولا۔

"یہ کچھ چیزیں لانی ہیں مجھے مارکیٹ لے چلیے۔پپا نے کہا ہے۔" وہ ہاتھ میں پکڑی فہرست دکھاتے ہوئے بولی۔

"آئی ایم سوری۔میں اس وقت مصروف ہوں۔"

"ہیں! خوامخواہ کے مصروف ٹہلنے میں جو وقت برباد کررہے ہو وہ کام میں لگالو' لے جائو۔" بڑی بیگم نے لتاڑا تو وہ سیخ پا ہوگیا۔

"میں نوکر نہیں ہوں۔"

"ارے واہ بھئی! اچھے تیور ہیں' صاحب زادے بنا سوچے سمجھے اتنی بڑی بات کہہ دی۔" بڑی بیگم کو بھی شدید غصہ آگیا۔

"رہنے دیں دادو میں کل پپا کے ساتھ لے آئوں گی۔" زرتاشیہ سہم گئی۔

"کیسے رہنے دیں۔اتنی بڑی بات کردی یہ جانتے ہوئے بھی کہ تم اس کی ذمہ داری ہو۔"

"کیسی ذمہ داری۔" وہ بھی غرایا۔

www.pdfbooksfree.pk

"فرحان! کیا ہوگیا ہے آپ کو۔" شاہدہ بیگم وہیں قریب آکر بولیں۔

"مما آپ نانو کو سمجھادیں بس۔" وہ بگڑا۔

"ارے یہ کیا سمجھائیں گی ان کے ہی تو سر چڑھائے ہو۔"

"فرحان! جائو زرتاشیہ کے ساتھ میں نے سب سن لیا ہے۔" حسب معمول انہوں نے دھیرے سے کہا۔

"ماما۔"

"پلیز!" انہوں نے منت کی مگر وہ پیر پٹختا ہو اپنے کمرے کی طرف چلا گیا شاہدہ بیگم شرمسار سی بیٹھ گئیں۔

"ابھی آپ کے انکل آتے ہوں گے۔ان کے ساتھ چلی جانا۔" زرتاشیہ کی نم آنکھیں دیکھ کر انہوں نے دلاسا دیا۔

"سچ پوچھو تو شاہدہ میں فرحان کی طرف سے خوف زدہ ہوں۔" بڑی بیگم نے کہا۔

"کیوں آپ بلاوجہ پریشان ہوتی ہیں۔اس کا مزاج ہی ایسا ہے سب ٹھیک ہوجائے گا۔" انہوں نے محبت کی چاشنی میں الفاظ ڈبو کر تسلی دی۔تو اماں جان کو خاموش ہونا پڑا۔

"ناجی! یہ چھالیہ ڈبے میں رکھو۔" کچھ فاصلے پر دال صاف کرتی ناجی کو مخاطب کیا۔

"جی اچھا۔" وہ اٹھ کر قریب آئی عین اسی لمحے میاں افتخار کی گاڑی کا ہارن بجا۔وہ پہلے گیٹ کی طرف بھاگی۔عصر کی نماز پڑھنے کی غرض سے شاہدہ اٹھیں اور پھر حیرت زدہ سی رک گئیں۔اماں جان نے بھی غور سے اسی طرف دیکھنا شروع کردیا۔جس طرف شاہدہ کی نظریں جمی تھیں۔میاں افتخار گاڑی لاک کر کے ایک بیگ اٹھائے ان کی طرف آئے ان کے بالکل برابر ڈرے ڈرے قدموں سے چل کر آنے والی لڑکی قطعاً اجنبی تھی۔قریب پہنچنے پر میاں جی چہکے۔

www.pdfbooksfree.pk

"سامعہ بیٹا! ان سے ملو یہ ہماری اکلوتی ساس صاحبہ ہیں اور یہ اکلوتی بیگم ہیں۔ہمارے فرحان کی پیاری سی ماما۔"

"صرف فرحان کی۔" شاہدہ بیگم نے دھیرے سے مسکرا کر میاں جی کو چونکایا۔

او ہاں ہماری پیاری سی بیٹی تانیہ بھی ہے۔ ابھی بلواتے ہیں اسے۔" میاں جی نے جلدی سے کہا اور فوراً ناجی کی طرف دیکھا۔وہ سمجھ گئی اور فوراً تانیہ کو بلانے چلی گئی۔

"افتخار! تعارف پورا کراتے ہیں۔اور بٹھائو تو سہی۔" شاہدہ بیگم نے اتنی دیرے پریشان نظروں سے دیکھتی سامعہ کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بیگم صاحبہ! یہ ہمارے باس کے عزیز دوست کی بیٹی ہیں ہمارے گھر میں رہیں گی نام ان کا سامعہ ہے۔میاں جی نے بیگم سے اور اماں جان سے نظریں چراتے ہوئے مختصراً روانی سے کہا اور دھم سے کرسی پر بیٹھ گئے۔

"بیٹھو بیٹا!" شاہدہ نے کہا تو وہ بیٹھ گئی۔

"کہاں سے آئی ہو بیٹا؟" اماں جان نے پوچھا۔

"جی' وہ سوات سے۔" پہلی مرتبہ اس نے زبان کھولی۔

"ارے واہ سوات سے۔" پہلی بار اماں جان کے برابر بیٹھی زرتاشیہ خوشی سے بولی تو اماں جان کو جلدی سے خیال آیا۔

"بیٹا! یہ ہماری پوتی زرتاشیہ ہے فرحان کی منگیتر۔"

"جی' آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔" دھڑکتے دل، سہمی سہمی نگاہوں کے ساتھ زرتاشیہ کو دیکھتے ہوئے اس نے جواب دیا۔میاں جی اس سے نظریں چراتے ہوئے جلدی سے بولے۔

"ارے ہمارے گھر کا خاص آدمی تو سامنے آیا ہی نہیں۔"

"کون؟" شاہدہ بیگم نے عجیب سے انداز میں پوچھا۔

"فرحان' ہمارا بیٹا' ناجی ذرا فرحان کو تو بلائو۔وہ تانیہ بھی نہیں آئی۔" وہ براہ راست ناجی سے مخاطب ہوئے۔سامعہ کا دل زور سے دھڑکا۔

www.pdfbooksfree.pk

"ناجی ! پہلے باورچی خانے میں چلو۔رات کے کھانے کی تیاری کرو۔بچی اتنی دور سے آئی ہے۔کھانا پہلے ہونا چاہیے۔اماں جان نے اپنی کڑک آواز میں ناجی کو مخاطب کیا۔وہ تو فوراً سیدھی ہوئی۔جب کہ میاں جی کو اندازہ ہوگیا کہ ایسا کیوں کہا گیا ہے۔مگر وہ ٹال گئے۔

"اماں جان سامعہ بیٹی ہفتہ دس دن ہوئے یہاں ہمارے شہر میں رہ رہی تھی آپ کھانے کی فکر نہ کریں۔اس کو میں کمرہ دکھاتا ہوں۔"

"میاں جی! آپ زحمت نہ فرمائیں۔میں یہ کام کرلیتی ہوں۔" شاہدہ بیگم نے خوش دلی کا مظاہرہ کیا۔

"کون سا کمرہ کھلوانا ہے ہمیں صفائی ستھرائی کرنی ہوگی۔"

"واہ جی! روز ہر کمرہ صاف کرتی ہوں۔ابھی صفائی کرانی ہے کیا؟" ہاتھ میں چھری اور پیاز لیے ناجی کسی کام سے وہاں آئی تو جھٹ بولی۔

"ارے ڈسٹنگ کرنی ہے کوئی املی کے پانی سے مانجھنا تھوڑ اہے۔" میاں افتخار نے پھلجڑی جلائی۔تو ماسوائے اماں جان کے سب ہنس دیے۔

"آئیں سامعہ میں آپ کو اندر لے کر چلتی ہوں' تانیہ اور فرحان سے بھی ملواتی ہوں۔" زرتاشیہ نے خود محبت بھرا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔اس نے فوراً میاں افتخار کی طرف دیکھا۔انہوں نے آنکھوں آنکھوں میں رضا مندی دے دی۔تو وہ زرتاشیہ کے ساتھ ہولی۔نازک سی سامعہ کو ساتھ لیے زرتاشیہ تانیہ کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔میاں افتخار نے یہاں تک پہنچنے پر دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

...☆☆☆...

ساکت نظروں اور بے دم خاموشی کے ساتھ زرتاشیہ کے ہمراہ وہ فرحان کے روبرو تھی۔فرحان کی نگاہوں میں طمانیت کے تمام سامان موجود تھے مگر جانے اسے ایسا کیوں لگ رہا تھا کہ فرحان اس سے دور ہوگیا ہے۔حالانکہ دور رہ کر اسے قریب محسوس کرتی تھی۔اب جب کہ وہ اس کے گھر میں اس کے بالکل سامنے کھڑی تھی۔تو جانے کیوں وہ دور بہت دور محسوس ہو رہا

www.pdfbooksfree.pk

تھا۔شاید اسے یقین آگیا تھا کہ فرحان کے قریب آکر اسے پانا مشکل کام ہے۔اس کام کے لیے دشوار اور کٹھن مرحلوں سے گزرنا ہوگا۔

"ارے آپ کیا سوچنے لگیں۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد زرتاشیہ کو ہی بولنا پڑا۔

"وہ... میں کچھ خاص نہیں۔" وہ چونکی۔فرحان اس کی ہکلاہٹ کو بھی خوشی کی کیفیت سمجھ کر مسکرادیا۔اب باری زرتاشیہ کے چونکنے کی تھی۔

"گڈ سائن۔" آپ کے آنے سے اتنا فرق تو پڑا کہ فرحان مسکرانے لگے۔"

"ورنہ۔" پہلی بار سامعہ کے لب ہلے۔

"خیر چھوڑیے۔ان سے ملیے یہ ہیں فرحان اور یہ ہیں۔"

"سامعہ۔" کھوئے کھوئے سے فرحان کے لبوں سے اس کا نام پھسلا تو زرتاشیہ کو اور زیادہ حیرت ہوئی۔

"فرحان آپ کو سامعہ کا نام کیسے پتا چلا؟"

"اوہ! وہ بابا نے ذکر کیا تھا۔" وہ سٹپٹا گیا۔سامعہ ہولے سے مسکرادی۔

"پھر تو آپ سامعہ کے بارے میں سب کچھ جانتے ہوں گے۔" زرتاشیہ نے پوچھا۔

"ہاں! سب کچھ کچھ بھی تو چھپا ہوا نہیں ہے۔" فرحان نے ذومعنی انداز میں کہا۔سامعہ کا دل زور سے دھڑکا زرتاشیہ کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تو وہ یہ کہہ کر کچھ دیر کو باہر چلی گئی۔

"میں دیکھ کر آتی ہوں کہ پپا آتو نہیں گئے۔" جونہی وہ باہر نکلی۔وہ دروازے سے لگ کر کھڑ ہوگیا۔دونوں بازو پھیلائے۔

"کم آن' ہری اپ۔" وہ اسے جزبز دیکھ کر بولا۔تو وہ جلدی سے اس کی بانہوں میں سما گئی۔

"اپنے گھر میں پیار کے گھروندے میں محبت کا پہلا لمس ہمیشہ یاد رکھنا۔ویلکم ٹو ہوم سوئیٹ ہارٹ۔" سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔دور سے زرتاشیہ کے قدموں کی آہٹ سن کر جلدی سے الگ ہوگئے۔

www.pdfbooksfree.pk

"پلیز! احتیاط کی ضرورت ہے۔" خود کو نارمل کرتے ہوئے وہ دھیرے سے بولی۔

"کوشش کریں گے حضور' مگر کبھی کبھی تو ایسا کرنے کی اجازت ہے ہمیں۔" وہ شوخی سے بولا۔

"آیئے آیئے سامعہ جی فرحان صاحب آپ کو باہر بلا رہے ہیں۔اسی لمحے زرتاشیہ نے آکر کہا۔

"آپ لوگ چلیں میں ابھی آتا ہوں۔" وہ ایک دم سنجیدہ ہوگیا۔

کمرے سے نکلتے ہوئے سامعہ کی نگاہیں اس سے ٹکرائیں اور پھر وہ خاموشی سے زرتاشیہ کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گئی۔ان کے جاتے ہی فرحان کی خاموشی میں ارتعاش سا پیدا ہوگیا خود بخود عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی۔اسے بھی بالکل سامعہ کی طرح آج اس گھڑی ایسا لگ رہا تھا کہ وہ ایک نئے انوکھے سے فاصلے پر آگئے ہیں۔سامعہ سے شادی کرنا اس سے آسان تھا۔اب تو وہ پرائی سی بن کر آئی اور آکر کمرے سے نکل گئی۔

”یا خدا! یہ کس قدر صبر آزما امتحان ہے کیا میں اپنی سامعہ سے دور رہ سکوں گا۔“ بے اختیار ہی وہ بڑبڑایا۔

”فرحان صاحب! کھانا لگ گیا ہے۔“ باہر سے ناجی کی آواز آئی تو وہ نارمل ہو کر باہر نکل آیا۔دروازے پر کھڑی ناجی کے لیے یہ پہلا موقع تھا کہ فرحان صاحب ایک مرتبہ کے بلانے پر چلے آئے۔اس نے حیرت سے اسے دیکھا وہ گھور کے تیز قدموں سے آگے بڑھ گیا۔

☆☆...☆☆...☆☆

بڑی بیگم نے فی الحال تو سامعہ کو رات گزارنے کے لیے اپنے کمرے میں رکھا کیوں کہ انہیں افتخار میاں کی یہ تجویز پسند نہیں آئی تھی کہ سامعہ کو فرحان کے ساتھ والا کمرہ دیا جائے۔یہ سن کر انہوں نے خوب صورت سامعہ کو سر سے پیر تک دیکھا اور پھر کچھ سوچ کر اس وقت خاموش ہو گئیں شاہدہ بیگم ماں کی خاموشی بھانپ کر چپ رہیں، مگر کمرے میں پہنچ کر وہ خاصی بگڑیں۔

www.pdfbooksfree.pk

”آپ نے حد کردی۔“

”خیریت۔“ وہ دھیمے لہجے میں بولے۔

”جوان جہان لڑکی گھر لے آئے۔“

”تو سڑک پر چھوڑ آتا کیا؟“

”افتخار! بات کی نزاکت کو سمجھا کریں۔اماں جان کی خاموشی کو سمجھیں۔“ شاہدہ بیگم خاصے غصے میں آگئیں۔

”اس گھر میں بیگم صاحبہ ہمارے سوا خاموش کوئی نہیں آپ کا بس بھی ہم پر چلتا ہے۔“ وہ معصومیت سے بولے۔

”یہ کتنے دن یہاں رہے گی؟“

”جب تک اس کا گمشدہ شوہر نہ مل جائے۔“

”کیا یہ شادی شدہ ہے؟“ اس سوال میں بھی خاصا اطمینان موجود تھا۔

”ہاں!“ وہ مختصراً بولے۔

"کون ہے وہ؟"

"یہی تو انٹیلی جنس والے معلوم کر رہے ہیں۔"

"اوہ!" شاہدہ بیگم کے لبوں سے بے اختیار تاسف بھری آواز نکلی تو میاں افتخار جلدی سے بولے۔

"اب تو وہ یہاں رہ سکتی ہے۔"

"یہ تو اماں جان پر منحصر ہے۔آپ کو ان کی عادت کا تو پتا ہی ہے۔"

"جی ہاں! کچھ دن آپ اور آپ کی اماں جان مہربانی فرمادیں۔" میاں افتخار نے منت بھرے انداز میں کہا۔تو شاہدہ بیگم کو ان کے اس انداز پر ہنسی آگئی۔

میاں جی کو کچھ سکون ملا۔ایک دم غیر ارادی طور پر ایک نیا جھوٹ بول کے وہ پھنس گئے تھے۔مگر بات آئی گئی ہوگئی۔

"فرحان! میرے باپ، مجھے پھنسا دیا ہے۔دو صاحب اقتدار خواتین کے درمیان۔" وہ بڑبڑائے تو شاہدہ بیگم نے پوچھا۔

www.pdfbooksfree.pk

"کیا کہہ رہے ہیں۔"

"وہ، کچھ نہیں، کل چلو بھائی میاں کی طرف مبارک باد دے آئیں۔"

"کس بات کی مبارک باد؟" شاہد بیگم نے دبا دبا سا طنز کیا۔

"بھئی عادل کے کاروبار کی۔"

"بس آپ ہی جائیں کوئی تیر نہیں چلایا۔وہ سوٹ تانیہ کو پسند نہیں آیا۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔" وہ حیرت سے بولے۔

"فی الحال میرا تھکن سے برا حال ہے، مجھے آرام کرنے دیں۔" وہ بیزاری سے کہہ کر، لیٹ گئیں۔میاں افتخار اپنی بے بسی کے باعث، رائٹنگ ٹیبل کی طرف بڑھ گئے۔کیوں کہ انہیں معلوم تھا کہ شاہدہ اپنی فطرت کے مطابق جو بات نہ سننا چاہیں تو اس کے لیے نیند کا سہارا لیتی ہیں اور ایسے میں ان سے کوئی بات کرنا بہت مشکل کام ہے۔ویسے بھی وہ بہت صلح پسند آدمی تھے۔کسی قسم کی بدمزگی اور اضطراب کو پسند نہیں کرتے تھے۔سامعہ کو اس گھر میں لا

کر جو مشکل کام وہ کر بیٹھے تھے اس کے نتیجے سے بے فکر ہو کر اب رہنا ان کے لیے بھی بہت دشوار تھا۔جھوٹ کو نبھانے کے لیے جھوٹ بولا۔

''اے اللہ! میری عزت رکھنا' میں جھوٹا نہیں ہوں۔مگر کسی کی خوشی کے لیے میں کچھ دیر کو جھوٹا بن گیا ہوں۔'' انہوں نے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کو مخاطب کیا۔ذہنی و قلبی اطمینان کے حصول کے لیے وہ اللہ کے دامن میں پناہ لیتے تھے۔

☆☆...☆☆...☆☆

آخری پیپر دے کر وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کینٹین کے سامنے جا کر رک گئے۔

''کیا خیال ہے بیٹھیں؟'' خرم نے تانیہ سے پوچھا۔

''وہاں سامنے بیٹھتے ہیں۔'' تانیہ نے کینٹین سے ذرا دور انگلی سے اشارہ کیا۔

''اوکے لیٹس گو۔''

www.pdfbooksfree.pk

''آج تو فریڈم ڈے منانا چاہیے۔اوہ مائی گاڈ! یہ امتحان بھی تھکا ڈالتے ہیں۔'' خرم کا ہاتھ مضبوطی سے تھامتے ہوئے وہ بولی۔

''تو چلو مناتے ہیں ڈیئر۔'' خرم نے کہا۔

''یار! آزادی تو تمہارے لیے ہے ہماری آزادی کا تو آج آخری دن ہے۔'' وہ نرم نرم سبز گھاس پر آلتی پالتی مارتے ہوئے بیٹھا۔

''کیا مطلب؟'' وہ بھی برابر میں بیٹھ گئی۔

''کل صبح نو بجے کی فلائٹ سے اسلام آباد جانا ہے اور بس۔'' وہ انتہائی اطمینان سے بولا تو وہ اچھل پڑی۔

''یومین' تم جا رہے ہو۔''

''یہ تو پرانی بات ہے۔'' وہ ہنسا۔

''اور پھر۔'' وہ پریشان ہوگئی۔

''اور پھر کیا' اسلام آباد سے امریکا۔''

''اس کا مطلب۔'' وہ تلخی سے بولی۔

''تانی ڈیئر! مطلب وہی ہے جو کئی بار یہں بتا چکا ہوں۔ باقی تمہارا پروگرام امریکا جانے کا بنے تو جلدی بتانا۔''

''بہت خوب امریکا جانا اتنا ہی آسان ہے۔'' وہ طنزیہ ہنسی۔

''چلو' جب تم آنا چاہو تو فوراً بتا دینا۔''

''ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا اور تم واپس نہیں آئو گے کیا؟''

''موڈ کی بات ہے ڈیڈ جیسا کہیں گے۔'' وہ بے پروائی سے بولا۔

''بات اتنی سی ہے کہ تم جا رہے ہو۔''

''یس' اب میرا دن خراب نہ کرو' ہنسو مسکرائو۔''

''بس چلو۔''

''ہیں! کیا ہوگیا؟'' وہ چونکا۔

www.pdfbooksfree.pk

''بس جانا ہے' صبح ناشتا کیے بنا آئی تھی۔ ویسے بھی رات سے گھر ایک مہمان آئی ہوئی ہے۔ اب تک ملاقات نہیں ہوئی۔''

''واہ! تمہارا گھر اتنا بڑا ہے کہ ایک دوسرے سے ملاقات نہیں ہوتی۔''

''میرا مذاق کا موڈ نہیں۔'' وہ بیزار تھی۔

''تمہارا مسئلہ عادل ہے جو ہڈی بن کر تمہارے حلق میں اٹکا ہوا ہے۔'' وہ خود ہی بولا۔

''اسی لیے تم جا رہے ہو۔'' وہ منہ بنا کر بولی۔

''دیکھو! میں نے اپنا فیصلہ سنا دیا ہے۔''

'جب میں کہوں گی تو اپنے مام' ڈیڈ کو بھیجو گے۔'' اس نے پوچھا۔

''اوکے۔''

''اور وعدہ کرو کہ تم...''

"سنو میں وعدے نہیں کرتا' تم کو سوٹ کرے تو بتا دینا ورنہ ہم ہمیشہ اچھے دوست رہیں گے۔" وہ شوخی سے بولا۔

اوکے بس رابطے میں رہنا۔" وہ مطمئن ہوگئی۔

"فائن' چلو تمہیں ناشتہ کرائوں۔"

"ہنہ ٹائم تو کھانے کا ہی ہونے والا ہے۔"

"اوکے چلو' مجھے بھی پیکنگ کرنی ہے۔"

تانیہ نے پر امید نگاہوں سے یونیورسٹی میں گزرے آخری دن کو یاد رکھنے کے لیے اس کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔

☆☆...☆☆...☆☆

ناشتے کے بعد سے وہ اب تک بڑی بیگم کے کمرے میں بند تھی۔

فرحان کو' میاں جی اور شاہدہ بیگم کو ناشتے کی میز ہی پر دیکھا تھا۔اس کے بعد میاں جی اور شاہدہ بیگم تو ڈیوٹی پر گئے اور اسے اماں جان نے آرام

www.pdfbooksfree.pk

کرنے کا کہہ کر کمرے میں بھیج دیا۔فرحان کی طرف دیکھتی ہوئی وہ کمرے کی طرف چلی آئی تھی۔دل کو یقین تھا کہ فرحان موقع پاکر ضرور اس کے پاس آئے گا مگر دن کے بارہ بج رہے تھے اس کی دور دور تک کوئی خیر خبر نہیں تھی۔دل میں بہت سے اندیشے بہت سی الجھنیں بے دار ہو کر اسے بے چین کر رہی تھیں۔کبھی بیٹھتی اور کبھی ٹہلنے لگتی۔ناجی کمرے میں آئی تو اسے اس طرح ٹہلتا دیکھ کر ہنسنے لگی۔

"کیا ہوا؟" وہ پریشان ہو کر بولی۔

"آپ کو ایسے ٹہلتے دیکھ کر مجھے ہنسی آگئی۔" ناجی نے اپنے مخصوص لب و لہجے میں کہا۔

"لیکن کیوں؟"

"بڑی بیگم صاحبہ کے کمرے میں ہر کوئی ایسا پریشان ہوجاتا ہے۔" ناجی نے بڑے رازدرانہ انداز میں کہا۔تو وہ مسکرا دی۔

"مسکرائیں نہیں' جلد از جلد اس کمرے سے کسی دوسرے کمرے میں چلی جائیں۔" وہ مزید سادگی سے بولی تو سامعہ سنجیدہ ہوگئی۔

"میں یہاں اپنی مرضی کیسے چلا سکتی ہوں۔"

"بات تو ٹھیک ہے یہاں کسی کی مرضی نہیں چلتی۔" وہ بے بسی سے کندھے اچکا کر بولی۔

"تانیہ سے ملاقات نہیں ہوئی۔" اس نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"وہ پرچہ دے کر ابھی آئی نہیں' وہ بھی بہت نخرے والی ہیں' اپنی مرضی سے ملیں گی۔"

"اور فرحان صاحب۔"

"فرحان صاحب تو اپنے کمرے میں ہیں۔"

"ناجی! ناجی کہاں رہ گئیں۔" باہر سے اماں جان کی گرج دار آواز آئی تو ناجی کے ہاتھ پائوں پھول گئے۔

www.pdfbooksfree.pk

"اوہ! میں تو دنداسا لینے آئی تھی۔" یہ کہہ کر ناجی نے چابی سے لوہے کی بڑی سی الماری کھولی اور دنداسا نکال کر دوبارہ بند کر کے تیزی سے باہر نکل گئی۔

وہ ناجی کے جانے کے بعد غور سے کمرے میں موجود ہر چیز کو دیکھنے لگی۔ پرانی طرز کے پلنگ پر خوب صورت کڑھائی والی سفید چادر' اسی طرز کی بڑی سی ڈریسنگ ٹیبل جس پر اماں جان کا پاندان' سرمے دانی مختلف تیل کی بوتلیں' لکڑی کی کنگھی' پائوڈر کا ڈبہ اور دو پرفیوم رکھے تھے۔اس کے علاوہ ایک سنگل بیڈ تھا جس پر اس نے رات گزاری تھی۔صاف ستھرے کشادہ کمرے میں مکمل صوفہ تھا۔اس کے ساتھ دو الگ سے کرسیاں رکھی تھیں۔وہ سب چیزیں دیکھنے سے اماں جان کے مزاج اور عادت کو کافی حد تک سمجھ گئی۔ صحن میں کھلنے والی کھڑکی کا پردہ سرکا کے باہر دیکھنے لگی۔اماں جان اپنے تخت پر بیٹھی ہاتھ میں شیشہ پکڑے دوسرے ہاتھ سے دنداسا مل رہی تھیں۔ ناجی پالک کاٹ رہی تھی۔باقی ہر طرف سناٹا تھا۔فرحان کا کہیں اتا پتا نہیں

تھا' کچھ دیر مایوس کن نگاہوں سے اسے تلاش کرنے کی مزید کوشش کی اور پھر چونک اٹھی اس کی کمر کے گرد فرحان کے بازو حائل تھے۔اس کے وجود کی گرم سی مہک اس سے لپٹی تھی۔تو اس کی آنکھیں بھر آئیں۔پلٹ کر شاکی نگاہوں سے فرحان کو دیکھا تو وہ سمجھ گیا اور اسے بانہوں میں لے لیا۔

''اداس تھیں یا بدگمان۔'' اس نے دھیرے سے پوچھا۔

''نہ اداس تھی اور نہ بدگمان بس منتظر تھی۔'' وہ بھی دھیرے سے اس کی بانہوں سے نکلتے ہوئے بولی۔

''میں موقع کی تلاش میں تھا۔نانو تقریباً آدھا گھنٹہ تو دنداسا ملیں گی اور ناجی پالک کاٹ کر گھنٹہ بھر پالک دھوئے گی اور اس وقت کو ہم اکٹھا بتائیں گے۔''

''فرحان پلیز احتیاط ضروری ہے' ہم مشکل میں پھنس سکتے ہیں۔''

''یار جو وقت ملا ہے اسے تو اچھا گزارو۔''

www.pdfbooksfree.pk

''دل کو سمجھایئے اور اب جایئے پلیز۔'' اس نے ہاتھ جوڑ دیے۔

''آج اس گھر میں تمہارا پہلا دن ہے رات کو ضرور ملنا۔'' وہ بولا۔سامعہ کی آنکھیں پوری کی پوری کھل گئیں۔

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔''

''جو تم نے سنا ہے! تم نے وعدہ کیا تھا کہ جو میں کہوں گا وہ تم کرو گی اور...''

''اور کی ضرورت نہیں۔مجھے آپ کے کہنے سے اختلاف نہیں' آپ کے بابا کی عزت کا خیال ہے۔'' وہ اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے بولی۔

''اوکے! لیکن رات کو ملنا ضروری ہے۔'' وہ یہ کہہ کر باہر نکل گیا اور وہ الجھن میں گرفتار بیڈ پر گر گئی۔پہلے دن ہی وہ اسے کس مشکل میں ڈال گیا تھا۔

☆☆...☆☆...☆☆

"ہنہ یہ آگیا اس میں لیمن جوس اب باری ہے اس کو اوون میں رکھنے کی۔" خود سے بڑبڑاتے ہوئے اس نے ڈش اوون میں رکھ کے اس کا ٹمپریچر سیٹ کیا ہاتھ دھوئے اور پھر سلاد بنانے کے لیے مطلوبہ سبزیاں فریج سے نکالنے لگی۔اپنے کام میں اتنی محو تھی کہ زبیر احمد کے آنے کا پتا ہی نہیں چلا۔

"واہ! کیا خوش بو ہے۔" وہ لمبی سانس بھر کے بولے۔تو وہ چونکی۔

"پپا! آپ آگئے۔"

"جی ہاں! ہماری بیٹی مزے دار کھانا بنائے اور پپا نہ آئیں یہ کیسے ممکن ہے؟" زبیر احمد خوش ہو کر بولے۔

"مگر جلدی کیوں؟"

"دراصل میں کچہری سے آرہا ہوں آفس تو آج جا ہی نہیں سکا۔" وہ یہ کہہ کر دُھلی ہوئی سرخ گاجر اٹھا کر کھانے لگے مگر زرتاشیہ زرد پڑ گئی۔

"پپا! کچہری۔" مشکل سے وہ بولی۔

www.pdfbooksfree.pk

"ہاں بیٹا کاغذات تیار کرانے تھے۔" وہ اطمینان سے بولے۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور پوچھتی ان کا موبائل فون بج اٹھا وہ بات کرتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔جب کہ بے اختیار ہی اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔وہ سسکیاں لے کر رونے لگی۔؛

"مما! آپ نے اچھا نہیں کیا میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔" روتے روتے وہ بڑبڑائی اور بازوئوں میں سر دے کر فرش پر بیٹھ گئی۔کافی دیر گزر گئی۔زبیر احمد بھاگتے ہوئے کچن میں آئے تو اوون سے اٹھتے ہوئے دھوئیں اور جلے ہوئے مسالوں کی بو سے ان کا دماغ الٹ گیا۔اسے فرش پر بیٹھا دیکھا جلدی سے اوون بند کیا۔ایگزاسٹ فین آن کیا۔پھر اسے کھینچ کر باہر نکالا۔

"زرتاشیہ! زرتاشیہ کیا ہوا؟" وہ پریشانی میں اسے روتا دیکھ کر بولے۔

"کچھ نہیں پپا۔" آنکھیں صاف کر کے روسٹ جلنے کی وجہ سے شرمندہ ہو کر بولی۔

"اٹس اوکے مائی چائلڈ! میں اس کی وجہ سے پریشان نہیں ہوں۔آپ کیوں رو رہے تھے؟انہوں نے اسے سینے سے لگا کر وفور محبت سے پوچھا۔

"کچھ بھی تو نہیں۔میں آپ کے لیے کچھ اور بناتی ہوں' آپ تھوڑا سا آرام کرلیں۔" وہ نارمل ہوتے ہوئے کچن کے اندر جانے لگی۔

"نہیں چلو ہم باہر چلتے ہیں آپ فریش ہو کر آئو۔" انہوں نے منع کردیا۔مگر اس وقت اس کا کسی چیز میں دل نہیں تھا۔طبیعت بے چین تھی۔

"پپا! موڈ نہیں ہے۔"

"کوئی موڈ ووڈ نہیں چلے گا۔آپ فوراً تیار ہو کر آئو۔" انہوں نے ایک نہ سنی تو وہ بے دلی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

زبیر احمد کا دل دکھ سے بھر گیا۔انہیں اس وقت زرتاشیہ بہت تنہا اور ڈپریس لگی تھی۔وہ بطور خاص تو کچھ نہیں جانتے تھے۔البتہ معلوم تھا کہ وہ ماں کو مس کرتی ہے۔لیکن کچھ دیر پہلے تو وہ بالکل نارمل تھی۔ایک دم اسے کیا ہوا؟ یہ سوال انہیں مضطرب کیے ہوئے تھا۔اس کا دل بہلانے کے لیے ہی

www.pdfbooksfree.pk

باہر جانے کا پروگرام بنایا۔ورنہ کھانا تو کوئی مسئلہ نہیں تھا۔اماں جان کے پاس جانے کی دیر تھی۔وہ منٹوں میں گرما گرم پھلکے بنا کر دیتیں۔

وہ تیار ہو کر آئی تب بھی چہرہ سوگوار تھا۔آنکھیں سرخ تھیں۔مستقل قسم کی خاموشی تھی' غیر معمولی سنجیدگی اور تیاری میں بھی لا ابالی پن سا تھا۔وہ کچھ نہیں بولے۔بلکہ گاڑی میں بھی کوئی بات نہیں کی۔ریسٹورنٹ میں مینو کارڈ اس کے سامنے کردیا تو اس نے ایک دم ہی اپنے رویے میں تبدیلی پیدا کی۔ اس کے پپا اس کی خاطر اب تک بھوکے تھے' اس نے جلدی جلدی مسکرا کر ان کی پسندیدہ دو ڈشز کا آرڈر کیا اور پھر گپ شپ کرنے لگی۔زبیر احمد کو حیرت تھی۔

"بیٹا! ایکٹنگ پہلے تھی یا اب ہو رہی ہے۔" وہ پوچھ ہی بیٹھے۔

"نہ پہلے تھی اور نہ اب ہے۔" اس نے مطمئن کردیا۔

"آپ کچن میں مت جایا کرو' مجھے ڈر لگتا ہے۔" انہوں نے کہا۔

"پپا مجھے کچن میں جانا اور آپ کے لیے کچھ کھانا اچھا لگتا ہے۔"

''تھینک یو بیٹا!'' وہ خوش ہوگئے۔

پھر وہ کھانا آنے سے لے کر کھانے کے دوران بھی اِدھر اُدھر کی بے شمار باتیں کرتی رہی جس میں سامعہ کا ذکر بھی شامل تھا۔زبیر ٹھٹکے اور پہلو بدل کے رہ گئے مگر زرتاشیہ سے کچھ پوچھا نہیں۔

☆☆...☆☆...☆☆

شاہدہ بیگم کا آفیشل ڈنر تھا۔تانیہ نے مارکیٹ سے خرم کے لیے گفٹ خریدنا تھا وہ میاں افتخار کے ذمے لگ گئی۔ایسے میں میاں افتخار نے سامعہ کو بھی ساتھ چلنے کو کہا۔

''جی وہ میں نہیں پھر سہی۔'' سامعہ ہکلائی۔

''چلیں آپ کو آئس کریم کھلائیں گے۔'' تانیہ نے کافی خوش اخلاق ہونے کا مظاہرہ کیا۔

www.pdfbooksfree.pk

''شکریہ! پھر سہی۔'' سامعہ فرحان کی نگاہوں کا اشارہ سمجھ کر صاف انکار کرتی ہوئی کھڑی ہوگئی۔کھانا تو سبھی کھا چکے تھے۔

''ارے میاں! آپ واپسی پر فینائل' ڈی ڈی ٹی پاؤڈر اور تارپین کا تیل ضرور لائیے گا۔'' اماں جان کھانے کے برتن سمیٹے ہوئے بولیں۔

''نانو! ہم سپر مارکیٹ جا رہے ہیں وہاں یہ چیزیں نہیں ملتیں۔'' تانیہ تِنک کر بولی۔

''ارے لڑکی! ہم نے تمہارے باوا کو کہا ہے' تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔'' اماں جان نے بھی خاصے سخت لہجے میں جواب دیا۔

''اوکے! اماں جان آپ فکر ہی نہ کریں۔بس آپ سامعہ بیٹی کے لیے فرحان کے برابر والا کمرہ کھلوادیں۔آپ تو سارادن اپنے کمرے میں ہوتی نہیں ہیں۔ یہ بے چاری خود کو حراست میں محسوس کر رہی ہوگی۔'' آج فرحان نے باپ سے یہ بات کی تھی۔اس لیے میاں افتخار نے موقع دیکھ کر کہہ دیا۔

''بوریت سے بچنے کا تو ایک ہی حل ہے کہ خود کو مصروف کرلو۔'' اماں جان بات ٹال گئیں۔

''سامعہ آپ ایسا کرو اپنا کمرہ خود سیٹ کرو' سجائو اس طرح بوریت نہیں ہوگی۔'' میاں جی پھر اسی موضوع پر آگئے۔

''ارے واہ! ہر کمرہ سیٹ ہے اور صاف ستھرا ہے۔ہمیں پھوہڑ سمجھا ہے کیا؟'' اماں جان بدکیں۔

''نانو! بابا کا مطلب یہ نہیں تھا۔'' فرحان نے نرمی سے کہا۔

''اچھا اب سب یہاں سے اٹھو ناجی کو برتن اٹھا کر ٹیبل کی صفائی کرنی ہے۔'' وہ بولیں کمرے والی بات وہیں رہ گئی میاں جی آہ بھر کے تانیہ کو لیے پورچ کی طرف بڑھ گئے اور فرحان کو خود ناجی کو آواز لگانی پڑی۔

''ناجی! سامعہ بی بی کے لیے میرے ساتھ والا کمرہ ابھی کھول دو۔''

www.pdfbooksfree.pk

''جی اچھا۔'' ناجی نے قریب آکر جواب دیا۔فرحان نے سامعہ کو دیکھا اور خود اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔سامعہ بھی اٹھی اور اندر کی طرف چلی گئی۔

''بڑی بیگم صاحبہ کمرہ کھول دوں۔'' ناجی نے اجازت طلب کی۔

''کھول دو صاحب بہادر حکم جو دے گئے ہیں۔'' اماں جان نے تخت پر بیٹھ کر اپنا پاندان کھولتے ہوئے کہا۔

انہیں صحن میں بیٹھا دیکھ کر زبیر احمد اسی طرف آگئے۔

''آئو بیٹھو ماں صدقے۔'' اماں جان نہال ہوگئیں۔وہ ان کے برابر بیٹھ گئے۔

''کھانا لائوں۔''

''نہیں زرتاشیہ نے چائومن اور کسٹرڈ بنایا تھا۔وہ ہم کھا چکے ہیں۔''

''ہماری زرتاشیہ کتنی سگھڑا ور ذمہ دار ہوگئی ہے۔'' اماں جان محبت سے بولیں۔

''جی ہاں اور بہت ڈسٹرب سی بھی ہے۔'' وہ سرد آہ بھر کے بولے۔

''ماں کا ایسا قدم اٹھانا بچی کو ڈسٹرب تو ہونا ہی تھا۔''

''بہر کیف مجھے آپ کو بتانا تھا کہ نرگس فیصلہ چاہتی ہے۔سو میں نے طلاق دینے کا وعدہ کرلیا ہے۔گلریز بھائی ایک دو روز میں آرہے ہیں وہ ایسا نہیں چاہتے مگر نرگس جو چاہتی ہے میں وہی کروں گا۔آپ کو گلریز بھائی کی بات سے اتفاق نہیں کرنا۔'' وہ خاصے دھیمے مگر مضبوط لہجے میں بولتے چلے گئے۔ اماں جان کے دل کو ایک دھچکا سا لگا۔اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے اکلوتے بیٹے کا گھر اجڑتے دیکھنے کے بارے میں کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔

''زبیر اچھی طرح سوچ سمجھ لو یہ چھوٹا فیصلہ نہیں ہے۔''

''اماں جان آپ سے ہی سنا تھا کہ اس طرح کے فیصلوں پر عورتیں زیادہ سوچتی ہیں نرگس آپ کے سامنے ہے۔''

''وہ کم عقل اور نادان ہے۔''

''وہ خود سر اور خود پسند ہے۔''

www.pdfbooksfree.pk

''چلو کچھ بھی کہہ لو مگر پھر بھی تم سمجھداری سے کام لو۔'' اماں جان بہت دکھی ہو کر بولیں۔

''اماں جان! جس عورت نے ایسا کہہ دیا۔سمجھ لیجیے اس نے ایسا کرلیا۔'' زبیر احمد خاصے تحمل سے بولے۔

''اس کے بعد زرتاشیہ کے ذہن پر کیا اثر پڑے گا؟''

''اللہ مالک ہے فی الحال آپ افتخار بھائی سے شاہدہ باجی سے کہیے کہ وہ شادی کی تاریخ طے کریں۔''

''ارے تاریخ تو ہم طے کریں گے۔وہ راضی تو ہوں۔'' اماں جان بولیں۔

''کیا مطلب؟'' وہ چونکے۔

''میاں صاحبزادے کا کوئی واضح مقصد کام کاج تو سامنے آئے کبھی فرماتے ہیں باہر جانا ہے کبھی کہتے ہیں یہاں بزنس کرنا ہے۔''

''کچھ بھی پروگرام ہے شادی تو ضروری ہے۔''

”چلو میں آج یا کل کھل کر بات کرتی ہوں۔“

”میں نے گھر اور کنال والا پلاٹ زرتاشیہ کے نام کرادیا ہے۔پروسیجر میں ہے ایک دو روز میں زرتاشیہ کے سائن بھی ہوجائیں گے۔“

”اس کی کیا ضرورت تھی۔“

”میں دل کا مریض ہوں جو کچھ زندگی میں کردوں بہتر ہے۔جو بھی ہے زرتاشیہ کا ہی ہے۔“ وہ دکھ سے ہنس کر بولے۔

”اللہ خیر رکھے‘ ماں کی عمر لگ جائے دل چھوٹا نہیں کرتے زرتاشیہ کون سا دور جائے گی۔“ اماں جان نے وفور محبت سے بیٹے کا سر سینے سے لگا کر پیار کیا ماں کی گرم محبت کے اثر نے زبیر احمد کے ذہن کا بوجھ کافی حد تک کم کردیا۔وہ کافی دیر ان کے پاس بیٹھے رہے۔اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے سامعہ کے بارے میں بھی انہوں نے پوچھا اور اماں جان نے منصل سامعہ کی حقیقت ان کو بیان کردی۔

☆☆...☆☆...☆☆

www.pdfbooksfree.pk

اماں جان کا کہنا بالکل سچ تھا۔کمرہ آئینے کی طرح اُجلا اور چمک دار تھا روشن اور ٹھنڈاوہ بیڈ پر دراز ہو کر بغور جائزہ لینے لگی۔ناجی جا چکی تھی اس نے پلکیں موندی ہی تھیں کہ کھٹ سے کمرے کا دروازہ کھلا اس نے آنکھیں کھول دیں اور فوراً اٹھ بیٹھی زرتاشیہ آئی تھی۔

”کیسی ہیں آپ؟“ وہ دھیرے سے مسکرا کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

”فائن آپ سنائو کہاں غائب تھیں۔“ سامعہ کے لہجے میں بے تکلفی تھی۔

”بس یونہی کچھ اپ سیٹ تھی۔“ زرتاشیہ نے سچ بولا۔

”خیریت۔“

”ہاں! سب کچھ شاید نارمل ہی ہے۔دھواں دھواں سا۔“ وہ بے پروائی سے کہہ گئی مگر سامعہ نے جملہ پکڑ لیا۔

”دھواں ہو تو آگ بھی ضرور ہوتی ہے۔“

"ہاں آگ تو برابر لگی ہے سب کچھ جل کر راکھ ہوگیا ہے شاید۔" وہ بجھی بجھی سی بولی۔

"زرتاشیہ! آپ تو اتنی اچھی پیاری ہو' پھر کیا ہوا؟" سامعہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"ہنہ کچھ نہیں آئیں ہیں آپ کو اپنے گریٹ پپا سے ملواتی ہوں۔" وہ ایک دم بولی۔

"اچھا لیکن اب تو کافی وقت ہوگیاہے۔" سامعہ نے وال کلاک پر نگاہ ڈالی۔

"صرف گیارہ بجے ہیں۔"

"اس وقت بے آرام کرنا اچھا نہیں لگتا کل مل لوں گی۔" سامعہ کے اندر کسی اور وجہ سے بے چینی تھی۔اسے یقین تھا کہ فرحان شدت سے اس کا انتظار کر رہا ہوگا۔ابھی وہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ دروازہ کھلا اور فرحان ہاتھ میں چھوٹی سی ڈبیہ پکڑے ایک دم اندر آگیا اور پھر سامعہ کے پاس زرتاشیہ کو دیکھ کر کچھ جزبز سا ہونے لگا۔

www.pdfbooksfree.pk

"تم یہاں ہو۔" نظریں چراتے ہوئے پوچھا۔

"آپ مجھے تلاش کر رہے تھے۔" زرتاشیہ کی آنکھوں میں چمک آگئی۔

"نہیں بس ویسے ہی۔"

"آئیں بیٹھیں پلیز۔" سامعہ نے کہا۔

"ہاں! بیٹھیں سامعہ بہت اچھی باتیں کرتی ہیں۔"

"جانتا ہوں۔"

"جی۔" زرتاشیہ نے حیرت سے کہا۔

"ہنہ ہاں چلو آئو ماموں جان انتظار کر رہے ہیں۔"

"یہ کیا ہے؟" زرتاشیہ نے اس کے دائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کیا جس میں ڈبیہ دبی تھی۔

"یہ سرپرائز ہے۔" وہ یہ کہہ کر جانے کو تھا کہ زرتاشیہ بولی۔

"کس کے لیے۔"

”یہ بتانا ضروری نہیں۔“ وہ کچھ سختی سے بولا۔

”یہ یقیناً آپ کے لیے ہوگا۔“ سامعہ نے ایک دم ہی بڑی جرأت کا مظاہرہ کردیا۔فرحان نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا... وہ نظریں جھکا کر دوبارہ بولی۔

”دیکھیں تو آپ زرتاشیہ کے لیے کیا لائے ہیں؟“

”یہ لیں جی بھر کے دیکھیں۔“ فرحان نے آگے بڑھ کر سختی سے سامعہ کا ہاتھ پکڑ کر ہتھیلی پر ڈبیہ رکھی اور تیز قدموں سے باہر نکل گیا۔ سامعہ دروازہ تکتی رہ گئی۔زرتاشیہ نے اس کی ہتھیلی سے ڈبیہ اٹھالی اور کھول کر دیکھا۔

”واہ بیوٹی فل۔“ اس کے منہ سے ایک دم نکلا سامعہ نے اداسی ضبط کرتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔سفید جڑائو نازک سی انگوٹھی اس کے ہاتھ میں تھی۔

www.pdfbooksfree.pk

”واقعی بہت خوب صورت ہے پہن کر دکھائو۔“ اس نے مسکرانے کی بھرپور اداکاری کی۔

”حیرت ہے فرحان کوئی تحفہ میرے لیے لائے ہیں۔“ زرتاشیہ جھوم اٹھی۔

”اس سے پہلے کبھی نہیں لائے۔“

”اوہ ہنہ! یہ تو آپ کے مبارک قدموں کا کمال ہے۔“

”چلو ایسا ہی سمجھ لو۔“ وہ دھیرے سے بولی۔

”میں یہ پپا کو دکھاتی ہوں۔آپ اب آرام کریں۔“ زرتاشیہ یہ کہہ کر بے قرار سی باہر نکل گئی۔سامعہ دکھ سے مسکرا کر دروازہ بند کر کے بیڈ پر گر گئی۔

”سب کچھ غلط ہوگیا فرحان اس کے لیے کتنے ارمان سے لایا تھا اور سب الٹ ہوگیا یقیناً وہ ناراض ہوگا۔اس نے سوچا اور پہلے موقع پر ہی زرتاشیہ اس کی خوشی اڑا لے گئی تھی۔آگے کیا ہوگا؟ سامعہ دل کڑا رکھو۔“ اس نے خود

کو دلاسہ دیا اور پھر بھیگی بھیگی پلکوں کے ساتھ وہ سوگئی بالکل فرحان کے کمرے کی دیوار کے دوسری طرف یہ جانتے ہوئے بھی کہ فرحان کو شدید غصے کے باعث نیند نہیں آئے گی۔مگر وہ کر بھی کیا سکتی تھی۔نہ اس کے پاس جا سکتی تھی اور نہ پاس بلا سکتی تھی۔

...☆☆☆...

سارے گھر میں دھوم مچی تھی۔

فرحان کی دی ہوئی انگوٹھی سب نے زرتاشیہ کی انگلی میں دیکھی اور سب ہی خوش تھے۔خاص کر بڑی بیگم اور زبیر احمد۔شاہدہ بیگم تو بڑے قرینے سے خوشی کا اظہار کرتی تھیں۔میاں افتخار کو البتہ انگوٹھی دیکھ کر جھٹکا سا لگا تو وہ فرحان کے ساتھ پیدل ہی گھر سے باہر نکل آئے۔

"یار! یہ کیا ڈرامہ ہے؟" وہ خاصے بلند لہجے میں بولے۔

"ڈرامہ تھا تو نہیں بنا دیا گیا۔" وہ پھولے ہوئے منہ کے ساتھ بولا۔

www.pdfbooksfree.pk

"آپ نے پانچ ہزار کی انگوٹھی سامعہ کے لیے خریدی تھی اور دے دی زرتاشیہ کو یعنی زرتاشیہ والا معاملہ ٹچ ہے۔" میاں جی خاصے بوکھلائے ہوئے تھے۔

"بابا! سامعہ نے آناً فاناً انگوٹھی زرتاشیہ کو دے دی۔"

"مگر کیوں؟" وہ چلائے۔

"بس شاید وہ بوکھلا گئی زرتاشیہ اس کے پاس تھی اور..."

"گھامڑ! آپ کو اس وقت جانا تھا کیا؟"

"دیکھ بھال کے ڈر ڈر کے جانا تو ایسا ہی ہوتا ہے۔نانو کی کڑی نگاہیں تو تعاقب میں رہتی ہیں۔"

"مجھے ترس آرہا ہے زرتاشیہ پر بے چاری کتنی خوش ہے۔اسے نہیں معلوم اس خوشی کی حقیقت کیا ہے۔عجیب سی بات ہے ایسا لگتا ہے کہ زرتاشیہ کو ہم دھوکا دے رہے ہیں۔اس کے خوابوں کو تعبیر سے محروم کر رہے ہیں۔"

میاں جی نرم دل اور نرم خو ہونے کے باعث دکھی سے ہوگئے۔تب فرحان نے بھی کچھ مذامت محسوس کی مگر وہ تو کسی اور کا ہوچکا تھا۔

''بابا! دل چاہتا ہے زرتاشیہ کو سچ سچ بتادوں۔'' وہ بولا۔

''شاباش تاکہ گھر میدان جنگ بن جائے آپ کی ماما' اپنی اماں جان کی چیخ و پکار تلے دب جائیں اور ہم گھر بدر کر دیے جائیں۔'

''پھر۔''

''پھر یہ کہ میرے بچے آئندہ کچھ دیتے ہوئے دھیان رکھنا زرتاشیہ کو طریقے سے اس گرداب سے نکالنا ہے۔تاکہ اسے صدمہ نہ ہو۔'' میاں جی بولے۔

''پتا نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں۔میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔زرتاشیہ کی خوش فہمی نے نیا رخ اختیار کرلیا ہے۔'' وہ جھنجلا سا گیا۔

''چلو چھوڑو دیکھا جائے گا' آپ نے محسوس نہیں کیا کہ نانو کے لہجے میں کتنی تبدیلی آئی ہے۔''

www.pdfbooksfree.pk

''ارے بیٹا آپ کی نانو دل کی بری نہیں ہیں۔ان کی محبت کا انوکھا سا انداز ہوتا ہے۔''

''بابا! ایسے کیسے ٹھیک ہوگا۔وہ اپنے کمرے میں بند اور میں اپنے میں۔'' وہ جذباتی سا ہوا تو میاں افتخار نے چلتے چلتے اس کا کان پکڑ کے دبایا۔

''دل قابو میں رکھو صاحبزادے ورنہ سب چوپٹ ہوجائے گا۔تانیہ کے ایگزامز ہوگئے ہیں۔اب گھر میں آپ کی اور تانیہ کی شادی کا مسئلہ کھڑا ہوگا۔''

''جس دن مسئلہ کھڑا ہوگا اسی دن میں صاف صاف بتادوں گا۔''

''صبر' حوصلہ فی الحال یہ بتائو کہ کاروبار کب شروع کرنا ہے۔اپنے پاس پلاٹ ہیں اور ایک عدد دکان۔شاید کچھ رقم اکائونٹ میں بھی ہو۔''

''ماما بھی تو کہتی رہتی ہیں۔ان کے پاس بھی کچھ پیسے ہیں۔'' وہ بولا۔

''بھی ان کے روپے پیسے کا ہمیں کچھ علم نہیں وہ اپنی اماں جان کے سوا کسی کو کچھ نہیں بتاتیں۔'' میاں جی نے واپسی کے لیے مڑتے ہوئے کہا۔

”خیر کچھ تو کرنا ہے۔ورنہ ملازمت کرلیتا ہوں۔“

”ہنہ یہ بھی اچھا آئیڈیا ہے۔اپنا سی وی مختلف ملٹی نیشنل کمپنی کو بھیجتے رہو۔“

”اور بابا اگر شادی کے لیے دائرہ تنگ کیا گیا تو میں سامعہ کو لے کر یہاں سے چلا جائوں گا۔“

”یار! جلد بازی نہیں، ابھی تو فلم شروع ہوئی ہے۔بہت کچھ باقی ہے۔“ وہ بولے۔

”بابا! مسز جیری کا فون آیا تھا۔وہ یہاں سے جا رہی ہیں۔ایک بار سامعہ سے ملنا چاہتی ہیں۔“ اسے یاد آیا۔

”تو ملوادیتے ہیں آپ ایاز کی طرف انہیں بلالیں۔میں خود سامعہ کو لے آئوں گا۔“ میاں بجی نے اس کی مشکل حل کردی۔

”یہ ہوئی نا بات۔“ وہ خوش ہوگیا۔

www.pdfbooksfree.pk

اور پھر گھر واپس آنے تک وہ سارے راستے کل کے پروگرام ذہن میں ترتیب دیتا رہا۔

سنٹرل لائبریری کی کچھ کتابیں واپس کرنی تھیں۔

تانیہ کو مجبوراً رکشے پر جانا پڑا۔رکشا باہر کچھ دیر کے لیے کھڑا چھوڑ کے وہ کتابیں واپس کرنے گئی۔جونہی وہ باہر نکلی تو وہ ایک دَم موٹر سائیکل لے کر اس کے اور رکشے کے درمیان آگیا۔اس نے چونک کر دیکھا اور رکشے میں بیٹھنے والی تھی کہ وہ بڑے تحکم سے رکشا ڈرائیور سے مخاطب ہوا۔

”کتنے پیسے ہوئے ہیں بولو؟“

”تم اپنا کام کرو۔“ رکشہ ڈرائیور سے پہلے تانیہ کی آواز گونجی۔

”کام تم سے ہے۔اچھا ہوا جو مل گئیں۔چلو موٹر بائیک پر بیٹھو۔“ اس نے جیب سے بٹوہ نکال کر سو روپے کا نوٹ نکالا اور رکشا ڈرائیور کے ہاتھ میں رکھتے ہوئے آرڈر چلایا۔یہ بھول کر کہ وہ تانیہ افتخار جیسی بدتمیز نک چڑھی سے مخاطب ہے۔وہ بھنّا گئی۔رکشہ غائب ہوگیا۔

"یہ سو روپے کے نوٹ کی جھلک تم جیسے بھیک منگوں کے لیے اہمیت رکھتی ہوگی۔میرے لیے نہیں۔"

"جانتا ہوں اسی لیے رکشے میں سفر کررہی تھیں اور پلیز پھر کبھی ایسی بد زبانی نہ کرنا' شاید میں بہت فراخ دل نہیں ہوں۔" وہ دو بدو بولا۔

"اے! ہولڈ یور ٹنگ!" وہ چلائی۔

"سنا نہیں تم نے کہ میرے ساتھ چلو۔"

"کیوں...؟"

"سوال نہیں' صرف عمل۔" سخت لہجہ استعمال کرکے موٹر بائیک اسٹارٹ کی۔

"کہاں...؟"

"سامنے صرافہ بازار تک' امی نے زیورات کے ڈیزائن کی بُک منگوائی ہے' تم ساتھ ہوگی تو آسانی ہوجائے گی۔"

"یہ فضول کام میں کیوں کروں؟" وہ کچھ نہ سمجھی۔

www.pdfbooksfree.pk

"کیونکہ یہ فضول کام تم سے متعلق ہے۔"

"بکو مت۔"

"بیٹھ جائو!" اس نے آخری بار خوں‌خوار نظروں سے گھورا تو وہ بھی اڑ گئی۔

"ہر گز نہیں۔"

"کیوں تماشا بن رہی ہو؟ بیٹھ جائو میں شاید غریب ہوں مگر اطمینان رکھو' شریف ہوں' تمہیں اغوا کرکے نہیں لے جائوں گا۔گھر حفاظت سے چھوڑ کے آئوں گا۔" وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولا۔

"دیکھو !"

"عمر پڑی ہے تمہیں ہی دیکھنا ہے۔اس وقت بیٹھ جائو۔" وہ خاصا نرمی سے شرارت آمیز جملہ کہہ گیا۔لوگ دیکھ رہے تھے۔وہ کچھ سوچ کر مجبوراً بائیک پر بیٹھ گئی۔

"سنبھل کر، مجھے کمر سے پکڑ سکتی ہو۔" موٹر سائیکل جھٹکے سے اسٹارٹ کی اور دھیرے سے کہا تو وہ چلائی۔

"کسی خوش فہمی میں نہ رہنا۔"

"سنو! تانیہ تم بھی یاد رکھنا کہ عادل اپنی چیزیں اپنے پاس ہی رکھتا ہے۔"

"جسٹ شٹ اپ!" وہ چیخی تو عادل ہنستا گیا، وہ ناسمجھ اس کی ہنسی میں چھپے پیار کو پہچان نہیں سکی۔لمبے چوڑے عادل کے سینے میں اس کے لیے کتنی محبت پیدا ہوچکی ہے۔ہلکی سی گردن گھما کر اس نے اس کی طرف دیکھا اور پھر صرافہ بازار کی پہلی بڑی سی جیولر کی دکان کے سامنے موٹر سائیکل روک کر اسے اترنے کا اشارہ کیا تو وہ اکڑ کر اتری اور ایک طرف کھڑی ہوگئی۔عادل نے لاکھ کوشش کی اسے اندر لے جانے کی مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔تب وہ بری طرح سلگ اٹھا' بنا اندر گئے واپسی کے لیے موٹر سائیکل اسٹارٹ کی اور زن سے نکال لے گیا۔وہ وہیں کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔

www.pdfbooksfree.pk

گھر پہنچتے ہی غصہ کم کرنے کے لیے وہ غٹا غٹ دو تین گلاس پانی پی گیا۔ رفیعہ بیگم نے الگنی سے سوکھے کپڑے اتارتے ہوئے غور سے اسے دیکھا۔

"لے آئے ڈیزائن کی کتاب۔"

"نہیں' اور نہ اس کی ضرورت ہے۔" وہ بھنّا کر بولا۔

"عادل! کسی سے جھگڑا ہوا ہے کیا؟" وہ فکر مند ہوگئیں۔

"امی! جو آپ کے دل میں آئے خریدیں' بنائیں آئندہ مجھے اس قسم کے کاموں کے لیے نہ کہئے گا۔"

"یار! یہ تو شادی کے لیے ضروری کام ہوتے ہیں۔" میاں ستار ہنس کر بولے۔

"ابا جی! پہلے شادی کی تاریخ ضروری ہوتی ہے' میرا خیال ہے آپ کومایوسی ہوگی۔" وہ بولا۔

"اللہ خیر کرے' کیسی باتیں کرنے لگے ہو؟" رفیعہ بیگم نے بگڑ کر کہا۔

"یقین نہیں آئے گا آپ کو' بات کرکے دیکھ لیں۔" وہ یہ کہتا ہوا واپس گھر سے باہر نکل گیا۔

"کیا ہوگیا ہے' گیا تو ٹھیک ٹھاک تھا۔" رفیعہ بیگم نے کچھ حیرت سے کہا۔

"کہتا ٹھیک ہے' پہلے افتخار اور شاہدہ سے شادی کی تاریخ کی بات کرو۔" میاں ستار نے بیٹے کی تائید کی۔

"بات ہی بات ہے' اب افتخار اور شاہدہ کیا کہیں گے؟"

"تُو بھولی ہے' شاہدہ کو ٹھیک سے نہیں پہچانتی ' پہلے ٹھوک بجا کے تاریخ لے پھر کوئی دوسرا کام۔" میاں ستار نے رفیعہ بیگم کو الجھن میں گرفتار کردیا۔

"آپ بھی کمال کرتے ہو' اب نیا رشتہ طے کرنا ہے کیا' عادل کا کام خوب چل نکلا ہے' تانیہ کے امتحان ہوگئے ہیں' مجھے خود اماں جان نے جلدی کا کہا تھا۔"

www.pdfbooksfree.pk

"چلو... یونہی سہی' اب آج کل میں جائو اور تاریخ کی بات کرو۔"

"زیورات کے ڈیزائن والی کتاب اسی لیے منگوائی تھی کہ پسند کرانے کے بہانے بات بھی ہوجائے گی' دوسرے شاہدہ اور افتخار کو اندازہ ہوجائے گا کہ شادی جلدی کرنی ہے۔"

"ڈیزائن بُک میں لادیتا ہوں یہ کون سا مسئلہ ہے؟"

"آپ اتنی دور کیسے جائیں گے؟"

"بھئی اب صحت ٹھیک ہے' پیدل سڑک تک پھر آگے سے رکشا لے لوں گا۔" وہ بولے اور فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔

"پہلے اپنی دوا کھائیں اور واپسی پر سبزی مارکیٹ سے آلو' ٹماٹر اور پیاز لیتے آیئے گا۔" رفیعہ بیگم نے جلدی جلدی میز پر سے دوا اٹھا کر انہیں پانی کے گلاس کے ساتھ دی۔

”میرا خیال ہے میں خود نہ افتخار کی طرف ہو آئوں۔“ وہ کچھ سوچ کر بولے۔

”آپ اتنی دور جائیں گے؟“

”ہاں! واپسی پر افتخار چھوڑ جائے گا۔“

”مگر...“ وہ سوچ میں پڑ گئیں۔

”اگر مگر کچھ نہیں‘ میں خود بات بھی کرکے آئوں گا۔“

”چلئے ٹھیک ہے لیکن افتخار سے بات کرنی ہے‘ وہ گھر میں نہ ہو تو چپ چاپ واپس آجایئے گا۔ڈیزائن بک دے آیئے گا۔کل پرسوں میں پھر میں چکر لگائوں گی۔“

”تم اتنا ڈرتی کیوں ہو؟“

”ڈرنے کی بات نہیں‘ رشتہ نازک ہے۔اونچ نیچ سے ڈرتی ہوں۔بچپن کا رشتہ ہے۔“

www.pdfbooksfree.pk

”کوئی بات نہیں‘ اگر نخرے کرتے ہیں تو بیٹی سنبھال کر رکھیں۔میرے عادل کے لیے ایک سے بڑھ کر ایک رشتہ موجود ہے۔“ وہ خاصے گرج دار انداز میں بولے۔

”نہیں‘ عادل کی مرضی بھی تو سمجھیں۔“

”کیوں؟ عادل نے کچھ کہا ہے کیا؟“ وہ بولے۔

”بھئی اتنا پرانا رشتہ‘ بچّے کچھ سوچنے لگتے ہیں آپ بھی حد کرتے ہیں۔“ رفیعہ نے ہاتھ جوڑ دیئے۔

”عادل میرا بیٹا ہے‘ اگر افتخار اور شاہدہ نے کچھ گڑ بڑ کی تو ہم بھول کر بھی ان کی طرف نہیں دیکھیں گے۔“ وہ فیصلہ کن انداز میں بولے۔

”ارے توبہ ہے جی! اب جایئے اللہ کا نام لے کر۔“ رفیعہ بیگم نے کہا۔

”رفیعہ بیگم! تم شاہد ہ کی عادت سے واقف نہیں ہو۔“

"آپ صرف شاہدہ کو موردِ الزام نہ ٹھہرایا کریں' افتخار کی مرضی کے بغیر وہ اسے نہیں رکھ سکتی تھی۔"

"کچھ بھی ہوا' افتخار تو پرایا ہوگیا' کہاں ہم ایک دوسرے کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے اور اب مہینوں ایک دوسرے کی شکل نہیں دیکھ سکتے۔" میاں ستار کی آواز بھرا گئی۔

"اب عادل اور تانیہ کی شادی کے بعد آنا جانا لگا رہے گا۔" رفیعہ بیگم نے مسکرا کر تسلی دی تو وہ اللہ حافظ کہہ کر باہر چلے گئے۔

...☆☆☆...

جونہی شاہدہ بیگم سامعہ کے کمرے میں پہنچیں تو تانیہ بھی تنتناتی ہوئی وہیں آگئی... شاہدہ بیگم تو میاں جی کے بتانے پر سامعہ سے اس کے شوہر کی گمشدگی کے بارے میں کچھ باتیں کرنے گئی تھیں... مگر تانیہ کا جلال دیکھ کر وہ اس کی طرف متوجہ ہوگئیں۔

"کیا بات ہے اس قدر غصے میں کس لیے ہو؟"

www.pdfbooksfree.pk

"ماما! آپ تائی امی کو ٹھیک سے سمجھا دیں' مجھے عادل کی بلاوجہ کی بدتمیزی ہر گز پسند نہیں۔" وہ اپنے غصے میں سامعہ کی موجودگی کا احساس بھی بھول گئی۔

"تانیہ! ابھی آرام سے بات کریں گے' آپ اپنے کمرے میں چلو۔" انہوں نے نرمی سے کہا۔

"تو' ابھی اسی وقت ان سے بات کریں' انہیں بتادیں کہ مجھے ان کے پھٹیچر بیٹے سے کوئی دلچسپی نہیں۔" وہ اور زیادہ اشتعال بھرے انداز میں چلائی تو سامعہ کچھ شرمندہ سی ہوکر "ایکسکیوزمی" کہہ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔

"تانیہ! دیکھو! یہ لڑکی کتنی سمجھدار ہے' اپنا رویہ نارمل رکھا کرو۔" انہوں نے بہت آہستہ سے کہا تو وہ ہتّھے سے اُکھڑ گئی۔

"ماما! آپ نہیں جانتیں اس نے آج کتنی بدتمیزی کی ہے؟"

"ویسے وہ بدتمیز تو نہیں۔"

"آپ کس کو بدتمیزی کہتی ہیں۔گالم گلوچ کو ' مارپیٹ کو یا زبردستی کرنے کو۔"

"تانیہ! پلیز! آرام سے بات کرو' میری طبیعت ویسے ہی کچھ خراب ہے۔" وہ خاصے تحمل سے بولیں۔

"اس کا مطلب ہے مجھے خود انہیں کھری کھری سنانا پڑیں گی۔"

"ایسا کیا ہوگیا ہے تانیہ..." وہ بے بسی سے بولیں۔

"عادل کی اتنی مجال کہ وہ مجھے اپنی بائیک پر زبردستی بٹھائے اور اس کی خوش فہمی دور کردیں کہ مجھے اس کے زیورات سے کوئی دلچسپی نہیں۔" وہ ایک سانس میں بولتی چلی گئی۔

"خدا کے لیے جائو' جاکر آرام کرو۔"

"آپ بابا سے بات کریں گی یا نہیں' ختم کریں اس رشتے کو۔"

www.pdfbooksfree.pk

"یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب خرم کی بات آگے بڑھے۔" انہوں نے بھی کچھ سختی سے دبے دبے لہجے میں کہا۔

"خرم تو جب بات بڑھائے گا' جب آپ اس بھوت بنگلے سے نکلیں گی۔" وہ تنکی۔

"تانیہ! میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا ' آپ کیسی لایخل قسم کی باتیں کرتی ہو؟" انہوں نے وہاں سے نکلتے ہوئے کہا۔مگر تانیہ نے ان کے تعاقب میں ان کے کمرے کا رُخ کیا۔وہاں ناجی اور اماں جان پہلے سے موجود تھیں۔ان کی الماری کا سب سامان باہر نکلا ہوا تھا۔کمرے میں کافور کی گولیوں کی بو پھیلی ہوئی تھی۔

"اماں جان! یہ اس وقت کیا کروارہی ہیں؟" وہ ناک دباتے ہوئے بولیں۔

"شاہدہ! خالص ریشم کے کپڑے' قیمتی جارجٹ کی ساڑھیاں کھلی لٹک رہی ہیں' ذرا سا کیڑا لگا تو برباد ہو جائیں گی۔" اماں جان نے جواب دیا۔

"معاف کرنا نانو! آپ کس کس چیز کو کیڑا لگنے سے بچائیں گی؟" تانیہ نے طنز کیا۔

"کیا مطلب؟" انہوں نے عینک کے پیچھے سے گھورا۔

"اتنی پرانی لکڑی کی الماریوں میں اب بچا ہی کیا ہے' یہ آپ کی حویلی اب کھوکھلی ہوچکی ہے۔" وہ ٹر ٹر بولی تو اماں جان کو تائو آگیا۔

"ارے واہ! کیسے زبان ٹر ٹر چلا رہی ہو' تمہارے منہ میں خاک۔"

"ہُونہہ!" یہ کہہ کر تانیہ تو کھٹ کھٹ کرتی وہاں سے چلی گئی۔جب کہ اماں جان نے شاہدہ بیگم کو گھیر لیا۔وہ اماں جان کے سامنے مجرموں کی طرح صرف ہوں' ہاں کرتی رہیں کیونکہ اماں جان کے سامنے کچھ بھی کہنے سے بہتر تھا کہ وہ خاموش رہتیں۔ویسے بھی ان کی طبیعت صبح سے ناساز تھی۔اس لیے بیڈ پردراز ہوگئیں۔کافی دیر نانجی اور اماں جان کمرے میں مصروف رہیں اور پھر انہیں سوتا دیکھ کر باہر چلی گئیں۔جب کہ وہ آنکھیں کھول کر مضطرب سی کروٹیں بدلنے لگیں۔میاں افتخار نے ان کے اضطراب کو محسوس

www.pdfbooksfree.pk

کرلیا تھا' مگر وہ آج کل سامعہ اور فرحان کی وجہ سے خود کنّی کترانے لگے تھے۔زرتاشیہ نے جس طرح انگوٹھی کی شہرت پیدا کی تھی' اس کے بعد خاصے مسائل انہیں دکھائی دینے لگے تھے۔وہ دبے قدموں سے واش روم کی طرف جانے لگے تو شاہدہ بیگم کی آواز نے قدم جکڑ لیے۔

"آج کل آپ کچھ اُلجھے اُلجھے سے کیوں ہیں؟"

"اجی جناب! ہم تو نہ الجھے ہیں اور نہ سلجھے ہیں' بس کہیں درمیان میں پھنسے ہیں۔"

"کبھی تو سیدھا جواب بھی دے دیا کریں۔" وہ جھلّا گئیں۔

"آپ کو ہماری ہر بات اُلٹی کیوں لگتی ہے؟" میاں افتخار کے لہجے میں طنز تھا یا مزاح۔شاہدہ بیگم نے اُکتا کر بنا کچھ سمجھے ہی آنکھیں موند لیں میاں افتخار نے اسی میں عافیت جانی اور چپ چاپ واش روم کا رُخ کیا۔وہ جان گئے تھے کہ بیگم صاحبہ کو تازہ تازہ کسی نئی الجھن کا سامنا کرنا پڑا ہے۔اسی لیے وہ

مضطرب ہیں مگر ان کی اپنی حیثیت جو تھی اس کا تقاضا یہی تھا کہ وہ خود سے کچھ نہ پوچھیں۔

حالانکہ وہ دونوں ہی اپنی اپنی جگہ پر بچوں کے مسائل میں گھرے تھے۔میاں افتخار کو فرحان اور سامعہ کی فکر تھی تو شاہدہ بیگم تانیہ کی وجہ سے اُلجھن کا شکار تھیں۔تانیہ کی خود سری نے اعلان کردیا تھا کہ وہ عادل سے نہیں خرم سے شادی کرے گی اور خرم کو اس گھر میں لانے کے لیے اس گھر سے باہر کہیں شفٹ ہونا ضروری ہے۔جو کسی صورت ممکن دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

...☆☆☆...

نیند نہیں آرہی تھی... دل مضطرب تھا... کمرے سے باہر نکل کر کوریڈور میں آئی تو فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

''ہیلو!''

''ہیلو !'' زرتاشیہ آپ کے ماموں جانی پہنچ گئے ہیں کیا...؟'' دوسری طرف مما تھی۔

www.pdfbooksfree.pk

''جی' مما نہیں تو' آپ نہیں آئیں۔'' وہ سب کچھ بھول کے جلدی سے بولی۔

''زرتاشیہ' آپ کے ماموں جانی پہنچنے والے ہوں گے۔آپ ان کے ساتھ میرے پاس آجائو۔''

''مما! آپ کا مطلب ہے میں پپا کو تنہا کرکے آجائوں۔''

''دیکھو! میں نے آپ کی مرضی پوچھی ہے' کیونکہ میں کسی صورت واپس نہیں آئوں گی۔'' فیصلہ کن انداز پر وہ رودی۔

''مت پوچھیں' میں اپنے پپا کو کسی صورت نہیں چھوڑ سکتی۔پچھتانا آپ کو پڑے گا۔''

''پاگل نہ بنو' میں افراسیاب سے آپ کی شادی کردوں گی۔''

''بس' بس مما! فارگاڈ سیک' اتنی بے حس نہ بنیں' اپنی بیٹی کی آنکھوں سے وہ سپنے بھی نہ چھینیں جو میری خوشی ہیں۔'' وہ چلاّ اٹھی۔

''باپ کی طرح احمق ہو' اس خود سر فرحان میں کیا نظر آتا ہے۔'' نرگس نے خاصی سختی سے کہا... تو وہ اس بات پر مزید چلّائی۔

''اوکے! ہم احمقوں کو جینے دیں' میں بلاوجہ پریشان تھی' پپا نے ٹھیک ہی فیصلہ کیا ہے۔میں آپ کی طرح نہیں سوچتی۔'' یہ کہہ کر اس نے فون کھٹ سے بند کردیا۔ریسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے اس کی نظر انگوٹھی پر پڑی تو روتے روتے بے اختیار اس کی نگاہوں میں خوشی کے جگنو جھلملانے لگے... برآمدے کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر اس نے انگوٹھی لبوں سے لگالی۔

''مما! آپ کیا سمجھوگی فرحان میرے لیے کیا ہے؟'' وہ خود سے بڑ بڑائی۔

''فرحان سے بہت پیار کرتی ہو۔'' ایک دم ہی دل نے پوچھا تو وہ شرما گئی۔

''ہُونہہ! بہت' اتنا زیادہ کہ جس کا شمار نہیں۔'' اس نے گردن جھکا کر دل کو جواب دیا۔

''کیوں کرتی ہو؟'' دل پھر مچلا تو وہ دھیرے دھیرے چلتی ہوئی درمیان کا دروازہ کھول کر دادو کی طرف آگئی۔

www.pdfbooksfree.pk

صحن میں مدہم روشنی تھی۔اس کے قدم اٹھے تو فرحان کے کمرے کی طرف تھے مگر دادو کے کمرے کے باہر ہی سامعہ اسے نظر آگئی' وہ کچھ پریشان سی تھی... زرتاشیہ اس کے قریب چلی آئی۔

''خیریت ہے اس وقت دادو کے کمرے سے برآمد ہوئی ہیں۔''

''وہ'ہاں' بس گپ شپ کررہی تھی کہ ضروری فون آگیا۔کمرے میں جارہی تھی۔'' وہ بوکھلا سی گئی۔

''او... اوکے' میں تو فکر مند ہوگئی تھی۔'' زرتاشیہ نے ہنس کر کہا۔سامعہ عجلت میں آگے بڑھی تو عین اسی وقت فرحان اپنے کمرے سے نکلا اس کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں' فرحان سامعہ کے کمرے کے قریب پہنچا تو زرتاشیہ نے جلدی سے اسے گھیر لیا۔

''تم' اس وقت یہاں۔'' فرحان نے تیوری چڑھا کر رسٹ واچ پر نگاہ ڈالی۔

اسے فون کرکے تو سامعہ کو کمرے میں بلانا پڑا تھا۔اب عین اس وقت وہ آگئی تھی اس لیے اسے قطعاً اچھا نہیں لگا تھا۔

"آپ سے ملنے کو دل چاہا تو آگئی۔" زرتاشیہ نے گھنیری پلکیں جھپکا کر کہا۔

"دل کی باتوں پر اتنا عمل نہ کیا کرو۔" وہ لہجے کی تلخی چھپا کر کچھ نرمی سے بولا۔

"آپ کو بُرا لگا ہے۔" پہلے سے دکھی دل رقّت میں ڈوب گیا۔

"زرتاشیہ! تم دودھ پیتی بچی نہیں ہو' خود سوچو۔" وہ یہ کہہ کر واپس جھنجھلاتا ہوا سا اپنے کمرے میں چلا گیا۔تب دروازے سے لگی سامعہ نے زرتاشیہ کی تکلیف کو محسوس کرکے دروازہ کھول کے قدم باہر نکالے۔

"زرتاشیہ! آئو میں بور ہورہی تھی' نیند بھی نہیں آرہی' گپ شپ کرتے ہیں۔" سامعہ نے مسکرا کر اسے کمرے میں آنے کو کہا تو زرتاشیہ کھل اٹھی۔

"مجھے بھی نیند نہیں آرہی تھی' پپا سوگئے تھے اور میں۔" اس سے آگے گلا رندھ گیا۔وہ کچھ بول نہ سکی۔تو سامعہ نے اس کا ہاتھ تھام کے بیڈ پر بٹھایا۔

www.pdfbooksfree.pk

"اور مما۔" انجانے میں وہ پوچھ بیٹھی تو چند لمحے وہ بیڈ کی چادر پر مضطرب ہوکر انگلیاں پھیرتی رہی اور پھر کچھ دیر بعد ہمت سے بولی۔

"وہ چلی گئی ہیں' پپا سے طلاق لے رہی ہیں۔"

سامعہ سناٹے میں آگئی' یہاں رہتے ہوئے اب تک اسے یہ بات معلوم نہیں تھی' شاید سب اپنی اپنی دنیا میں مگن تھے۔وہ تو ویسے بھی بطور مہمان لائی گئی تھی۔اماں جان اسے کیوں بتاتیں۔تانیہ سے تو ویسے ہی بہت مختصر سی ملاقات ہوتی تھی۔شاہدہ بیگم بھی بس لیے دیئے رہتی تھیں۔بابا جان نے بھی ضروری نہیں سمجھا ہوگا۔

"اوہ! آئی ایم سوری۔" زرتاشیہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔

"نہیں' بیٹھ جائو تم اداس ہو۔باتیں کرو دل بہل جائے گا۔" سامعہ کے دل میں اس کے لیے ہمدردی ہی ہمدردی پیدا ہوگئی۔

"فرحان کے پاس اسی لیے تو آئی تھی' مگر۔" وہ بولی تو فرحان کے نام پر سامعہ کا دل دھڑکا۔

"مگر کیا...؟" ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"اس نے جھڑک دیا' اس کی محبت جانے کیسی ہے۔" وہ بہت دکھی ہوگئی تب سامعہ کو ایسا لگا جیسے وہ مجرم ہے۔زرتاشیہ تو فرحان سے بے پناہ محبت کرتی ہے۔اس کا کیا ہوگا؟

"تمہیں یقین ہے کہ فرحان بھی تم سے محبت کرتے ہیں۔"

"اس انگوٹھی سے پہلے تو اتنا نہیں تھا' مگر اب ہے۔" وہ انگوٹھی والا ہاتھ اسے دکھاتے ہوئے بولی۔

"ہاں! انگوٹھی تو محبت سے ہی دی جاتی ہے۔" اس نے کہیں پاتال سے جواب دیا۔

"بڑی بیگم صاحبہ پوچھ رہی ہیں سامعہ بی بی آپ اب تک کیوں جاگ رہی ہیں؟" ایک دم دروازے کے باہر سے ناجی کی آواز آئی تو زرتاشیہ نے دم سادھ لیا۔

www.pdfbooksfree.pk

"وہ ' بس سونے لگی ہوں؟" سامعہ نے جواب میں کہا۔ناجی واپس چلی گئی تو زرتاشیہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آپ کو نہیں پتا دادو کے اصول کے مطابق رہنا پڑتا ہے۔" زرتاشیہ نے بہت آہستہ سے کہا اور دبے قدموں باہر نکل گئی۔

زرتاشیہ نہیں جانتی تھی کہ اس سے باتیں کرنے کے بعد سامعہ کی آنکھوں سے نیند بھاگ جائے گی۔وہ تو محبت کے سفر کی معصوم انجان سی مسافر تھی۔ جسے محبوب منگیتر کی شکل میں ملا تھا' پھر محبت کی کربناک حقیقتوں سے یہ کیسے واقف ہوگئی؟ کیا فرحان کا رویہ اسے ایسا سوچنے پر مجبور کررہا ہے' یا پھر ماں باپ کی زندگی کے ادھورے پن سے محبت کے ایسے معنی اور مفہوم سمجھ لیے ہیں۔کیوں زرتاشیہ اتنی سی عمر میں اس قدر بے رحم مرحلے سے گزر رہی ہے۔

"سامعہ! اس کی تہہ میں تم بھی تو کہیں شامل ہو' دبی ہو۔بظاہر تمہارے وجود کا احساس ابھی یہاں کسی کو بھی نہیں ہے۔مگر تم خود تو جانتی ہو کہ

زرتاشیہ کے خوابوں کا محل تمہارے قدموں تلے اپنا احساس کھو بیٹھا ہے۔یہ تمہارے سلوک سے ناواقف ہے' فرحان اس کا منگیتر ہی نہیں' اس کی محبت بھی تو بن چکا ہے' وہ فرحان کو اس قدر چاہتی ہے۔اے میرے خدا! یہ کیسا ساحل مراد مجھے ملا ہے جس پر پہلے سے

کوئی آس لگائے منتظر ہے۔اس کا منتظر جو بہت قریب ہوکر' بہت دور ہے۔"

"اوہ سامعہ! یہ کیوں ہوا؟ کیسے ہوا؟" وہ سر تھام کے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"کیا ضرورت ہے یہ سب اتنا سوچنے کی۔" اسی وقت فرحان نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بہت دھیرے سے کہا۔

"آپ اس وقت کیوں آئے ہیں؟" وہ گھبرا گئی۔

"یہ گزارش کرنے کہ کچھ تو موقع ہاتھ میں رہنے دیا کرو' اور رات کو ہی زرتاشیہ کیوں تمہارے کمرے میں آجاتی ہے؟"

www.pdfbooksfree.pk

"فرحان! زرتاشیہ بہت اچھی' بہت بھولی ہے' آپ سے بے پناہ محبت کرتی ہے۔مجھے بہت دکھ ہے کہ ہماری وجہ سے اس کے ارمان بکھر گئے ہیں۔" وہ تقریباً رودی۔

"ابھی کہاں بکھرے ہیں۔اس بھولی پیاری سی لڑکی کو آپ کی سوتن بنایا جاسکتا ہے۔" وہ خاصا لہک لہک کر بولا تو وہ ہولے سے بولی۔

"اگر آپ ایسا بھی چاہو گے تو مجھے کوئی شکوہ نہیں ہوگا۔"

"او ظالم! یہی تو قاتل ادا ہمیں دیوانہ بنائے ہوئے ہے۔"

اس نے کچھ کہنے کو منہ کھولا ہی تھا' کہ باہر سے بڑی بیگم صاحبہ کی آواز آئی۔

"سامعہ بیٹی! اب تک لائٹ کیوں جل رہی ہے؟"

سامعہ کی سانس حلق میں اٹک گئی۔فرحان نے جھٹ سے اٹھ کر لائٹ آف کردی اور بہت قرینے سے دروازہ لاک کردیا۔

”پلیز فرحان آپ جائو ابھی تک نانو جاگ رہی ہیں۔“ اس نے منت کی۔

”ارے جانِ من! وہ نیند ہیں بھی بجلی کا حساب کتاب ہی کرتی ہیں‘ معمول کے مطابق دوائیں کھاتے ہی بستر پر لیٹ جاتی ہیں۔“

...☆☆☆...

گلریز صاحب نے اپنی دانست میں بہت دور اندیشی سے کام لیا کہ اماں جان کی وجہ سے بڑا گھر اسی کو سمجھا اور وہیں آئے۔ڈرائیور نے پھلوں کی پیٹیاں اور خشک میوہ کے بڑے بڑے پیکٹس بھی گاڑی سے نکال کر اماں جان کے تخت پر رکھ دیئے۔یوں اپنے سامنے اچانک انہیں دیکھ کر وہ خوش بھی ہوئیں اور متحیر بھی۔چادر اوڑھ کر گوشت سبزی کی خریداری کے لیے تیار کھڑی تھیں۔فوراً بیٹھ گئیں۔گلریز صاحب کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور قریب ہی بٹھالیا۔

www.pdfbooksfree.pk

”ارے میاں! ان سب تکلّفات کی اب کیا ضرورت تھی؟“ نرگس کے فیصلے کے پیش نظر انہوں نے خاصی سنجیدگی اختیار کی۔جسے گلریز صاحب نے فوراً محسوس کرلیا۔

”اماں جان! یہ اب سے آپ کی کیا مراد ہے؟“

”پھل کھانے والے تو گھونسلہ چھوڑ کے اُڑ گئے‘ اب کیا بچا ہے؟“ وہ صاف کہہ بیٹھیں۔

”اللہ بہتری کرنے والا ہے۔ویسے بھی یہ سب نرگس کی وجہ سے تو نہیں ہے‘ آپ سب کے لیے ہے۔“ وہ مسکرائے۔

”نہیں میاں‘ جب گھر ہی تنکے تنکے کردیا تو یہ سب بھی ہمیں نہیں چاہئے۔“

”میں پوری کوشش میں ہوں کہ تنکے نہ بکھریں‘ بہتری کی گنجائش موجود ہے‘ کیا میرا اتنا بھی حق نہیں کہ یہاں کچھ لاسکوں؟“

”دیکھو بیٹا! میرے زبیر احمد کے حوالے سے دیکھو‘ وہ دل کا مریض بن گیا‘ اس کی زندگی ویران کردی۔بیٹی کی ساری ذمہ داری اس کے کندھوں پر آپڑی ہے‘ غیر ضروری ضد اور ہٹ دھرمی... لانا تھا تو اسے لاتے۔“ وہ سنجیدگی سے بولیں۔

”آپ کی سب باتیں درست ہیں‘ ہم اچھی طرح تسلی سے بیٹھ کر ان پر غور کریں گے۔رات بہت دیر ہوگئی تھی‘ اس لیے ہوٹل میں ٹھہر گئے۔اب سیدھا آپ کے پاس آیا ہوں۔“

”تمہارا اپنا گھر ہے‘ ناشتا کیا ہے یا نہیں۔“

”بس اچھی سی چائے پلوادیں۔ہوٹلوں میں لش پش تو بہت ہوتی ہے مگر اچھی چائے نہیں ہوتی۔“ وہ کچھ مطمئن ہوکر بولے۔

”کھانا بھی کہاں اچھا ہوتا ہے؟“ انہوں نے ہاں میں ہاں ملائی۔

”بس مجبوری کا نام شکریہ ہے۔“ وہ بولے۔

www.pdfbooksfree.pk

”تم آرام سے میرے کمرے میں چل کر بیٹھو۔میں چائے بنواتی ہوں۔“ انہوں نے کہا تو گلریز صاحب اپنا چھوٹا سا سفری بیگ وہیں چھوڑ کر ان کے کمرے کی طرف چل دیئے۔

ناجی اس وقت کمروں کی صفائی میں مصروف تھی‘ بڑی بیگم نے اسے آواز دی تو وہ ڈسٹر ہاتھ میں لیے آگئی۔

”ناجی! اچھی سی چائے بنائو اور بسکٹ بھی نکالو‘ دو کپ چائے ایک گلریز میاں کے لیے میرے کمرے میں لانی ہے اور ایک کپ باہر ڈرائیور کو دینا ہے۔“ انہوں نے تفصیلاً ہدایت کی... ناجی نے

ثبات میں گردن ہلائی تو انہیں یاد آیا۔

”پہلے ذرا زرتاشیہ کو بھیج دو۔“

”جی اچھا...“ ناجی یہ کہہ کر چلی گئی اور وہ اپنے کمرے میں آگئیں۔

گلریز صاحب بہت ریلیکس موڈ میں صوفے پر براجمان تھے' اماں جان کو دیکھ کر اطمینان سے مسکرائے۔

''میں نے زرتاشیہ کو بلوایا ہے' زبیر احمد تو آفس جاچکے ہیں۔'' وہ اپنے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولیں۔

''میں آج یہیں ہوں' کل صبح واپسی ہے۔''

''انجم کیسی ہیں؟'' انہوں نے پوچھا۔

''بالکل ٹھیک' بس اکثر بلڈ پریشر لو ہوجاتا ہے' ویسے وہ آرام بھی نہیں کرتی' کھانے پینے کی بھی چور ہے۔''

''ساتھ میں لے آتے۔''

''بس حالات خراب ہیں' ان حالات میں کیا آتی؟ نرگس کی وجہ سے ہمارے گھر میں تنائو سا ہے۔'' وہ خاصے افسردہ سے ہوگئے۔

www.pdfbooksfree.pk

''ارے میاں! بڑے بھائی بن کر کان کھینچتے' دماغ درست ہوجاتا' مگر سچ پوچھو تو مجھے تم سے بھی شکوہ ہے' اتنے دن ہوگئے اسے گئے ہوئے اور کسی نے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔'' اماں جان اپنے روایتی مخصوص جاہ وجلال میں آگئیں۔

''اماں جان! اگر چھوٹے خود سر اور ضدی ہوں تو بڑے اپنی عزت بچانے کے چکر میں خاموشی اختیار کرلیتے ہیں۔'' ان کے لہجے میں بے بسی تھی۔اماں جان نے جس کا انہیں احساس فوراً دلا دیا۔

''تو تم خاموش ہو' چھوٹی بہن کی بے جا خود سری کے سامنے گردن جھکا رکھی ہے۔''

''ایسی بات نہیں ہے' میں نے خاصا سخت رویہ ظاہر کیا ہے' لیکن کیا کروں ہاتھ پکڑ کر گھر سے نہیں نکال سکتا۔گھر پر اس کا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا کہ میرا۔''

”میاں صاحب زادے! عورت کا اصل گھر کون سا ہوتا ہے؟ شوہر کے گھر کو تو کبھی نرگس نے عزت دی ہی نہیں‘ جاکر دیکھو میرے بچے کا گھر کیسے کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے ؟“

”آپ کے کہنے سے پہلے میں یہ سب باتیں اسے سمجھانے کی کوشش کرتا رہا ہوں‘ بلکہ میرا خیال ہے کچھ وقت کے لیے زرتاشیہ کو میرے ساتھ بھیج دیجئے اس سے بھی بہت فرق پڑے گا۔

انہوں نے لمحے کی تاخیر بھی گوارہ نہیں کی اور جھٹ کہہ دیا۔

”لو‘ خوب کہہ رہے ہو‘ جو ذرا سی رونق اور خوشی میرے بچے کی زندگی میں باقی ہے وہ بھی رخصت کردوں۔میاں! یہ کیوں نہیں سوچتے کہ آخر چھوٹی سی بات کو تمہاری بہن نے افسانہ کیوں بنادیا؟ گھر چھوڑنے کے لیے تو کوئی بڑا بہانہ بناتیں۔“ وہ کچھ نہ کہہ سکے۔کیونکہ ناجی چائے لے کر آگئی تھی اور اس کے ساتھ زرتاشیہ بھی تھی۔وہ بہت خوشی سے مسکرائے وہ دوڑ کر ان کے گلے لگ گئی۔

www.pdfbooksfree.pk

”ماموں جانی! آپ رات کو کیوں نہیں آئے؟“

”ارے رے‘ یہ آپ کو کس نے بتایا؟“ وہ شرارت سے بولے۔

”مما نے فون پر بتایا تھا۔“

”اچھا جی! اندر ہی اندر ماں بیٹی ایک ہیں۔“

”وہ...“ وہ دادو کے سامنے کہہ کر شرمندہ سی ہوگئی۔

”زرتاشیہ! بیٹا یہ رشتے انمول ہوتے ہیں۔“ گلریز صاحب نے اس کی پیشانی چوم کر بہت محبت سے کہا۔

”مگر مما تو...“ وہ کچھ نہ کہہ سکی آواز لڑکھڑا گئی۔

”چھوڑو ذہن پر بوجھ نہیں ڈالتے‘ سب ٹھیک ہوگا۔آپ میرے ساتھ چلو۔“ انہوں نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے کہا تو وہ صاف مکر گئی۔

”نہیں‘ نہیں ماموں جانی! میں اپنے پپا کو چھوڑ کے نہیں جاسکتی۔“

”سن لیا! ہماری زرتاشیہ کو تو باپ کی فکر ہے۔“ اماں جان نے محبت پاش نظروں سے پوتی کو دیکھا۔

”ہونی بھی چاہئے اس کے پپا ہیں بھی تو بہت اچھے۔“ وہ پوری سچائی کے ساتھ بولے... کیونکہ وہ دل سے زبیر احمد کی شرافت اور اچھے اخلاق کی تعریف کرتے تھے۔ان کے خیال میں زبیر احمد بہت اچھے اور سچے بہنوئی تھے۔مگر کاش! وہ یہ بات نرگس کو سمجھا سکتے۔

...☆☆☆...

”عادل کے ابا! آپ کا بھی جواب نہیں‘ یہ زیورات کے ڈیزائن والی کتاب گھر لے آئے۔“ رفیعہ بیگم کو جو نہی اپنے چرمی بیگ سے کتاب نکال کر دی تو وہ تعجب سے بولیں۔

”بھئی بہت دیر ہوگئی تھی‘ وہ ٹھہرے بڑے آدمی بس مناسب نہیں سمجھا آج کل میں دکھا آئوں گا۔“ میاں ستار نے جواب دیا۔

www.pdfbooksfree.pk

”واہ جی! ایک کام کرنے گئے تھے وہ بھی کیے بنا ہی لوٹ آئے۔“ رفیعہ بیگم یہ کہہ کر آلو چھیلنے لگیں۔

”ویسے تو بہت بھولی ہے۔“ میاں ستار ان کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے ہنس کر بولے۔

”کیا مطلب...؟“ انہوں نے ان کی طرف دیکھا۔

”شاہدہ بیگم کے ساتھ گزارہ مشکل ہوجائے گا۔“

”کیوں؟ ہمیں شاہدہ سے نہیں تانیہ سے مطلب ہے۔“

”تانیہ تو اور بھی تیز ہے‘ میں یہی سوچ رہا ہوں کہ۔“

”بس کریں‘ پہلے ہی بدشگونی کی باتیں نہ کریں‘ یہ سب باتیں تو اس وقت سوچتے جب رشتہ طے کررہے تھے۔“ وہ کچھ ناپسندیدہ انداز میں بولیں۔

”میرے دل سے یہ قلق جاتا نہیں ہے کہ شاہدہ نے میرے بھائی کو مجھ سے دور کردیا۔“ وہ گلوگیر لہجے میں بولے۔

''اس میں شاہدہ کے ساتھ افتخار بھی برابر کا شریک ہے اور اب ان باتوں سے کیا حاصل جو ہونا تھا وہ تو ہوگیا۔ہم اپنے گھر خوش ہیں اور وہ اپنے گھر ۔'' رفیعہ بیگم نے شوہر کی دل جوئی کی خاطر کہا۔

''دکھ تو یہی ہے کہ وہ اپنے گھر میں نہیں ہے۔''

''شاہدہ کا گھر افتخار کا بھی ہے۔''

''ابھی تو اس کی ساس کا ہے' وہ گھر داماد ہے۔'' وہ طنزیہ بولے۔

''چلو' پھر کیا ہوا وہ اس میں خوش ہے تو۔''

''ہاں ہمیں کیا...؟'' انہوں نے لمبی طویل سرد آہ بھری۔

''ویسے ایک بات یاد رکھنا' اگر انہوں نے عادل کے لیے بھی ایسا کچھ سوچا تو یہ رشتہ توڑ دوں گی۔'' رفیعہ بیگم نے اکلوتے بیٹے کی جدائی کا تصور کرتے ہوئے بڑی صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔

www.pdfbooksfree.pk

''اگر تمہارا بیٹا چاچے کے نقش قدم پر چل پڑا تو؟'' میاں ستار کو شرارت سوجھی۔

''سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' وہ ہمارا بیٹا ہے' آپ نے دیکھا نہیں کہ کیسے اس نے ملازمت کا ارادہ ترک کرکے اپنی ضد چھوڑ دی ہے۔''

''ارے بھاگوان! مت بھولو تانیہ شاہدہ کی بیٹی ہے۔''

''تو کیا ہوا وہ ہمارے گھر کی عزت ہے۔'' رفیعہ بیگم فطرتاً سادہ لوح خاتون تھیں۔میاں ستار نے مزید بحث چھوڑ کے بات کا رُخ ہی بدل دیا۔

''جائو میری دوائیں لے آئو۔''

''دوائیں تو عادل لے کر آئے گا' بلکہ میں نے گوشت سبزی کے لیے بھی اسے تاکید کی ہے۔''

''بس تو پھر دوپہر کی ہانڈی رات کو ہی پکے گی' وہ تو جاکر بھول بھال گیا ہوگا۔'' انہیں کھانسی سی ہونے لگی تو کروٹ لے کر لیٹ گئے۔

"کبھی اعتماد نہ کرنا' بدگمان ہی رہنا۔" رفیعہ بیگم کچھ ناگواری سے کہہ کر وہاں سے اٹھ گئیں۔

"سنو!" وہ بولے۔

"اب کیا ہوا؟"

"شام کو چلیں گے افتخار کی طرف۔"

"ٹھیک ہے..." انہوں نے جواب دیا اور باورچی خانے کی طرف بڑھ گئیں اور میاں ستار نے اخبار اٹھا کر' عینک لگائی۔عادل نے اسٹور پر اخبار لینا شروع کردیا تھا۔رات کو اسٹور بند کرکے وہ اخبار ساتھ لے آتا' جو اگلے دن ستار صاحب صبح سے رات تک اس کو پوری طرح کھنگال ڈالتے۔

☆☆☆☆ئ

بڑی مشکل سے کامیاب اداکاری کے ذریعے میاں افتخار سامعہ کو مسز جیری سے ملانے کے لیے لے جانے میں کامیاب ہوئے۔ہزار ہا سوال اماں جان نے

www.pdfbooksfree.pk

کیے اور چند سوال شاہدہ بیگم کی نگاہوں میں دیکھے۔دراصل گلریز اور زبیر احمد سمیت سب اماں جان کے کمرے میں موجود تھے' ایسے میں انہیں اجازت طلب کرنی پڑی تو سب میں سے اماں جان اور شاہدہ بیگم کو ہی کچھ برالگا۔ باقی گلریز صاحب اور زبیر احمد نے تو نوٹس بھی نہیں لیا۔انہوں نے اسے ایاز کے گیٹ پر ہی ڈراپ کیا اور کہہ دیا کہ جب آنا ہو تو موبائل فون پر بیل دے دینا...

وہاں مسز جیری اور فرحان پہلے سے موجود تھے۔وہ مسز جیری کے گلے لگ کر رو دی۔

"اوکم آن! سویٹ ہارٹ! اب تو تم اپنا فیملی میں رہتے ہو' اتنا سویٹ ہزبینڈ گاڈ نے دیا ہے' پھر کاہے کو روتا ہے۔" مسز جیری نے بھیگی بھیگی سی پیار بھری چپت اس کے سر پر لگائی اور اپنی آنکھوں کے کونے دھیرے سے صاف کرلیے۔

"مگر تم نہیں ہو۔" وہ روتے روتے بولی۔

''اومائی ڈارلنگ! ابھی تو تمہارے پاس سب اپنے ہیں اور دعا تو تمہارے واسطے رہے گا۔'' انہوں نے بہت پیار سے اسے گلے سے لگاتے ہوئے کہا تو وہ فرحان کی طرف دیکھ کر مسکرادی۔

''مسز جیری! آپ بے فکر ہوجائیں سامعہ بھابی اب ہماری ذمہ داری ہیں۔'' صائمہ نے بہت اپنائیت کا مظاہرہ کیا۔

''پھر بھی میرے پاس جو تھا میں نے سامعہ کے واسطے بنک میں رکھ دیا۔یہ کاغذات سنبھال کے رکھنا اور پھر بھی کوئی پرابلم ہو تو فکر نہ کرنا' ادھر بھی بہت کچھ ہے۔'' انہوں نے اپنے ہینڈ بیگ سے ایک خاکی لفافہ نکال کے سامعہ کی طرف بڑھایا۔

''مگر مجھے تو آپ کی دعائیں چاہئیں۔'' سامعہ نے صاف انکار کردیا۔

''اوڈیئر! یہ دنیا بہت ظالم ہے' ادھر دعاؤں سے کام نہیں چلتا' تم بہت سادہ ہو۔''

www.pdfbooksfree.pk

''آپ کا مطلب ہے میں سامعہ کی ذمے داری نہیں اٹھا سکتا۔'' فرحان کو ناگوار سا لگا۔

''گاڈ نہ کرے مگر گرگٹ کے بارے میں بھی تو تم کچھ نہ کچھ جانتا ہوئے گا فرحان!'' انہوں نے کافی سنجیدگی سے پوچھا۔

''میں بد عہدی کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔'' فرحان نے جواب دیا۔

''اوہو یار! مسز جیری کا یہ مطلب نہیں ہے' یہ ماں بیٹی کا معاملہ ہے' تم اپنی چونچ بند رکھو۔'' ایاز نے شرارت آمیز لہجے سے ماحول کی سنجیدگی دور کی۔

''اور اچھے ماحول میں چائے پی جائے۔'' صائمہ نے بھی فوراً فضا بدلنے میں شوہر کا ساتھ دیا۔

''او بس! یہ اچھا سا ماحول پھر جانے ملے یا نہ ملے۔'' فرحان نے مسکرا کر کہا۔مگر مسز جیری نے فرحان کے کندھوں پر اپنے بوڑھے ہاتھوں کا دباؤ ڈال کر' نم آلود نگاہوں سے چند ثانیے اسے دیکھا اور پھر دھیرے سے بولیں۔

Farhan! Relation is not, How long u have been together! not, How many times u talk to Each other its All about How u value Each other!

"آپ کو یا سامعہ کو کبھی مجھ سے شکوہ نہیں ہوگا۔" فرحان نے ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر مضبوطی سے دبائے۔" وہ خوش ہوگئیں۔

"May Allah bless u"

"چلئے جی' چائے ٹھنڈی ہورہی ہے۔" صائمہ نے پھربآواز بلند یاد دہانی کرائی۔

"سامعہ ڈارلنگ! یو آر لکی۔" مسز جیری نے سامعہ کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔تو سامعہ ہولے سے ہنس دی۔حالانکہ اپنے لکی ہونے یا نہ ہونے پر اسے خود کچھ خبر نہیں تھی' مگر مسز جیری کو وہ دکھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔اس لیے سارا وقت ہنستی مسکراتی رہی۔کل سے بالکل غافل ہوکر۔

فرحان کو اندازہ تھا کہ مسز جیری کے جانے کی حقیقت تسلیم کرنا سامعہ کے لیے بہت مشکل کام ہے۔فرحان' ایاز بھائی اور صائمہ بھابی کے سمجھانے

www.pdfbooksfree.pk

بجھانے پر آنسو تو اس نے صاف کرلیے تھے' مگر اس کے ڈوبتے دل اور چکراتے سر کا علاج فوری طور پر کیا ہونا چاہئے' یہ اسے پتا نہیں تھا۔وہ تو یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ سخت رنجیدہ ہے۔مگر صائمہ بھابی نے اسے فوراً کمرے میں پہنچا کر بستر پر لٹادیا تھا۔اس پر گرم اونی چادر پھیلاتے ہوئے وہ خاصی فکر مندی سے بولیں۔

"موسم بدل رہا ہے' اس میں خوراک اور ماحول دونوں کا خیال رکھنا چاہئے۔ آپ کو اپنی صورت آئینے میں دیکھے کتنا عرصہ ہوگیا ہے۔"

"بھابی! اب میں بالکل ٹھیک ہوں' وہ تو مسز جیری کے جدا ہونے کا صدمہ ہے۔" وہ پھر سے گلوگیر ہوگئی۔

"دیکھو! یہ دنیا ہے یہاں آنا جانا' ملنا بچھڑنا تو لگا رہتا ہے' فرحان کے ملنے کی خوشی بھی تو ہے۔" صائمہ بھابی نے بہت پیار سے کہا۔

''مسز جیری کو جس طرح میرے وجود نے سمجھا' ویسا شاید کوئی بچہ اپنی ماں کو بھی نہیں سمجھ سکتا۔میرا گھر' میری گود ہیں وہ' انہیں بھولنا بہت مشکل ہے میرے لیے۔''

''کون کہہ رہا ہے کہ ماں کو بھول جائو' مگر وہ جارہی ہیں' انہیں جانا ہے۔اس سچائی کو قبول کرو۔'' فرحان نے مداخلت کی تو اس نے بڑے حوصلے سے بھیگی پلکیں صاف کیں۔فرحان کا کہنا وہ کیسے ٹال سکتی تھی؟

''سامعہ! آپ آرام کرو' میں سوپ بنا کر لاتی ہوں۔'' صائمہ نے کہا۔

''جی' جلدی جایئے ناں!'' فرحان نے شرارت سے کہا تو صائمہ کچھ سمجھ کر ہنستی ہوئی باہر چلی گئی اور فرحان نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور دروازہ اندر سے بند کرلیا۔

''پلیز فرحان! کچھ تو خیال کریں' صائمہ بھابی کو ابھی آنا ہے اور بہت دیر ہوگئی ہے' بابا کو فون کردیں۔''

www.pdfbooksfree.pk

''خاموش!'' مگر ایک دم ہی اس کا دل ڈوبنے لگا۔آنکھوں سے پانی بہنے لگا۔ وہ خود سے لڑتے لڑتے بے دم سی ہوگئی۔اس کے فق چہرے پر پسینے کی بوندیں دیکھ کر وہ کچھ چونکا مگر اسی لمحے صائمہ بھابی نے دروازہ ناک کردیا تو وہ اُچھل کر اسے چھوڑ کر دروازے تک پہنچا اور پھر دروازہ کھول دیا۔صائمہ بھابی سمجھ دار تھی' انہوں نے دروازے کی اُوٹ سے سوپ کا پیالہ پکڑا دیا اور خود ضروری کام کا بہانہ کرکے چلی گئیں۔فرحان نے سوپ کا پیالہ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور اسے ہلایا۔

''فرحان ! بابا کو فون کریں جلدی' میری طبیعت بہت خراب ہورہی ہے۔'' وہ ٹھہر ٹھہر کر بولی۔

''یار! یہ سوپ لو' ابھی ٹھیک ہوجائو گی۔'' فرحان نے اس کی طرف سوپ بڑھایا' مگر اس نے ناگوار سا منہ بنا کر انکار کردیا۔

''تمہارا مسئلہ کیا ہے؟'' فرحان نے خود سوپ کا گھونٹ لیتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں' بس میں جانا چاہتی ہوں ' دیر ہوگئی ہے۔" وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔فرحان نے اس کی بات مان لی اور فوراً جیب سے موبائل نکال کر بابا کو آنے کا کہہ دیا۔

"فرحان!"

"ہُوں۔"

"یہ مسز جیری والے کاغذات کا کیا کریں؟"

"اپنے پاس رکھو' بلکہ حفاظت سے رکھو۔" وہ بے پروائی سے سوپ پیتے ہوئے بولا۔

"مگر..."

"اگر مگر کیا ہے سامعہ جی۔" وہ بولا۔

"میرے پاس کسی نے دیکھ لیے تو۔"

www.pdfbooksfree.pk

"سو وہاٹ! تمہاری چیز تمہارے پاس نہیں ہوگی کیا؟" وہ خاصی بیزاری سے بولا۔

"آپ ایسا کرو' یہ استعمال کرلو۔" وہ تکیے کے سہارے بیٹھتے ہوئے بولی۔

"فارگاڈ سیک! مجھے اتنا کمزور سمجھا ہے کیا؟" وہ برا مان گیا۔

"نہیں' مگر ہم دونوں میں کوئی فرق ہے کیا؟" اس نے بھی جواباً اسی طرح پوچھا۔

"نہیں' لیکن کچھ چیزیں فرق سے رہیں تو بہتر ہے۔"وہ نرمی سے بولا۔

سامعہ چپ ہوگئی... ویسے بھی اس وقت وہ بہتر فیل نہیں کررہی تھی۔

☆☆☆☆ئ

"ناجی! اللہ ہی ہے جو تمہیں عقل دے' یہ سبز قہوہ ان بڑے بڑے مگوں میں کون پیش کرتا ہے۔" بڑی بیگم نے سخت غصے سے کہا۔

”تو برتنوں کی الماری کو آزادی دے دیں‘ تالے چابی کے چکر میں قہوہ ٹھنڈا ہو جاتا۔“

”توبہ ہے ٹرٹر کرتے حیا نہیں آتی۔“

”بھئی آزادی والی بات خوب کہی ہے ناجی نے۔“ گلریز صاحب نے مسکرا کر کہا۔

”یہ نادان ہے گلریز بھائی‘ اس گھر میں رہتے ہوئے آزادی کی بات کرتی ہے۔“ میاں افتخار نے ٹکڑا لگا کر اپنا فرض پورا کیا۔

”آپ تو گویا قید میں ہیں۔“ شاہدہ بیگم نے گھور کر پوچھا۔

”ہم تو برتنوں کی قید کی بات کر رہے تھے۔“ میاں جی نے قہوے کی چسکی لی۔

www.pdfbooksfree.pk

”ارے میاں! تمہیں جو باتیں سوجھ رہی ہیں‘ یہ سب ہماری وجہ سے ہیں‘ ورنہ بیگم صاحبہ کو اور صاحبزادی کو تو تم جانتے ہی ہو۔“ بڑی بیگم نے آئو دیکھا نہ تائو سارا ملبہ بیٹی اور نواسی پر ڈال دیا۔

”ناجی جائو‘ جاکر کھانے کے برتن سمیٹو اور دودھ گرم کرنے رکھو۔“ شاہدہ بیگم نے غصہ ضبط کرکے ناجی کو کہا۔

”ویسے قہوہ بہت اچھا بنایا ہے۔“ زبیر احمد جو اَب تک خاموش تھے پہلی بار بولے۔

”پھر بھی کچھ تو کہنا ہی ہوتا ہے۔“ ناجی تلملا کر کہتی ہوئی چلی گئی۔

دراصل کھانے کے بعد سب زبیر احمد کے پورشن میں آگئے تھے‘ گلریز صاحب نے کھانے کے بعد قہوے کی فرمائش کی تھی۔اس لیے ناجی کو قہوہ بنا کر لانے کو کہا گیا تھا۔

”ماموں جانی! آپ نے قہوے کی فرمائش کی‘ ورنہ میں آپ کو اچھی سی کافی بنا کر پلاتی۔“ زرتاشیہ بولی۔

''چلو' ہمارے ساتھ ہم روز کافی اپنی بیٹی کے ہاتھوں کی بنی ہوئی پیا کریں گے۔'' گلریز صاحب نے کہا۔

''اور میرے پپا کو کون پلائے گا؟'' زرتاشیہ نے محبت بھری نگاہوں سے زبیر احمد کو دیکھا۔

''ارے کچھ تو' میرے بچے کے پاس رہنے دو گلریز میاں۔'' بڑی بیگم نے تاسف اور شکوے کو یک جا کردیا۔

''معافی چاہتا ہوں اماں جان' میرا مطلب یہ نہیں تھا' دراصل سب کوششیں نرگس کو یہاں لانے کی ہیں۔''

''نہیں گلریز بھائی' آپ ایسی کوئی کوشش نہ کریں' جو فیصلہ ہونا تھا ہوگیا۔'' زبیر احمد نے خاصی سنجیدگی سے کہا۔

''یار ! جذباتی نہ بنو' اگر نرگس کو ہدایت مل سکتی ہے تو کیا حرج ہے؟'' میاں افتخار نے گلریز صاحب کی تائید کی۔

www.pdfbooksfree.pk

''افتخار بھائی! آپ جانتے ہیں کہ میں جذباتی نہیں ہوں' اگر جذباتی ہوتا تو شاید نرگس پہلے ہفتے ہی گھر چلی جاتی۔''

''میرا مطلب یہ نہیں ہے لیکن زرتاشیہ کی وجہ سے۔''

''پھوپھا جان! میں کسی قیمت پر اپنے پپا کی بے عزتی نہیں چاہتی' مما نے جو کچھ مجھے کہہ دیا ہے اس کے بعد کچھ نہیں بچتا۔'' زرتاشیہ یہ کہہ کر وہاں سے چلی گئی۔

''دیکھو!'' گلریز میاں! بچی ایسے ہی متنفر نہیں ہوگئی اگر اسے آنا ہے تو فوراً خاموشی سے گھر آجائے۔ورنہ بس اس موضوع پر بات ختم سمجھو۔'' اماں جان نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

''میں تو یہ چاہ رہا تھا کہ زرتاشیہ یہاں اکیلی ہے۔وہاں نرگس کے پاس جائے گی توشاید اس کا دل پگھل جائے۔''

''یہ بھی تو سوچو کہ زرتاشیہ چلی گئی تو زبیر کتنا تنہا ہوجائے گا۔'' شاہدہ بیگم نے کہا۔

”چھوڑیں باجی! اگر زرتاشیہ جانا چاہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔“ زبیر احمد نے بہن کی بات پر ردّعمل ظاہر کیا۔

”تو پھر طے ہے کہ زرتاشیہ تو یہاں سے نہیں جانا چاہتی‘ ویسے بھی اس کی شادی کرنی ہے۔“ اماں جان نے واضح طور پر بتادیا۔شادی کے نام پر میاں افتخار نے پہلو بدلا۔جب کہ شاہدہ بیگم نے ماں کی تائید کی۔

”زرتاشیہ کا کوئی مسئلہ نہیں ایک دیوار بیچ میں ہے جب چاہیں گرادیں۔“

”ویسے بھی میں نے اپنا سب کچھ بیٹی کے نام کردیا ہے۔“ زبیر احمد نے کہا۔

”گلریز صاحب کو ایسا لگا جیسے ان کا آنا بے سود تھا‘ یہاں تو کوئی بھی نرگھس کی واپسی کا منتظر نہیں تھا۔پھر بھی موہوم سی امید کے سہارے وہ بولے۔

”ماں کو بیٹی سے الگ بھی تو نہیں کیا جاسکتا۔بیٹی کی شادی ہو اور ماں نہ ہو‘ لوگ کیا کہیں گے؟“

www.pdfbooksfree.pk

”دیکھو میاں؟ جھوٹ تو ہم بولتے نہیں‘ سب کو سچ سچ بتائیں گے‘ آپ کی بہن ماں کبھی بنی ہی نہیں۔اگر ماں بن کر سوچتیں تو چھوٹی سی بات پر گھر نہ چھوڑ جاتیں۔“ اماں جان تائو میں آگئیں۔گلریز صاحب خاموش ہوگئے۔

”آپ کا آنا سر آنکھوں پر‘ مگر نرگس نے اپنا فیصلہ مجھے سنادیا ہے۔تاہم مجھے اس سے یا آپ سے کوئی شکایت نہیں۔آپ بڑے بھائی ہیں اور رہیں گے۔مگر نرگس کو آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں‘ وہ ضد اور خود سری میں اپنا نقصان تو کرسکتی ہے لیکن ہار نہیں مانے گی۔“ زبیر احمد نے بڑے تحمل سے کہا اور اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔گلریز صاحب نے خاموشی اختیار کرلی۔ان کے پاس کوئی جواب اور جواز نہیں تھا۔

☆☆☆☆ئ

جونہی وہ سیٹی بجاتا ہوا کمرے سے باہر نکلا۔

مسز ہمدانی نے میگزین بند کرکے اس کی طرف توجہ دی۔

”ہائے مام!“

''خرم!تانیہ کے پندرہ بیس فون آچکے ہیں' آپ کا موبائل خراب ہے یا۔''

''او' ویری سیڈ! دراصل فون رات کو سائلینٹ پر کیا تھا۔وہ تو بہت ناراض ہورہی ہوگی۔'' وہ جیب سے موبائل فون نکال کر جنرل پرایکٹیویٹ کرنے لگا۔

''خرم! تانیہ کیا چیز ہے؟'' مسز ہمدانی نے گہری نگاہوں سے اس کی تلاشی لی۔

''مام! ابھی بتاتا ہوں پہلے اسے منا تو لوں۔'' مگر کافی دفعہ نمبر ملانے کے باوجود تانیہ نے فون اٹینڈ نہیں کیا تو وہ سمجھ گیا کہ وہ ناراض ہوگئی ہے۔

''مام! آپ مجھے جگادیتیں۔''

''تعجب ہے۔'' مسز ہمدانی نے حیرت سے پوچھا۔

''ایکچوئیلی' جب سے میں آیا ہوں اس سے بات نہیں ہوئی' وہ تو غصے ہوگی۔'' خرم اپنی ترنگ میں بولتا چلا گیا۔

''خرم ! تانیہ کیاہے؟''

www.pdfbooksfree.pk

''مام! ابھی تک جسٹ وی آر گڈ فرینڈ۔''

''اینڈ...'' مسز ہمدانی نے جملہ نامکمل چھوڑ دیا۔

''مام! تانیہ چاہتی ہے کہ ہماری فرینڈ شپ کو نیا رشتہ ملے۔''

''اور آپ' آپ کیا چاہتے ہو؟'' انہوں نے کُریدا۔

''وہ آل ریڈی انگیجڈ ہے' اگر وہاں سے آزاد ہوجائے تو مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں۔'' وہ صاف گوئی سے بولا۔

''وہ آزاد صرف آپ کی وجہ سے ہونا چاہتی ہے یا۔''

''وہ اپنے فیانسی کو سخت ناپسند کرتی ہے اس وجہ سے۔''

''تو پھر کوئی بھی خرم اس کی چوائس ہوسکتا ہے۔''

''ایسا نہیں ہے مام! شی از مائی بیسٹ فرینڈ۔'' خرم نے یقین دلانے کے لیے ان کے پاس بیٹھ کر کہا تو وہ ہولے سے مسکرادیں۔

''خرم! ٹھیک ہے مان لیا' اسی لیے وہ مسلسل فون ملاتی رہی اور آپ سوتے رہے۔'' مسز ہمدانی نے مسکرا کر سر پر چپت لگائی۔

''اب اس کو منانے کے لیے بھی زمانے لگیں گے۔''

''میرا خیال ہے جب تک امریکا سے واپس آجائیں گے۔'' انہوں نے چھیڑا۔

''امریکا سے کون واپس آئے گا۔ خرم ہمدانی' ہر گز نہیں۔'' وہ صاف انکار کرکے مسکرانے لگا۔

''یہ بعد کی باتیں ہیں' فی الحال آپ کو اپنے ڈیڈ کے پاس پہنچنا تھا' اور فہرست کے مطابق شاپنگ کرنی ہے۔''

''یس' مگر قسم سے مام یہ بیورو کریٹس کا شہر مجھے بہت بور کرتا ہے' باہر نکلیں تو سرد سرد اکڑے ہوئے بے حس لوگ' سانس بھی سرگوشی میں لیتے ہیں۔'' وہ بہت ناگوار سامنہ بنا کر بولا۔

www.pdfbooksfree.pk

''خرم ! کچھ تو ذوق پیدا کرو' اتنا خوب صوت ' پُر سکون شہر ہے' لوگ یہاں رہنے کی تمنا کرتے ہیں۔''

''بس خوب صورت اور سکون ہی سب کچھ نہیں ہوتا' زندگی کی حرارت بھی چاہئے۔'' وہ یہ کہتا ہوا جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

''خرم! سب کام مکمل کرکے آنا' ورنہ آپ کے ڈیڈ مجھ سے خفا ہوتے ہیں۔ وہ بھی وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چلی گئیں۔ وہ کچھ دیر کھڑا کچھ سوچتا رہا' پھر ایڑھیوں کے بل گھوم کے واپس صوفے پر بیٹھ کے تانیہ کا نمبر پھر سے ملایا' مگر دوسری طرف سے اس کی خوں‌خوار آواز میں فقط اتنا کہا گیا... ''سوری رانگ نمبر۔'' اور فون کھٹ سے بند ہوگیا۔

''اوگارڈ! یہ نمکین بھی جوالہ مکھی ہے۔'' وہ کندھے اُچکا کر کہتا ہوا ٹی وی لائونج سے نکلا اور کوریڈور عبور کرتا ہوا پورچ کی طرف بڑھ گیا۔

ئ☆☆☆☆ء

گلریز صاحب کے واپس جانے کے بعد... زبیر احمد اپنے آفس چلے گئے اور زرتاشیہ کی بڑی بڑی آنکھوں میں گویا سمندر اتر آیا۔تنہائی پاکر وہ دیوار سے لگ کر ہچکیاں لینے لگی۔ناجی کو اماں جان نے باریک کپڑے الماریوں سے نکال کر گرم کپڑے رکھنے کا حکم دے کر بھیجا تھا۔ایسے میں وہ سیدھی زرتاشیہ کی پاس آگئی۔مگر اسے اس طرح روتا دیکھ کر وہ خود بھی اس کے قریب بیٹھ گئی۔

''زرتاشیہ بی بی!'' اس نے دھیرے سے پکاراتو اس نے گھٹنوں پر سے سر اٹھا کر بھیگی نگاہوں سے افسردہ سی ناجی کو دیکھا۔

''ہُوں!''

''آپ کیوں روتی ہو؟''

''میں اپنے پپا کی وجہ سے رو رہی ہوں' میرے پپا بہت دکھی ہیں۔'' وہ معصومیت سے بولی۔

www.pdfbooksfree.pk

''نہیں زبیر صاحب بہت ہمت والے ہیں' وہ تو آپ کے ساتھ خوش ہیں۔'' ناجی نے بتایا۔

''جانتی ہوں' مگر وہ نامکمل تو ہیں۔''

''بی بی ! کون مکمل ہے؟ آپ بے چاری سامعہ جی کو دیکھیں ان کا اس دنیا میں کوئی نہیں۔وہ کتنی تنہا ہیں؟ مگر پھر بھی بہت خاموش اور صابر ہیں۔میں نے بڑی بیگم صاحبہ نے کئی بار ان سے پچھلوں کے بارے میں جاننا چاہا' مگر وہ مسکرا کر ٹال جاتی ہیں۔ہمارے پاس رہ تو رہی ہیں مگر یہاں کسی کے پاس ان کے ساتھ بات چیت کا وقت ہی نہیں۔'' ناجی انتہائی تاسف آمیز انداز میں بولتی چلی گئی۔

''بہت اچھی ہیں' بہت پیاری ہیں' ان کے اپنے تواللہ میاں نے لے لیے ہیں' میری مما تو خود مجھے چھوڑ گئی ہیں۔'' زرتاشیہ نے ہتھیلی سے آنکھیں رگڑ کر کہا۔

"مجھے ہی دیکھ لیں بی بی' میں نے اپنے کسی کو نہیں دیکھا' کسی نے پالا پوسا اور پھر بڑی بیگم صاحبہ کے حوالے کردیا۔" ناجی کی آنکھوں میں دُھواں سا بھر آیا۔

"ہم سب اب تمہارے ہیں۔" زرتاشیہ نے پیار سے اس کا ہاتھ تھام کر کہا تو وہ خوش ہوگئی۔

"مجھے معلوم ہے' آپ سب میرا خیال رکھتے ہو۔"

"اور دادو' دادو کی ڈانٹ...!" زرتاشیہ نے چھیڑا' تاکہ وہ ہنسنے لگے۔

"وہ تو اب اچھی لگتی ہے' پہلے بری لگتی تھی' بڑی بیگم صاحبہ غلط نہیں کہتیں۔بس اصول انہیں عزیز ہیں۔میں انہیں چڑاتی بھی ہوں۔" وہ سچ مچ ہنس ہنس کر بتانے لگی... زرتاشیہ فرش سے اٹھ کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔ناجی اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔

"میں ابھی آپ کے کپڑے لگادیتی ہوں' صاحب جی کے رات کو لگاؤں گی۔ گھر میں سب کام پھیلے ہوئے ہیں۔بڑی بیگم صاحبہ بازار گئی ہیں مجھے ان کے

www.pdfbooksfree.pk

آنے سے پہلے جاکر کام کرنا ہے۔" وہ تیزی سے ہاتھ چلاتے ہوئے بولی۔

زرتاشیہ کا دل اس کی باتوں سے کافی بہل سا گیا۔ورنہ اس کے دل میں ایک طوفان تھا' کرب تھا' شدید درد تھا جو اسے تڑپا رہا تھا۔ناجی کو کام میں مصروف چھوڑ کر وہ کمرے سے باہر نکل آئی۔پھر دل چاہا تو دادو کی طرف آگئی۔تانیہ کے کمرے کا دروازہ بند تھا۔وہ سامعہ سے ملنے کا ارادہ باندھ ہی رہی تھی کہ فرحان کے کمرے سے دھیمی دھیمی سی آواز سنائی دی۔وہ شاید فون پر بابا سے کچھ کہہ رہا تھا۔وہ دروازے سے اندر داخل ہوگئی۔فرحان نے تعجب بھری نگاہوں سے اسے دیکھا اور فون بند کردیا۔

"آپ پڑھی لکھی ہو' کم از کم دروازے پر ناک کرکے آنا چاہئے۔" وہ خاصے تلخ سے انداز میں کہہ کر جوتے کے تسمے باندھنے لگا۔

"ہاں! لیکن آپ کے دروازے کے لیے یہ شرط عائد نہیں ہوتی۔" وہ سادگی سے مسکرائی۔

"بہر کیف! فرمایئے کیا بات ہے؟" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"کیوں' آپ سے بنا کام کے ملنا مشکل ہے۔" وہ اٹھلائی۔

وہ قریب آکر رُکا اور گھورتے ہوئے بولا۔"میرے پاس ایسی بے کار باتوں کے لیے وقت نہیں ہے۔"

"پھر کس کے لیے وقت ہے؟" جانے کیسے دل گرفتی کے عالم میں اس کے لبوں سے جملہ پھسل گیا۔

"یہ اس سے بھی زیادہ بے کار سوال ہے۔" وہ خاصا چڑ کر بولا۔

"اگر میں اور میری باتیں بے کار ہیں' تو پھر اس کی کیا ضرورت تھی؟" وہ بھی شکوہ کرتے ہوئے انگوٹھی والا ہاتھ اسے دکھانے لگی۔

"کیا آج فضول باتوں کا ٹھیکا لے لیا ہے؟"

"ہاں!میں آج فضول ہوں' میرے لیے کوئی وقت نہیں' صاف بتادیں کہ مجھ سے محبت کرتے ہیں یا نفرت؟" وہ نین کٹوروں سے بہتے پانی کو صاف کرتے ہوئے پوچھ بیٹھی۔فرحان چونکا۔غیر متوقع سوال' لمحہ بھر کو دل میں آیا

www.pdfbooksfree.pk

کہ صاف صاف کہہ دے کہ میں تم سے محبت نہیں کرتا۔" مگر اگلے ہی لمحے دل نے چٹکی لی۔"یہ موقع ایسی باتوں کا نہیں۔"

"سوچ میں پڑ گئے ناں؟" وہ دکھ سے بولی۔

"زرتاشیہ! تم جانے کیسی باتیں کرتی ہو؟ کیسے سوال کرتی ہو؟ محبت' نفرت کے اظہار کا بھی کوئی طریقہ ہوتا ہے۔" وہ ٹال کر بیڈ کی سائیڈ ٹیبل سے اپنا موبائل فون اور پرس اٹھانے لگا۔

"وہ طریقہ آپ بھی اختیار کرلیں' میری مما کی طرح کہہ ڈالیں۔" وہ خاصا چلاّ کر بولی۔

"زرتاشیہ! میرا موڈ خراب مت کرو' مجھے سامعہ کو ڈاکٹر کے پاس لے کر جانا ہے۔" وہ خاصی تلخی سے کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔اسے ایک دم احساس ہوا تو لپک کر اس کے پیچھے سامعہ کے کمرے میں آگئی۔سامعہ بستر پر تھی' خاصی کمزور اور نڈھال سی...

"کیا ہوا سامعہ جی؟" معصوم سی زرتاشیہ ' فرحان کی کڑوی کسیلی بھول کر سامعہ پر جھک گئی۔

"کچھ نہیں' بس ویسے ہی گھبراہٹ سی ہے۔" سامعہ فرحان سے نظریں چرا کر زرتاشیہ سے بولی۔

"لیکن فرحان تو کہہ رہے ہیں۔" زرتاشیہ نے فرحان کو دیکھا اور پھر فکر مندی سے بولی۔

"فرحان صاحب کو بلاوجہ فکر ہوگئی' موسم کی تبدیلی ہے بس۔" سامعہ نے مدھر لہجے میں دھیمے سے جواب دیا۔

"دراصل! بابا نے مجھے کہا ہے کہ آپ کو ڈاکٹر کے پاس لے جائوں۔" فرحان نے وضاحت کی۔

"تو پھر سامعہ جی! آپ کو جانا چاہئے' اٹھیں تیار ہوجائیں۔" زرتاشیہ نے فرحان کی وضاحت کو مکمل سہارا دیا۔سامعہ کچھ پریشان سی ہوگئی۔

www.pdfbooksfree.pk

"آپ کیا سوچنے لگیں' اٹھیے جایئے۔" زرتاشیہ مصر ہوگئی' دوسری طرف فرحان کی آنکھوں میں بھی اصرار تھا۔اسے کمبل سے باہر نکلنا پڑا۔

"ویسے آپ کو تنہائی کی وجہ سے بھی گھبراہٹ ہوتی ہوگی۔" زرتاشیہ نے کہا تو سامعہ نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔

"آپ سب پیارے لوگوں کے درمیان میں تنہا کہاں ہوں؟"

"فرحان! آپ گاڑی نکالیں میں سامعہ جی کو لے کر آتی ہوں۔"

"اوکے...!" فرحان کے پاس اس وقت کوئی دوسرا راستا نہیں تھا' حالانکہ وہ خاموشی سے بابا کے کہنے کے مطابق سامعہ کو ڈاکٹر کے پاس لے جانا چاہتا تھا۔مگر زرتاشیہ نے سارا پلان چوپٹ کردیا۔دل ہی دل میں اسے زرتاشیہ پر غصہ بھی آرہا تھا کہ وہ اس وقت کیوں آدھمکی تھی۔

ڈاکٹر عنصر عباس نے اپنی مسز ڈاکٹرفوزیہ عباس کے پاس جیسے ہی سامعہ کو بھیجا' فرحان کی چھٹی حِس نے الارم بجادیا کہ کچھ نہ کچھ اور ہے' پھر کچھ ہی دیر بعد ڈاکٹر فوزیہ عباس نے اس کی چھٹی حِس کا سو فیصد درست نتیجہ

سنادیا۔سامعہ پریگننٹ ہے۔'' یہ جملہ فرحان کی کندھوں سے طیارے کے پروں کی مانند جُڑ گیا اور وہ آسمان کی بلندیوں پر اُڑنے لگا' کانوں میں گھنٹیاں سی بجنے لگیں۔کچھ اور سمجھ میں نہ آرہا تھا اور نہ سنائی دے رہا تھا۔میاں افتخار نے ڈاکٹر فوزیہ عباس کی سب ہدایتیں تشویش کے عالم میں سنیں' نسخہ ہاتھ میں دبایا اور فرحان کے بازو پر زور سے چٹکی کاٹی کیونکہ ان کی طرح سامعہ کا رنگ بھی فق تھا۔اس نئی الجھن کا تو گمان تک نہیں تھا۔چٹکی کی وجہ سے فرحان بلبلا اٹھا۔کلینک سے باہر نکلتے ہی میاں جی برس پڑے۔

''الو! خوابوں کی دنیا میں نہیں حقیقت کی دنیا میں دیکھو' کیا ضرورت تھی؟ ابھی اس قسم کی حرکت کی۔''

''بابا! آپ نے اس قسم کی حرکت کے لیے کسی سے مشورہ کیا تھا کیا؟'' وہ منہ بسور کر بولا تو سامعہ نادم سی ہوکر ذرا دور کھڑی ہوگئی۔

''صاحبزادے' ہمارے حالات ایسے نہیں تھے' ابھی تو آپ کی شادی ڈکلیئر نہیں ہوئی اور شوہر کے لاپتا ہونے کی بات ہے' ایسے میں یہ معاملہ کیسے

www.pdfbooksfree.pk

سب کو ہضم ہوگا۔ابھی تک ہاضمے کی ایسی دوا تیار نہیں ہوئی۔'' میاں جی سر پیٹ کر رہ گئے۔

''آپ سب کو صاف صاف بتا دیں۔'' وہ جوش میں کہہ گیا۔

''اچھا! ٹھیک ہے لیکن پہلے میں اپنی رہائش کا بندوبست کرلوں' پھر بے شک خود بتادینا۔'' وہ مضحکہ خیز شکل بنا کر بولے۔

''بابا! آپ اس قدر ڈرتے کیوں ہیں؟ ہمارا بچہ ہے اس میں غلط کیا ہے؟'' وہ بہت جذباتی ہوگیا۔

''یار! ہمارے ڈر اور ہمارے بچے میں کچھ غلط نہیں' مگر ہلا کو خان اور چنگیز خان کو یہ کون بتائے گا؟'' وہ سخت الجھن میں گرفتار گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئے۔

فرحان نے سامعہ کو بھی گاڑی میں بیٹھنے کا کہا اور خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

''بابا! میں شرمندہ ہوں۔'' پُشت سے سامعہ کی ندامت میں ڈوبی آواز آئی تو وہ چونکے اپنی الجھن میں تو وہ یہ بالکل ہی بھول گئے تھے کہ سامعہ کی دل پر کیا گزر رہی ہوگی؟

''بیٹا! شرمندہ ہونے سے مسئلہ حل ہوسکتا تو کیا ہی بات تھی؟'' وہ کافی نرمی سے بولے۔

''بابا! کوئی جرم نہیں ہے یہ۔'' فرحان نے اسٹیئرنگ پر مکا مارتے ہوئے کہا۔

''ہاں! لیکن اس صورت میں جب شادی کا بتادیا جاتا اور سامعہ کے شوہر کے لاپتا ہونے کی من گھڑت کہانی نہ سنائی ہوتی۔''

''تو آپ ایک کہانی اور گھڑلیں' سامعہ کا بچہ اس کے شوہر کا ہے۔'' فرحان نے بڑی روانی میں کہہ دیا تو میاں افتخار چند ثانیے اس کی طرف دیکھتے رہے اور پھر اثبات میں گردن ہلادی۔

''ایسا ہی کرنا پڑے گا مگر اتنا سوچ لو' آپ کی نانو پہنچی ہوئی ہستی ہیں ان کو سوال پر سوال کرنے کی عادت ہے۔''

www.pdfbooksfree.pk

''بابا! آپ تو ہمت سے کام لیں۔'' اس نے منہ بسورا تو میاں جی کو ہنسی آگئی۔

''نادا نیاں کرو آپ اور ہمت کریں ہم' جن کی ساری کی ساری ہمت نکاح کے تین کلمے پڑھتے ہی آپ کی ماما اور ان کی اماں جان کے قبضے میں آگئی تھی۔'' حسبِ معمول ان کی حسِ ظرافت پھڑکی۔فرحان مسکرادیا۔

''سامعہ بیٹا! بہادری کی ضرورت ہے' یہ بچہ ہمارا ہے' ہمارا ہی رہے گا۔آپ کو ہر طرح سے اپنا خیال رکھنا ہے اور صبر سے انتظار کرنا ہے۔'' میاں جی نے براہ راست سامعہ سے کہا۔مگر وہ بہت اپ سیٹ تھی۔ان سے نظریں نہیں ملا پارہی تھی۔

''بابا اور فرحان' اگر آپ کہیں تو میں ہر طرح تیار ہوں۔'' وہ ہونٹ چباتے ہوئے بولی۔تو میاں افتخار اور فرحان نے ایک ساتھ اسے دیکھا اور بولا فقط فرحان۔'' تمہیں مجھ سے یہ توقع ہے کہ میں وہ کچھ کہوں گا؟''

''نہیں' مگر یہ بہت بڑا مسئلہ بن گیا ہے۔'' وہ بے بسی سے بولی۔

”یہ ہم دونوں کا مسئلہ ہے‘ بلکہ شاید میری مرضی اور خواہش ہو۔“ فرحان نے یہ کہہ کر گاڑی اسٹارٹ کی۔سامعہ نے بے بس ہوکر سر سیٹ کی پشت سے ٹکادیا۔میاں افتخار گہری سوچ میں ڈوب گئے۔بات اتنی آسان نہیں تھی‘ مگر کچھ تو کرنا ہی تھا۔یہی فیصلہ کرکے وہ اپنے آفس چلے گئے اور فرحان سامعہ کو لیے گھر واپس آگیا۔

ئژ ض ظ ژ ء

موٹر سائیکل کی آواز کے ساتھ ہی ڈور بیل بجی تو ناجی نے باورچی خانے سے بھاگ کر گیٹ کھولا۔

”سلام چھوٹے صاحب۔“ عادل کو دیکھ کر ناجی نے سلام کیا۔وہ موٹر سائیکل اندر لے آیا۔

”وعلیکم السّلام! کہاں ہیں سب لوگ۔“ خالی صحن میں نظریں دوڑاتے ہوئے پوچھا۔

www.pdfbooksfree.pk

”اماں جان نہارہی ہیں‘ صاحب اور بیگم صاحبہ ڈیوٹی سے نہیں آئے‘ باقی فرحان صاحب اور سامعہ بی بی باہر گئے ہیں۔“

”یہ سامعہ بی بی کون ہیں؟“ عادل نے اس کے مزید کچھ بتانے سے پہلے چونک کر پوچھا۔

”صاحب کے دوست کی بیٹی ہیں‘ بس اتنا ہی پتا ہے۔“ وہ کچھ بوکھلاسی گئی۔

”اور آپ کی نک چڑھی تانیہ بی بی کہاں ہیں؟“ اس نے پوچھا۔

”وہ ‘ وہ اپنے کمرے میں ہیں‘ بلائوں۔“

”نہیں ‘ نہیں میں وہیں چلا جاتا ہوں۔“ وہ یہ کہہ کر سیدھا تانیہ کے کمرے کی طرف چل دیا۔ناجی پریشان ہوگئی‘ پتا نہیں اب کیا ہوگا؟ اس گھبراہٹ میں دوبارہ باورچی خانے میں گھس گئی۔

عادل نے ہلکی سی ایک دستک دی‘ کوئی جواب نہیں آیا۔دوسری اور پھر تیسری دستک پر سخت غصیلی آواز آئی۔

''ناجی! کیا بے ہودگی ہے؟''

عادل کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔مگر اس نے پھر زور سے دستک دے ڈالی۔جس پر وہ چیختی چلاتی آئی اور جھٹکے سے دروازہ کھول دیا۔مگر دروازے کے عین درمیان عادل کو سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا دیکھ کر کچھ دیر کو پریشان ہوئی اور پھر جلدی سے سلیپنگ گاؤن پہنتے ہوئے بولی۔

''پڑھے لکھے ہو' کیا اتنا بھی نہیں معلوم کہ کسی کے بیڈ روم میں ایسے نہیں آتے۔''

''مس تانیہ افتخار! مجھے معلوم سب کچھ ہے' مگر یہ نہیں معلوم تھا کہ دن کے ایک بجے بھی شب خوابی کے لباس میں آپ کا نظارہ ہوسکتا ہے۔''

''شٹ اپ! تم جیسے موقع کی تلاش میں رہتے ہیں۔''

''تو مت دیا کرو موقع... ''

www.pdfbooksfree.pk

''اپنی حد میں رہو' یہ میرا کمرہ ہے' میری مرضی جو پہنوں' یہاں سے نکل جاؤ۔'' وہ اس کا ہاتھ جھٹک کے دور ہوگئی۔

''مجھے اپنی حد معلوم ہے' یہ وہی زیورات کے ڈیزائن کی کتاب ہے ' جس میں سے تمہیں ڈیزائن پسند کرنا ہے۔یہ میری خواہش نہیں میرے ماں باپ کی ہے۔وہ کئی روز سے آنے کی کوشش کرتے رہے مگر ابا کے بخار کی وجہ سے نہ آسکے۔یوں مجھے پردہ نشین کے نظارے کا شرف حاصل ہوگیا۔'' وہ اطمینان سے کتاب اس کے بیڈ پر اُچھال کر تحمل سے بولا۔

''اے مسٹر! مجھے اس کتاب سے کوئی دلچسپی نہیں۔'' اس نے وہ کتاب اٹھا کر فرش پردے ماری۔عادل نے چند ثانیے اسے غور سے دیکھا اور پھر بولا۔

''مگر مجھے بہت دلچسپی ہے تم سے' اپنے والدین کی خواہش سے' یہ کتاب اٹھائو اور اپنے بیڈ پر رکھو۔''

''تم مجھے آڈر کررہے ہو۔'' وہ تلملائی۔

''یہی سمجھ لو۔'' اس کے لہجے کی ضد آنکھوں سے شعلوں کی مانند بھڑکنے لگی۔مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

''تانیہ افتخار ! کتاب اٹھائو۔''

''شٹ اپ! تم یہاں سے نکلو' اور ہاں کان کھول کے سن لو' میرا تم سے کوئی تعلق نہیں۔آئندہ یہاں اپنی پھٹ پٹی لے کر مت آنا۔''

وہ یہ کہہ کر واش روم میں گھس گئی۔اند ر سے دروازہ کھٹ سے بند کرلیا۔ وہ آگ بگولا ہوگیا۔کتاب وہیں پڑی چھوڑ کے سخت غصے میں باہر نکلا تو اماں جان تخت پر بیٹھی بال سلجھا رہی تھیں۔و ہ انہیں سلام کرکے آگے بڑھ گیا۔ کوئی بات کی نہ اور کچھ بتایا' موٹر سائیکل اسٹارٹ کی اور تیزی سے نکل گیا۔ اماں جان ہکا بکا سی ناجی کو آوازیں دینے لگیں۔وہ شاید آٹا گوندھ رہی تھی' دونوں ہاتھ آٹے میں بھرے تھے۔ان کی آواز پر باورچی خانے سے دوڑی چلی آئی۔

www.pdfbooksfree.pk

''یہ عادل کو کیا ہوا؟ ہَوا کے گھوڑے پر سوار تھا کیا' کب آیا؟'' انہوں نے ایک ہی سانس میں کئی سوال کر ڈالے۔

''تانیہ بی بی سے مل کر گئے ہیں کوئی معمولی بات تھوڑی ہے۔'' ناجی نے بتایا۔

''اوہ! مگر یہ بچہ کیسے آیا تھا؟ بنا کسی وجہ کے تو نہیں آتا۔'' اماں جان کو تشویش سی ہوئی۔

''واہ بڑی بیگم صاحبہ' اس میں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ تانیہ بی بی کو آپ نہیں جانتیں کیا؟ کہہ دیا ہوگا کچھ الٹا سیدھا۔''ناجی نے کہا۔

''اچھا' اچھا' جائو۔اچھی طرح آٹا گوندھنا ہے' پھلکے بناتے ہوئے اگر ذرا بھی خرابی ہوئی تو ہم گرم چمٹے سے خبر لیں گے۔''

''ہُونہہ! ہاتھ تو گندم کوٹتے کوٹتے تھک گئے ہیں' خاک آٹا گوندھوں۔'' ناجی نے برا سا منہ بنایا۔

”اے ہے! ذرا سی گندم حلیم کے لیے کوٹنی پڑ گئی تو تمہاری جان پر بن گئی۔“ وہ جل کر بولیں۔

”بیگم صاحبہ کہہ رہی تھیں کہ بازار میں حلیم کی گندم تیار ملتی ہے۔“ ناجی نے گویا انفارمیشن آفیسر کی مانند اطلاع فراہم کی۔

”جی ہاں! ملتی ہے‘ مگر جو ذائقہ اور تسلی اپنے ہاتھ سے تیار چیز سے ملتی ہے وہ بازاری چیزوں میں کہاں؟“ انہوں نے لکڑی کی کنگھی سے پھنسے ہوئے بال نکالتے ہوئے کہا۔

”مگر اب زمانہ بدل گیا ہے‘ آپ کو پرانی چیزیں اچھی لگتی ہیں۔“ ناجی نے ذرا عقل جھاڑنے کی کوشش کی تو ان کے ماتھے پر سلوٹیں پڑ گئیں۔

”تانیہ کی صحبت سے ذرا دور رہا کرو‘ ٹماٹر‘ پودینے کی چٹنی بنانی ہے اور لوکی کا رائتہ۔“

”جو کوئی کھائے گا بھی نہیں۔“ ناجی بڑ بڑائی۔

www.pdfbooksfree.pk

”یہ زیر لب کیا بول رہی ہو؟“ وہ گرجیں۔

”پوچھ رہی تھی اور کوئی کام بھی بتادیں۔“ اس نے منہ بسورا تو انہیں سچ مچ کام یاد آگیا۔

”اسٹور سے بڑا دیگچہ نکال کر اچھی طرح دھوکر رکھو۔“

”وہ بڑا بھاری والا؟“ ناجی نے حیرت سے دونوں بازو پھیلا کر دیگچے کا حجم ظاہر کیا۔

”ہاں‘ حلیم اسی میں پکتا ہے۔“

”مگر...“

”میں ہنڈیا بھون کے پھلکے خود بنائوں گی۔“ انہوں نے اس کی مگر پر دھیان نہ دیتے ہوئے کہا اور گیلا تولیہ الگنی پر پھیلا کر باورچی خانے کی طرف بڑھ گئیں۔

...☆☆☆...

''سنیئے!''

ایزی چیئر پر گم صم سے آنکھیں موندے ہوئے وہ مضطرب تھے۔انجم نے کمرے میں داخل ہوکر پکارا تووہ انہیں دیکھنے لگے۔

''بیڈ پر آرام کر لیجئے۔'' وہ بالکل سامنے آکر بولیں۔

''اپنی تو راتوں کی نیند اُڑ گئی ہے' بس شرم ساری کا بوجھ محسوس کررہے ہیں۔'' وہ بہت سنجیدہ تھے۔

''آپ' نرگس کو اس کے حال پر چھوڑدیں۔''

وہ دکھ سے ہنسے اور بولے۔

''افسوس! دوشریف آدمی آزمائے جارہے ہیں' زبیر احمد' جس نے شرافت اور وضع داری کا بھرم رکھنے کے لیے گردن جھکادی ہے اور دوسرا میں ہوں۔ انجم! تم جانتی ہو کہ میں اتنی آسانی سے نہ گردن جھکا سکتا ہوں اور نہ کوئی تبدیلی لاسکتا ہوں۔''

www.pdfbooksfree.pk

''بس ہونے دیں جو بھی ہورہا ہے' ابھی اسے اندازہ نہیں کہ کیا نقصان ہورہا ہے'لیکن جلد وہ پچھتائے گی۔'' انجم نے شوہر کی دل جوئی کی خاطر نرمی سے سمجھایا۔

''اور اس پچھتاوے کی قیمت مجھے چکانی ہوگی' زمانہ انگلیاں اٹھائے گا۔جو ان بچی کی ماں کو' شاید جائیداد نہ دینے کی وجہ سے گھر بٹھالیاہے۔زرتاشیہ جیسی بچی جومسکراتی ہے تو اس مسکراہٹ میں آنسو ہوتے ہیں۔وہ تنہا پڑ گئی ہے... مگر۔''

''مگر کیا ہے بڑے بھیا' آپ آخر مجھے ہی کیوں قصور وار سمجھتے ہیں؟'' اسی اثنا میں نرگس کمرے میں آکر ان کے روبرو ہوگئی... انہوں نے رُخ موڑلیا۔

''توکون ہے قصور وار؟ تمہاری نادانیوں کی ' جذباتیت کی مختصر سی کہانیاں تو ابھی ہم سن کر آئے ہیں۔''

''مجھے معلوم ہے انہوں نے آپ کے کان بھی بھرے ہیں۔'' وہ تلملا گئی۔

''بس' چپ ہوجائو' اپنی کوکھ سے جنم دینے والی بیٹی کے بارے میں بھی یہی خیال ہے۔'' وہ گرجے۔

''وہ نادان ہے' معصوم ہے۔'' وہ دھیمی پڑ گئی۔

''اور وہ نادانی' وہ معصومیت تم نے چھین لی۔درحقیقت تم نادان ہو۔ورنہ اے سی ٹھیک نہ ہونے کے سبب گھر پھونک کر نکلتے ہیں کیا؟'' وہ طنزیہ بولے۔

''یہ تو ایک بات ہے' روز ہی ایسی باتیں ہوتی تھیں۔''

''چلو ٹھیک ہے' آج کے بعد اس موضوع پر بات نہیں ہوگی' تم جو چاہو کرو' یہ سب پھونک ڈالو۔'' وہ خاصے جذباتی ہوگئے تو انجم نے ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

''انجم! اسے بتائو گیلی روئی جلانے سے صرف ہاتھ جلتے ہیں۔'' وہ براہ راست بیوی سے مخاطب ہوئے تو نرگس نے تڑک کر ان سے پوچھا۔

www.pdfbooksfree.pk

''مجھے آپ سے بھی کچھ نہیں چاہئے' مگر میں جہنم میں زندگی بسر نہیں کرسکتی۔''

''یہ سب اپنا' ہمارا جو کچھ ہے لے لو' اگر ہوسکے تو گھر بچالو۔'' گلریز صاحب نے امید کی ایک کرن کو مٹھی میں بند کرنے کی کوشش کی۔

''بس مجھے آزادی سے رہنے دیں' زرتاشیہ کو میں اپنے پاس لانا چاہتی ہوں مگر وہ باپ کی مالا جپتی ہے۔آپ میرے لیے فکر مند نہ ہوں' میں اس کا الزام آپ کو نہیں دوں گی' حالانکہ یہ شادی آپ نے کی تھی۔ایک ایسے آدمی سے جو آپ کو اچھا لگا۔'' وہ تلخی سے کہہ کر پلٹنے کو تھی کہ انجم کو بھی غصہ آگیا۔

''تو تم اس وقت فوراً اسے چھوڑ کے آجاتیں اب جوان بیٹی کے بیاہنے کے وقت گھر چھوڑنا کہاں کی شرافت ہے؟''

''بس مجھے جو کہنا تھا کہہ دیا۔''

"ٹھیک ہے جو تم نے کہا' وہی کرو۔" گلریز صاحب جھٹکے سے کرسی سے اٹھے اور کمرے سے باہر نکل گئے۔انجم نے ناپسندیدہ نظروں سے اسے دیکھا اور پھر خود بھی کمرے سے باہر چلی گئیں۔نرگس نے سب باتیں ہَوا میں اُڑائیں اور اپنے کمرے کا رُخ کیا۔سب کچھ وہیں گلریز صاحب اور انجم کے کمرے کی چار دیواری میں قید ہوگیا۔زبیر احمد' زرتاشیہ بہت اپنے اور قریب ہوکر بھی کس قدر غیر اہم تھے نرگس کے لیے... ایک ضد اور ذہنی تنائو نے شاید لمبے عرصے کے لیے یا پھر ہمیشہ کے لیے انہیں دور کردیا تھا۔جس کا فیصلہ آنے والے وقت کو کرنا تھا۔گلریز صاحب کی تو کوشش رائیگاں گئی تھی۔یہ ملال گلریز صاحب کو اور انجم کو تھا۔جانے وہ کس مٹی سے بنی عورت تھی کہ نہ اس کے سینے میں ممتا جوش مار رہی تھی اور نہ شوہر کی رفاقت کا احساس بیدار تھا۔وہ صرف نرگس بن کر اپنی ذات کے حصار میں قید تھی۔یہ حصار اتنی آسانی سے ٹوٹنے والا نہیں تھا...

ظظظ

www.pdfbooksfree.pk

بند دروازے سے ٹیک لگائے دل کی دھڑکنوں کے شور کو دبانے کی کوشش میں بہت سارا وقت گزر گیا۔

ایک نیا موڑ

ایک نیا سفر

ایک نیا پن

زندگی میں اتنی خاموشی سے شامل ہوگیا کہ وہ غافل رہی' جان ہی نہ سکی "سب کچھ اچانک کیوں ہو رہا ہے...؟" اپنا سرد ہاتھ لبوں پر رکھ کے خود سے پوچھا۔تو کوئی جواب نہ ملا۔لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ بیڈ تک پہنچی اور پھر بستر پر گر گئی۔اسے اس خاص موقع پر جس طرح خوش ہونا چاہیے تھا وہ ویسے خوش نہیں ہو سکتی تھی۔دل رنجیدہ تھا' بار بار میاں جی کے چہرے پر پھیلی فکر و تشویش نظروں میں آرہی تھی۔انہیں اس کی وجہ سے نئی مشکل کا سامنا کرنا تھا۔

FOURTH EDITION

THE American Promise

A COMPACT HISTORY

PDFBOOKSFREE.PK

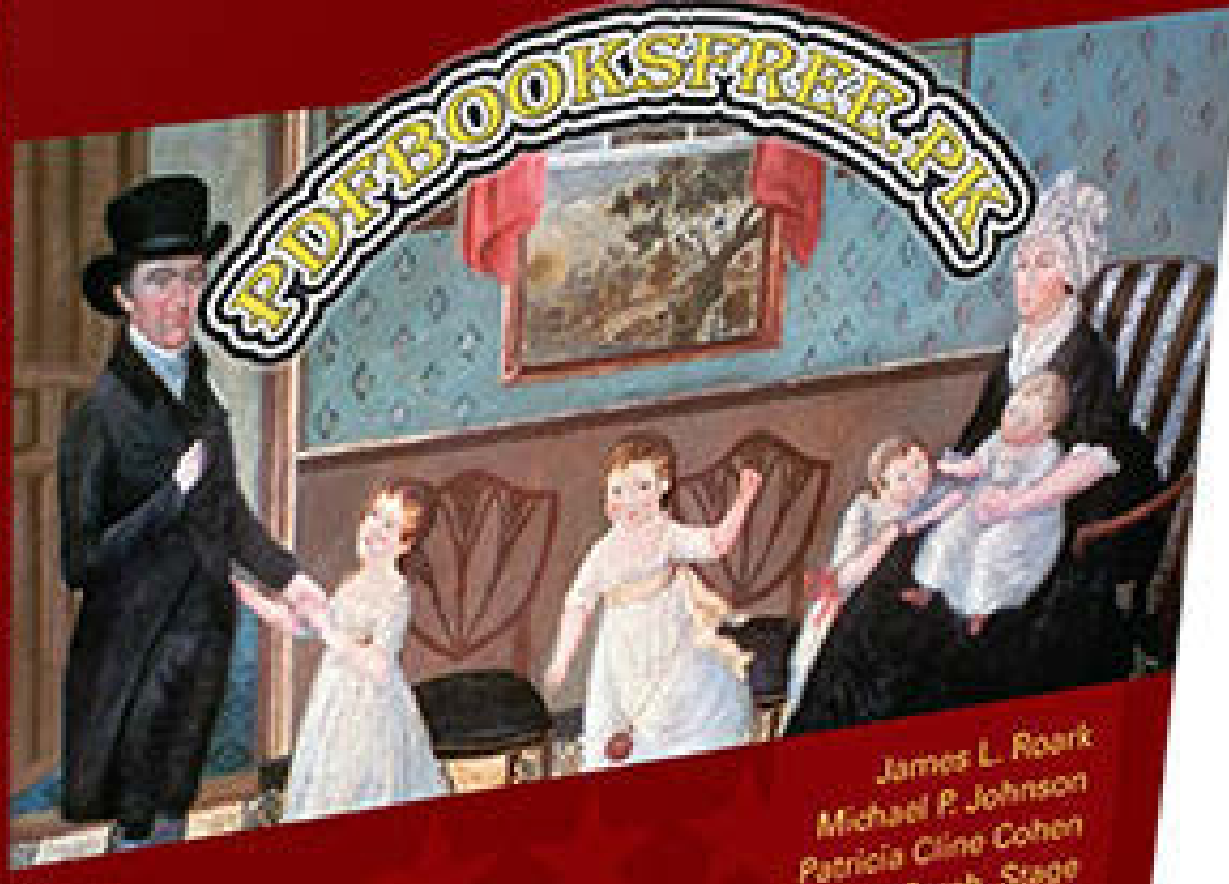

James L. Roark
Michael P. Johnson
Patricia Cline Cohen
Sarah Stage
Alan Lawson
Susan M. Hartmann

Volume 1
To 1877

PDFBOOKSFREE.PK

www.pdfbooksfree.pk